تذکرہ

عروس الاذکار

۱۲۸۹ھ

مصنّفہ

نصیر الدین نقش حیدر آبادی

مرتبہ

افسر صدیقی امروہوی

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ کراچی ۱

تذکرہ

عروس الاذکار

۱۲۸۹ھ

مصنّفہ

نصیر الدین نقش حیدرآبادی

مرتّبہ

افسر صدیقی امروہوی

انجمن ترقی اردو پاکستان

بابائے اردو روڈ۔ کراچی۔ ۱۔

سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو پاکستان   شمارہ ۳۶۸

اشاعتِ اوّل ۔ ۱۹۷۵ء

تعداد ۔ (پانچ سو) ۵۰۰

طابع ۔ انجمن پریس بشو مارکیٹ ۔ کراچی

قیمت ۔ پندرہ روپے / ۱۵ء

جمیل الدین عالیؔ
معتمد اعزازی

حرفے چند

لیجیے ایک اور قدیم تذکرہ حاضر ہے

انجمن ترقیٔ اردو کے قیام کے وقت اس کے جو اغراض و مقاصد قرار دیے گئے تھے ان میں کہا گیا تھا کہ قومی زبان کی حفاظت و ترقی انجمن کے مد نظر رہے گی اور اردو کے جو جواہر پارے اب تک منظر عام پر نہیں آسکے ہیں اُنھیں حاصل کر کے طبع کیا جائے گا۔ بابائے اردو مرحوم نے متحدہ ہندوستان میں ان دونوں شقوں پر بڑی جواں مردی اور جانفشانی سے عمل کیا۔ مخالفین اردو سے برابر کی ٹکرلی اور بعض خاندانوں میں پڑے ہوئے قلمی دواوین اور تذکروں کا پتا لگا کر انھیں حاصل کیا اور شائع کر دیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد کراچی میں انجمن ترقی اُردو کی نئے سرے سے تشکیل ہوئی تو اگرچہ حالات کچھ زیادہ مساعد نہ تھے، مگر مرحوم کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں کچھ نہ کچھ کام ہوتا رہا۔ ۱۹۶۱ء کے بعد سے اب تک کا زمانہ اگرچہ نئی کتابوں کی اشاعت کے لحاظ سے وہ مرتبہ حاصل نہ کر سکا جو غیر منقسم ہندوستان میں انجمن کے ارباب حل و عقد نے بہم پہنچایا تھا، پھر بھی قدیم اردو کے بعض اچھے اچھے شاہکار منظر عام پر لائے گئے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی تذکرہ عروس الاذکار بھی ہے جو قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ سب سے اہم کتاب مثنوی نظامی دکنی عرف کدم راؤ پدم راؤ ہم سال گزشتہ چھاپ چکے ہیں۔

یہ تذکرہ ۱۲۸۹ھ میں حیدرآباد دکن کے ایک باخبر شاعر نصیر الدین نقشؔ نے لکھا

ہے۔ بارھویں کے اختتام تک جو تذکرے تصنیف کیے گئے ان میں شاعر کا کلام تو اُردو کا تھا لیکن اس کے تعارف میں جو سطور لکھی گئی تھیں وہ فارسی میں تھیں۔ اس میں بھی یہی التزام ہے کہ شعرا کے تعارف میں فارسی زبان استعمال کی گئی ہے۔

عروس الاذکار کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ یہ حیدرآباد دکن کے اُن شعرا کے حالات پر مشتمل ہے جو مصنّف کے زمانے میں موجود تھے اور اس میں زیادہ تر حافظ تاج الدین مشتاق دہلوی کے سلسلے کے شاعروں کا ذکر ہے لیکن ایسے شاعر بھی شامل ہوگئے ہیں جو دکن کے مستقل باشندے نہ تھے بلکہ شمالی ہندوستان کے کسی علاقے سے وہاں چلے گئے تھے۔ اس بنا پر تذکرے کو عمومیت بھی حاصل ہوگئی ہے۔ اور عروس الاذکار کو شمالی ہندوستان سے بھی اتنا ہی تعلّق ہوگیا ہے جتنا اسے دکن اور دکن والوں سے ہے۔ اس تذکرے کے مرتّب جناب افسر صدیقی ہیں جنھوں نے تذکرے کے اختتام پر ان شعرا کے بارے میں جو تذکرے میں آئے ہیں حتّی الامکان اچھی خاصی معلومات جمع کر دی ہیں۔ یہ تذکرہ اور اس کے حواشی شاعروں کے حالات و کلام کے سلسلے میں یقیناً ایک قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام اور اُردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات انجمن کی اس پیش کش کو پسند کریں گے۔

ابو اللیث

مقدمہ

اُردو میں شعر و شاعری کا رواج تو بارھویں صدی ہجری کے اوائل میں اچھی طرح ہو چکا تھا اور ولی دکنی کے بعد شاہ مبارک آبرو، غلام مصطفےٰ یکرنگ، محمد شاکر ناجی اور شرف الدین مضمون جیسے شعراء منظرِ عام پر نمودار ہو چکے تھے لیکن اُردو شاعروں کے سوانح مرتب کرنے کی طرف کسی نے ابھی توجہ نہیں کی تھی۔ اس صدی کا نصف اول گزر جانے کے پندرہ سال بعد یعنی ۱۱۶۵ھ میں میر تقی نے نکات الشعرا اور فتح علی حسینی گردیزی نے تذکرہ ریختہ گویاں مرتب کیا اور قائم نے ۱۱۶۸ھ میں مخزن نکات۔ یہ تینوں تذکرے اگرچہ شمالی ہند کے شعرا سے متعلق تھے لیکن میر تقی نے میر عبدالولی عزلت کی بیاض سے چند دکنی شعرا کے خاص خاص اشعار بھی شامل کر لئے تھے، اس کمی کو اس سنہ میں دو دکنی مصنفین نے پورا کر دیا یعنی افضل بیگ قاقشال نے تحفۃ الشعراء کے ذریعہ اور خواجہ خان حمید نے "گلشن گفتار" کی بنیاد پر شمالی ہند کے چند اُردو شعرا کے ساتھ ساتھ سخنوران دکن کی معقول تعداد کو نذر گمنامی ہونے سے بچا لیا۔

بارھویں صدی کے اختتام تک شمالی ہند و دکن ایک دوسرے کے دوش بدوش چلتے رہے۔ شمالی ہند میں اس صدی کے آخری تذکرے گلشن سخن اور گلزار ابراہیم ہیں جو ۱۱۹۲ھ اور ۱۱۹۸ھ میں لکھے گئے اور چھپ چکے ہیں۔ دکن میں اسد علی خان تمنا نے گل عجائب مرتب کیا یہ ۱۱۹۴ھ کی تصنیف ہے اور یہ طبع ہو چکا ہے۔ تیرھویں صدی میں تذکرہ نویسی کو کافی فروغ ہوا۔ ۱۲۰۹ھ میں مصحفی نے تذکرہ ہندی لکھا۔ ۱۲۱۵ھ میں مرزا علی لطف

نے گلشن ہند کی نخلبندی کی ۔ ۱۲۱۶ھ میں اعظم الدولہ سرور نے عمدہ منتخبہ اور ۱۲۳۱ھ میں حکیم قدرت اللہ قاسم کے مجموعۂ نغز کی بنیاد رکھی گئی ۔ تقریباً اسی وقت محی الدین میرٹھی کا طبقات سخن مرتب ہوا ۔ جوں جوں سال پہ سال گذرتے گئے ریاض الفصحا، عیار الشعرا، گلشن بے خار، گلستان بے خزاں، گلشن ہمیشہ بہار، خوش معرکہ زیبا، سراپا سخن، آفتاب عالمتاب، گلستان سخن، شعر و سخن، سخن شعرا، شمیم سخن اور انتخاب یادگار جیسے تذکرے یکے بعد دیگرے سامنے آتے گئے ۔ یہ فہرست مکمل نہیں ہے ممکن ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے کچھ اور تذکرے بھی وجود میں آئے ہوں اور ہم تک ان کی اطلاع نہ پہنچی ہو ۔ پھر بھی یہ ڈیڑھ درجن تذکرہ ہائے شعرائے اُردو اتنے اہم اور دقیع ہیں کہ شمالی ہند میں اُردو کے عروج و مقبولیت کا صحیح صحیح نقشہ نظروں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں ۔

اسباب خواہ کچھ ہوں یہ بات بے حد تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے کہ جس صدی میں شمالی ہند نے اتنے تذکرے مرتب و مدوّن کر کے اپنے علاقے کی ادبی تاریخ کو نامربوط اور غیر مسلسل ہونے سے بچایا، جنوبی ہند میں اس صنف کی طرف قطعاً توجہ نہیں کی گئی ۔ گل عجائب (۱۱۹۴ھ) کے بعد ۹۵ سال یعنی ۱۲۸۹ھ (عروس الاذکار) تک شعرائے دکن کا کوئی تذکرہ نہیں لکھا گیا ۔ اس زمانے میں جنوبی ہند میں جو تذکرے لکھے گئے یا تو وہ گجرات سے تعلق رکھتے تھے یا مدراس و کرناٹک کے شعرا کے حالات میں تھے ۔ البتہ اس صدی کا ایک تذکرہ ایسا ہے جس کا آغاز تو شمالی ہند میں ہوا تھا مگر تکمیل پندرہ بیس سال بعد حیدرآباد دکن میں ہوئی اس تذکرے کا نام مجموعۃ الانتخاب اور مصنف کا نام شاہ کمال الدین ہے ۔

زیر ترتیب تذکرہ عروس الاذکار کے مصنف حیدرآباد دکن کے ساکن ایک بزرگ ہیں جو نقشؔ تخلص کرتے تھے وہ بموجب تحریر عروس الاذکار حافظ شمس الدین فیضؔ کے شاگرد تھے لیکن انہیں درحقیقت حافظ عبدالرحیم ضیاؔ سے تلمذ تھا جو فیضؔ ہی کے ایک شاگرد تھے ضیاؔ کی مثنوی "اشعار شہادت" میں نقشؔ کا جو قطعہ تاریخ چھپا ہے اس میں نقشؔ نے خود کو شاگرد مصنف (ضیاؔ) سلمہ اللہ تعالیٰ لکھا ہے ۔ نیز انہوں نے اپنی ایک اور تصنیف "مطالب غرّا" کے دیباچے میں جس کا سنہ تصنیف

۱۲۸۳ھ ہے اور جو مطبع منظہر المطابع مدراس سے چھپ چکی ہے اسی نسبت تلمذ کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

"کمترین خاک پائے انام نقش تخلص محمد نصیر الدین نام ساکن بلدہ فرخ بنیاد حیدر آباد دکن خدمت میں ارباب سخن، ثنائی علم و فن کی عرض کرتا ہے اور ان کے دُرج سامعہ کو دُرر التماس سے بھرتا ہے کہ مدت مدید سے اتفاق شعر گوئی کا حضور میں اساتذہ نامدار کے رہا اور ان کی عنایت سے اس فن کا ح۔ ۔حوصلہ بہرہ ملا۔ اعنی شفیق اشفق استاد برق صاحب طبع نقاد ذہن وتاد، حفظ پیرا معنی آرا، پیرو اصحاب صفا، محمد عبدالرحیم ضیا سلمہ اللہ تعالٰے اور اختر برج فصاحت، نیّر برج بلاغت گوہر دریائے معانی جوہر شمشیر نکتہ دانی۔ مولوی حافظ میر شمس الدین فیض نور اللہ مرقدہٗ کہ جناب موصوف بھی حضرت مغفور کے شاگرد خاص ہیں اور حضرت مغفور مستفیض سرآمد شاعران ہندوستان شیریں کلام معجز بیان۔ شہرۂ آفاق سید تاج الدین مشتاق کے اور وہ تلمیذ رشید افصح الفصحا و ابلغ البلغا مرد میدان ولایت مرکز دائرۂ کرامت مالک نالۂ درد و آہ سرد خواجہ میر درؔد دہلوی غفر اللہ لہم کے ہیں۔"

جہاں تک نقشؔ کے شاگرد ضیا، ضیا کے شاگرد فیض، فیض کے شاگرد مشتاق ہونے کا تعلق ہے کسی اعتراض کی گنجائش نہیں البتہ مشتاق کا شاگرد خواجہ میر درد ہونا شک وشبہ سے بالاتر نہیں اس کی چند وجود ہیں۔

اول یہ کہ دردؔ کا انتقال ۱۱۹۹ھ میں ہوا اس لیے جو شاعر درؔد کا فیض یافتہ ہوگا اس کا سنہ مذکور سے قبل شاعر ہونا مسلّم اور ۱۲۱۸ - ۱۲۲۰ھ تک مشتاق و مشہور ہونا یقینی ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مصحفی نے ۱۲۰۹ھ میں اپنے تذکرہ ریختہ میں مشتاق کا ذکر کیا نہ حکیم قدرت اللہ قاسم نے مجموعہ نغز (۱۲۲۱ھ) میں انہیں قابل ذکر سمجھا صرف میر محمد خاں سرور کے عمدۂ منتخبہ میں جس میں ۲۹ - ۱۲۳۰ھ تک اضافے

ہوتے رہے مشتاق کا ذکر ملتا ہے وہ بھی اُس قدر۔

"قوم بنی اسرائیل۔ بہ سبب مرض آبلہ در طفلی از حلیہ بصارت عاطل

چونکہ طبع موزوں داشت شعر ریختہ می گوید" (ص ۱۷۱)

اور شعر گوئی کے ثبوت میں صرف یہ شعر دیا ہے ؎

شب فراق کی وحشت (دہشت) سے خواب بھاگے ہے

پلنگ پلنگ ہے اور بان بان لاگے ہے

شعر کی عمومیت سے قطع نظر "طبع موزوں داشت" سے معلوم ہوتا ہے کہ عمدہ منتخبہ کی تصنیف کے وقت مشتاق کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں تھی، طبیعت کی موزونیت نے شعر و سخن کا قالب اختیار کر لیا تھا اگر وہ خواجہ میر درد کے فیض یافتہ ہوتے تو میر درد کی وفات کے بیس سال بعد بھی ان کا ذکر ایک مبتدی کی طرح نہ ہوتا۔ دوسرے یہ کہ مجموعۂ نغز کے مصنف حکیم قدرت اللہ قاسم ہدایت اللہ خاں ہدایت کے شاگرد تھے اور ہدایت اللہ خاں کا شمار خواجہ میر درد کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے، اسی نسبت شاعرانہ کی بنا پر قاسم نے اپنے تذکرے میں حضرت میر درد کے دس شاگردوں کا ذکر کیا ہے ان میں میر محمدی بیدار، قیام الدین قائم اور ہدایت اللہ خاں ہدایت صاحب تلامذہ تھے۔ ہدایت کے تلامذہ میں شاہ اللہ فراق، مرزا جان طپش اور قدرت اللہ قاسم بھی استادی کے درجے تک پہنچ چکے تھے۔ مجموعہ نغز میں ان کے شاگردوں کے حالات بھی درج ہیں۔ اگر تاج الدین مشتاق درد یا درد کے کسی شاگرد کے شاگرد بھی ہوتے تو مجموعہ نغز میں ضرور جگہ پاتے۔ شعرائے دکن کے مصنف نے لکھا ہے کہ مشتاق نے تقریباً سو برس کی عمر پائی اور ڈاکٹر زور مرحوم نے یادگار ضیغم کے حوالے سے ان کا سنہ وفات ۱۲۵۱ھ تحریر کیا ہے (تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۴) ان بیانات کے غلط ماننے کی کوئی وجہ نہیں اور اس حساب سے مشتاق کا سنہ ولادت ۱۱۵۰ھ کے لگ بھگ بیٹھتا ہے اس لیے ۱۱۸۸ھ میں جب حسن نے اپنا تذکرہ لکھنا شروع کیا ان کی عمر ستائیس سال سے اوپر ہوتی ہے۔ تعجب ہے کہ حسن نے مصحفی کا ذکر تو کیا ہے جو مشتاق سے دس سال

بعد پیدا ہوئے تھے لیکن مشتاق کا نام نہیں دیا۔

ان بیانات سے یہ نتیجہ نکالنا یقیناً غلط نہ ہوگا کہ مشتاق کی شاعری کا زمانہ ۱۲۰۰ھ کے بعد کا ہے پہلے کا نہیں اور وہ خواجہ میر درد کے تلمذ سے بہرہ ور نہیں تھے۔ رہا یہ سوال کہ مشتاق کو کس سے تلمذ تھا یہ بات بڑی حد تک تحقیق طلب ہے۔ مدت ہوئی ایک مضمون یا تذکرے میں میں نے پڑھا تھا کہ مشتاق نے بزمانۂ قیام لکھنؤ ناسخ سے اصلاح لی تھی لیکن کسی ذریعہ سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ البتہ عشق میرٹھی نے طبقات سخن میں ان کو اپنا شاگرد بتایا ہے۔

اب یہ امر غور طلب ہے کہ مشتاق شاگرد درد کیوں مشہور ہوئے، بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مشتاق نے حیدرآباد پہنچ کر غالباً اس یقین پر کہ حیدرآباد میرٹھ سے سیکڑوں کوس کے فاصلے پر ہے کسی کو کیا پڑی ہے کہ مفت کی تحقیق و تفتیش میں اپنا وقت خراب کرے غلط بیانی سے کام لیا اور خود کو شاگرد درد اور سید ظاہر کیا۔ اسی غلط بیانی کا نتیجہ ہے کہ نقش نے مطالب غرا میں تاج الدین کو سید تاج الدین اور ان کے لڑکے دلدار علی کو عروس الاذکار میں میر دلدار علی لکھ دیا۔ جو شخص دنیاوی عزت و وجاہت کے حصول کے لیے اپنے آبا و اجداد کی تبدیلی گوارا کر سکتا ہے وہ شاعری میں کسی بڑے استاد کی طرف منسوب ہو جانے میں بھی کوئی قباحت نہیں دیکھتا۔

نقش نے عروس الاذکار میں زیادہ تر معاصرین کا ذکر کیا ہے جیسا کہ خود ان کا بیان ہے۔

"بیشتر دریں ذکر معاصرین است کہ احوال ہر یکے بہ چشم خود دیدہ"

لیکن تذکرے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاصرین کے حالات میں بھی ضروری تفصیلات سے گریز کیا ہے۔ ان میں متعدد شعرا ایسے ہیں جن کی ولدیت بھی درج نہیں کی در انحالیکہ وہ حیدرآباد میں موجود تھے اور بقول خود انھیں "بچشم خود" دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ بعض شعرا کے جو حالات کرناٹک یا مدراس کے تذکروں میں موجود تھے اور جن سے استفادہ کرنا دشوار نہ تھا انہیں بھی قطعاً نظر انداز کر دیا، مثلاً اکرام علی جاذب کے جو سوانح تذکرہ گلزار اعظم

میں درج ہیں ان سے عروس الاذکار قطعاً خالی نظر آتا ہے۔ یا میر بندہ حسن قمر لکھنوی کے بارے میں جو تفصیلات "اشارات بینش" کے مصنف نے دی ہیں، ان کی طرف کوئی غور نہیں کیا گیا۔ ان دو مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ مصنف نے عروس الاذکار کی ترتیب میں مکمل ذاتی معلومات سے بھی کام نہیں لیا، اور جو مطبوعہ تذکرے اس وقت موجود تھے انہیں بھی پیش نظر نہیں رکھا۔

نقش کا بیان ہے کہ دکن کے قدیم شاعروں کے بارے میں جو کچھ بہم پہنچا تبرکاً درج تذکرہ کر دیا گیا، ان کے الفاظ یہ ہیں ۔

"بعضے از متقدمین ایں بلدہ آنچہ بہم رسیدہ تیمناً زیب قلم گرفت"

لیکن آنچہ بہم رسیدہ کا حال یہ ہے کہ عروس الاذکار میں جن قدیم شعرا کا ذکر تبرکاً کیا گیا ہے ان کا صرف تخلص یا نام مع تخلص لکھ کر ایک آدھ شعر دے دیا گیا ہے۔ ان شعرا کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دکن کے ساتھ تعلق رکھتے تھے یا نہیں۔ ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں جن سے ہمارے اس بیان کی تصدیق ہو سکے گی کہ "آنچہ بہم رسیدہ" محض "حسن داستاں" کے لئے لکھ دیا گیا ہے ۔

اعزاز۔ تخلص از وست (ایک شعر)

افسوس ۔ از نام و حالش اطلاع ندارم (ایک مطلع)

امانی ۔ میر امانی (ایک شعر)

برق ۔ شخصیت از طبقہ پیشیں (ایک شعر)

بیباک .... (نام و شعر دونوں ندارد)

تاباں ۔ مردیست از قدیم (ایک شعر)

قدما کے بارے میں الف سے یا تک یہی انداز بیان ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کے اندراجات سے شعرا کی تعداد میں تو اضافہ ضرور ہو گیا مگر تذکرے کی اہمیت اور قدر و قیمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، مندرجہ بالا چھ شاعروں میں سے افسوس وہ شاعر ہیں جو آرائش محفل کی تصنیف کے لئے مشہور ہیں ایسے شاعر کے نام و حالات سے واقف نہ ہونا قابل

افسوس بھی ہے اور حیرانی بھی۔

اس تذکرے کے بارے میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ قدیم شعرا کے زمرے میں دو تین ایسے شاعروں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے جن کو دکن سے دور کا تعلق بھی نہیں تھا مثلاً میر آثمی یا عاصی کے بیٹے امانی جو استد و امانیؔ دونوں تخلص کرتے تھے۔ امانیؔ تخلص کے تحت عروس الاذکار میں موجود ہیں یا شاہ رکن الدین عشقؔ دہلوی جو شاہ گھسیٹا کہلاتے تھے اور دہلی سے عظیم آباد چلے گئے تھے۔ ان دونوں شاعروں نے شاید دکن کا منہ بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کے باوجود نقشؔ نے دکنی شعرا میں شامل کیا ہے۔

اب اس کا دوسرا رُخ دیکھیے متعدد ایسے شعرا کو جو ارض دکن سے تعلق رکھتے تھے یا بیرونی علاقوں سے دکن میں آ گئے تھے یک قلم فراموش کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا ذکر کسی نہ کسی تذکرے میں نہ ہو لیکن ان میں سے کسی کا نام تذکرہ زیر تبصرہ میں نظر نہیں آتا۔ اس قبیل کے چند شاعر یہ ہیں۔

۱۔ میر قمر الدین منتؔ سونی پت متصل دہلی کے باشندے اور فارسی و اُردو کے مشہور شاعر میر نظام الدین ممنونؔ کے والد تھے سنہ ۱۲۰۰ھ کے قریب وارد حیدر آباد ہوئے اور نظام الملک کی مدح میں قصیدہ پیش کر کے پانچ ہزار روپے انعام حاصل کیا (مجموعہ نغز و عمدہ منتخبہ) لیکن ان کا ذکر عروس الاذکار میں نہیں کیا گیا۔

۲۔ مرزا حیدر علی بیگ گرمؔ لکھنؤ کے رہنے والے تیرھویں صدی کے آغاز میں اپنے وطن سے نکلے اور کالپی ہوتے ہوئے حیدر آباد پہنچے۔ مصحفی کے شاگرد تھے۔ ان کے دیوان کا مخطوطہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ قاسم مجموعہ نغز میں لکھتے ہیں ۔ "دریں ولا بہ بلدۂ خیر بنیاد حیدر آباد توطن گزیدہ" (جلد دوم ص ۱۳۵) ممکن ہے کہ میر حسن علی خاں جولاںؔ انہیں کے شاگرد ہوں وہ بھی عروس الاذکار کے شعرا میں شامل نہیں ہوئے۔

۳۔ مرزا علی رضا محزونؔ مشہدی دہلوی میر نظام الدین ممنونؔ کے شاگرد ایک نغز گو شاعر تھے یہ بھی تیرھویں صدی کے اوائل میں حیدر آباد پہنچے تھے اور نظام الملک کی سرکار سے

دو سو روپے ماہیتہ پانے تھے۔ عروس الاذکار میں متروک ہو گئے۔

۴۔ حسین علی خاں ایماؔ حیدرآباد کے کامیاب شاعر تھے۔ حکیم قدرت اللہ قاسمؔ نے مجموعۂ نغز میں ان کے کلام کی تعریف کی ہے اور ایک مدحیہ غزل کے چھ شعر اپنے تذکرے میں نقل کیے ہیں یہ غزل ایماؔ نے نظام دکن کی تعریف میں لکھی تھی۔

۵۔ اسد علی خاں تمناؔ اورنگ آبادی۔ تذکرۂ گل عجائب کے مصنف میر غلام علی آزاد بلگرامی کے اچھے شاگردوں میں تھے تذکرہ مذکور کے مخطوطات مملکت نظام میں موجود ہوتے ہوئے نقشؔ نے تذکرہ نہیں کیا ان کا ذکر بھی مجموعۂ نغز میں درج ہے۔

۶۔ شاد ندا۔ دکن کے صاحب دیوان شاعر تھے مجموعہ نغز میں بیان کیے گئے ہیں لیکن عروس الاذکار میں نظر انداز کر دیے گئے ہیں ان کے دیوان کا مخطوطہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو کراچی میں موجود ہے۔

۷۔ خواجہ ہمت علی خاں ہمتؔ یہ صاحب دیوان شاعر شیر محمد خاں ایمانؔ اور حسین علی خاں ایماؔ کے معاصر تھے مجموعۂ نغز کے شعرا میں شامل ہیں۔

۸۔ سید عبد الولی عزلتؔ اگرچہ سورت میں پیدا ہوئے تھے مگر برسوں حیدرآباد میں رہے اور نظام دکن سے وظیفہ پایا لیکن نقشؔ نے ان کو قابل اعتنا نہ سمجھا۔

کچھ دکنی شعرا اور بھی ہیں جن کا ذکر حکیم قدرت اللہ قاسمؔ نے مجموعۂ نغز میں کیا ہے لیکن عروس الاذکار ان کے نام و کلام سے خالی ہے۔ ان شعرا کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

میر غلام علی احسانؔ۔ مجاہد جنگ ارمانؔ۔ محمد مولیٰ احسنؔ۔ میر صادق علی تاثیرؔ۔ حمایتؔ حیدرآبادی۔ خاصؔ حیدرآبادی۔ غلام حیدر بیگ خاکیؔ۔ تہمتن جنگ شوقؔ مداح سیف الملک صدقؔ حیدرآبادی۔ میر محمد علی عشقؔ۔ کیقباد جنگ فراقؔ۔ عبد الرزاق فیاضؔ۔ محمد علی خاں ماہ۔ ہادیؔ حیدرآبادی۔

تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ نصیر الدین نقشؔ نے ایسے شعرا کی تفصیلات درج کرنے سے بھی پہلو تہی برتی جن کو اچھی خاصی شہرت حاصل تھی اور جو متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ مثلاً

لچھمی نرائن صاحب تخلص کے بارے میں صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ "از شعرائے قدیم این دیار است"؛ حالانکہ یہ کوئی تعارف نہیں ہے۔ صاحب کی تصنیفات کی تعداد ایک درجن سے زائد ہے خصوصاً ان کے تذکرے چمنستان شعرا، گل رعنا اور شام غریباں اس قابل ضرور تھے کہ ان کا ذکر کیا جاتا۔

دوسری مثال مرزا علی لطف کی ہے جو تذکرہ گلشن ہند کے مصنف اور آصف جاہ ثانی کے مقرب و مدّاح تھے انہیں بھی صرف "شخصے از طبقۂ پیشیں" لکھ دینا اپنی افسوس ناک لاعلمی کا اظہار کرنا ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ مصنف عروس الاذکار کا تعلق حافظ تاج الدین مشتاق کے سلسلے سے تھا قدرتی طور پہ ان کی تمام تر توجہات مشتاق اور ان کے شاگرد رشید حافظ شمس الدین فیض کے حلقہ بندوں اور نام لیواؤں پہ مرکوز رہیں یہی وجہ ہے کہ دوسرے سلسلوں کے شعرا کی طرف نگاہِ التفات کم تھی حالانکہ معاصرین کا تذکرہ ہونے کے لحاظ سے تمام اساتذۂ عصر یکساں برتاؤ کے مستحق تھے۔ سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ عروس الاذکار کے کل ۳۷۰ شعرا میں سے ایک سو بارہ شعرا کا تعلق مشتاق کے سلسلے سے ہے اور ان میں صرف فیض کے شاگردوں کی تعداد ۹۰ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جن معاصر شعرا کے تلمذ کا اظہار نہیں کیا گیا ان میں بھی دو چار شاگردوں کا تعلق سلسلۂ فیض سے ہو۔

جس وقت عروس الاذکار ترتیب دیا گیا تلامذہ فیض کے سوا دکن میں چند اور اساتذہ بھی تھے جن کا حلقۂ تلامیذ فیض سے کم نہ تھا۔ ان اساتذہ میں میر سرفراز علی وصفی، شاہ نصیر الدین نصیر، میر احمد علی شہید۔ مرزا مینا بیگ منتہی۔ وجیہ الدین خاں معنی۔ مولوی محمد مہدی واصف۔ حیدر حسن خاں حیدر۔ خاص طور پہ قابل ذکر ہیں ان میں ہر ایک کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کی تعداد سیکڑوں تک ہوگی لیکن نقش کی نگاہِ انتخاب میں وہ قابل تذکرہ نہ ٹھہرے حالانکہ ان شعرا میں سے اکثر کا کلام انہیں گلدستوں میں موجود ہے جن کی بنیاد پہ مصنف نے اور شعرا کو داخل تذکرہ کیا ہے۔

اُس وقت کے رواج کے مطابق عروس الاذکار میں شعرا کے حالات بزبان فارسی

لکھے گئے ہیں اور بالعموم وہ الفاظ استعمال کیے ہیں جو آسانی کے ساتھ پڑھنے والوں کی سمجھ میں آسکیں البتہ شبہ ہوتا ہے کہ نقش کی نگاہ سے بعض قدیم تذکرے گزرے ہوں گے کیوں کہ بعض فقرے جو قدیم تذکرہ نویسوں کے قلم سے نکلے ہیں بجنسہٖ یا بہ ادنیٰ تغیر عروس الاذکار میں موجود ہیں مثلاً اعظم علی خاں امیدؔ کی بابت اس تذکرے میں یہ الفاظ ملتے ہیں ۔

"ہیچ اصنافش را بہ طریقۂ راسخہ شعرا نگفتہ"

نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ نے انشاء اللہ خاں انشا کے کلام پر رائے دیتے ہوئے یہی جملہ لکھا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ نقش نے ان کے صنف کو اصنافش سے تبدیل کر کے اہل فہم کو سوچنے اور فیصلہ کرنے کی دعوت دی ہے ۔ شیفتہ کا جملہ یہ ہے ۔

"دیوانے دارد مشتمل بر اصناف سخن و ہیچ صنف را بطریقہ راسخہ شعرا نگفتہ"

(گلشن بیخار نول کشوری ص ۲۹)

تلاش کرنے پر اس قسم کی اور مثالیں بھی مل سکتی ہیں ۔

نقش نے ماخذات کا ذکر نہیں کیا جن کی مدد سے عروس الاذکار کی تدوین عمل میں آئی لیکن مسودہ کے مطالعے سے قیاس ہوتا ہے کہ مشتاق اور ان کے تلامذہ و معاصرین کے سلسلے میں انہوں نے اسد اللہ شائق کے مرتب کیے ہوئے گلدستۂ غزلیات شعرائے دکن سے کافی استفادہ کیا ہے ۔ نیز بعض ماہانہ گلدستے بھی ان کے پیش نظر رہے ہیں کیونکہ یکساں ردیف و قوافی کی غزلوں کے اشعار عروس الاذکار میں اکثر دیکھنے میں آتے ہیں اور یہ اشعار جن شعرا کے ہیں ان کے حالات درج نہیں ہیں صرف نام و تخلص پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ منقولہ اشعار طرحی گلدستوں سے لیے گئے ہیں تیسرا ماخذ کتابی نہیں بلکہ سماعی ہے ۔ خواجہ عباس علی خاں مجنوں کے ۱۲۹۸ھ کے مشاعروں میں وہ شریک رہے ہیں یقیناً ان مشاعروں میں شریک ہونے والے شعرا کا کلام ان کے حافظے میں محفوظ ہوگا چنانچہ انہیں کے ایک مشاعرے کی کچھ غزلوں کا انتخاب عروس الاذکار کے صفحات میں موجود ہے ۔

عروس الاذکار میں چند اشعار ایسے بھی ملتے ہیں جو ان شعرا کے نہیں جن سے انتساب کیا گیا ہے بلکہ پہلے سے زبان زد خاص و عام تھے ۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مثالیں توارد کی ہیں یا نقش

کو ان اشعار کے قدیم ہونے کا علم نہ تھا مثلاً نسخہ (ب) میں اکرام علی جذب کے کلام میں ایک شعر ملتا ہے ؎

لائے اُس بت کو التجا کر کے　　کفر توڑا خدا خدا کر کے

قطع نظر اس سے کہ "کفر توڑا" سے وہ مفہوم حاصل نہیں ہوتا جو شعر چاہتا ہے۔ یہ شعر لکھنؤ کے مشہور اور مثنوی گلزار نسیم کے مصنف دیا شنکر نسیمؔ کا ہے اور اس طرح ہے

لائے اُس بت کو التجا کر کے　　کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اسی طرح سید علی فلک کے نام سے ایک مطلع درج ہے ؎

کہتی ہے شاخ گل پہ یہ بلبل پکار کے　　یا رب ہزار شکر دن آئے بہار کے

معنوی تضاد اور تخیلی پستی کے ماسوا اس مطلع کا مصرع اول راجہ جسونت سنگھ پروانہ کے ایک مصرع کی نقل ہے۔ پروانہ کا مطلع یہ ہے ؎

کہتی ہے عندلیب چمن میں پکار کے　　اپنے بھی دن پھریں جو پھریں دن بہار کے

مصنف تذکرہ نقشؔ نے اپنے ضروری حالات کے علاوہ کلام بھی کافی مقدار میں داخل تذکرہ کر دیا ہے جس میں اضافے کی گنجائش بہت کم ہے انہوں نے اپنی تصنیفات کی تعداد بارہ[۱۲] بتائی ہے ان میں سے صرف چار کتابیں ایسی ہیں جو مخطوطات کی صورت میں موجود ہیں۔ تیرہویں تصنیف یہ تذکرہ ہے تذکرہ کا نام عروس الافکار تاریخی ہے جس سے ۱۲۸۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ سنہ اس سنہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جب نقشؔ کو تذکرہ قلمبند کرنے کا خیال آیا ہوگا۔ اور اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سب سے پہلے نام تجویز کیا ہوگا لیکن ان قطعات تاریخ سے جو نقشؔ کے خواجہ تاش میر احمد علی عصرؔ نے لکھے اور جن کا ذکر محب مکرم سخاوت مرزا صاحب نے مضمون مندرجہ رسالہ اردو جنوری ۱۹۵۰ء میں کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل ۱۲۹۲ھ میں ہوئی مضمون محولہ بالا سے ایک قطعۂ تاریخ یہاں نقل کیا جاتا ہے ؎

آں نصیر دین و دنیا نقشؔ فیض　　نامدہ در دہر مثلش یادگار

ذی مروّت، ذی کرم، خوش خلق نیک　　خوش مزاج و شاعر ذی اعتبار

عالم و علامۂ ہر علم و فن　　منصفِ یکتا، عقیل و ہوشیار

نظم گوہر سلک او شعری نظام — نثر لولو رشک او نغزہ نثار
تا کجا شرح کمالاتش دہم — ہست اوصافش بروں از انحصار
شاعراں را مژدۂ نوروز باد — تذکرہ بنوشت بہر یادگار
عصر تاریخ تمامش ثبت کرد — یادگار شاعران روزگار
۱۲۹۲ھ

نقش کے صحیح سال وفات کی تحقیق نہ ہو سکی لیکن عمر یافعی مرحوم نے ایک نسخہ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ" ۱۶ ربیعی ۳۵ھ کو انتقال کیا"۔ ۳۵ھ سے مراد ۱۳۳۵ف ہو سکتی ہے یہ سال ۱۳۴۴ ہجری سے مطابقت رکھتا ہے۔

عروس الاذکار نایاب تذکرہ تو نہیں ہے لیکن اس کے مخطوطات کی تعداد کم ہے۔ اب تک صرف تین نسخوں کا نشان مل سکا ہے۔ ان میں سے دو کتب خانۂ خاص انجمن ترقی اردو کراچی کی ملکیت ہیں اور ایک ناقص نسخہ حیدر آباد دکن میں ہے۔ یہ نسخہ تمکین کاظمی صاحب نے ادارۂ ادبیات اردو کو عطا کیا تھا اور اس بنا پر ڈاکٹر زور قادری مرحوم نے ادارۂ ادبیات اردو کی فہرست مخطوطات میں اسے "تذکرہ عطائے تمکین" کے نام سے درج کیا ہے۔ انجمن میں جو دو نسخے ہیں ان میں سے بھی ایک ناقص الطرفین ہے۔ آغاز میں دیباچے کی عبارت ضائع ہو گئی ہے اور آخر میں حرف واو کے دس شعرا میں سے تین شاعروں غلام صمدانی وصل عمادالدین وصف اور سرفراز علی وصفی کے حالات و کلام کے بعد میر افتخار علی وطن کے حالات اس نامکمل جملے پہ ختم ہو گئے ہیں۔

"درفارسی شاگرد میر احمد علی صاحب عصر و در سخنوری اولاً شاگرد میر جعفر علی صاحب نیک پس وفات نیک . . . ."

یعنی یہ نسخہ (د) کے ۷، (ہ) کے ۷، اور ی کے ۶ کل ۲۰ شاعروں کے حالات سے خالی ہے مگر ناقص ہونے کے باوجود دو باتوں نے اسے اہم بنا دیا ہے۔

اول یہ کہ یہ نقش کا نقش اول ہے ممکن ہے کہ انہیں کے قلم کا ہو اس کا انداز تحریر بوارق حقیہ اور خزائن الامثال سے مشابہ ہے یہ دونوں کتابیں بالترتیب میر احمد علی عصر اور حافظ شمس الدین فیض کی ہیں۔ اکثر شعرا کا نام لکھ کر کلام کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ اسی

طرح ہر ردیف کے بعد بھی سادہ صفحات موجود ہیں جنہیں بعد میں لکھنے کے لیے سادہ رکھا گیا ہوگا۔

دوسرے یہ کہ مولوی عمر یافعی مرحوم نے متعدد شعراء ارباب امارت کے سلسلے میں مفید حواشی لکھے ہیں جو متعلقہ شاعر کے حالات کی تکمیل میں معاون ہو سکتے ہیں غالباً یہ وہی نسخہ ہے جس کو سامنے رکھ کر فاضل مضمون نگار سخاوت مرزا صاحب نے عروس الاذکار پہ وہ مضمون لکھا ہے جس کا حوالہ اس سے پہلے آچکا ہے۔ انجمن کا دوسرا نسخہ صاف نستعلیق خط میں ہے اس میں ردیف کے حروف اور شعرا کے تخلص سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصل مسودے کا مبیضہ ہے۔ مبیضے کا ابتدائی حصہ جو الف سے ت تک کے شعرا پہ حاوی تھا ضائع ہو گیا تھا، جسے کسی اچھے کاتب نے لائن دار سفید کاغذ پر کسی اور نسخے سے نقل کر کے شامل کر دیا ہے۔ کہیں کہیں اضافے بھی ہیں۔ اس نسخے کی جلد بندی اس طرح کی گئی ہے کہ ایک ایک سادہ ورق بیچ میں ہے انہیں الحاقی کاغذوں میں مولوی عمر یافعی مرحوم کے حواشی ہیں چونکہ یہ نسخہ بالکل مکمل ہے اس لیے ہم نے اسی کو متن بنا دیا ہے اور انجمن کے پہلے نسخے کو (ب) قرار دیا ہے۔ حواشی میں جہاں جہاں (ب) درج ہے انجمن ترقی اردو کا نامکمل نسخہ مراد ہے۔ انجمن ترقی اردو کراچی کے دونوں نسخوں کا تقابل کیا جا چکا ہے جو شعر متن میں نہیں تھے انہیں (ب) سے لے لیا گیا ہے۔ تیسرا نسخہ ہندوستان میں ہونے کی وجہ سے ہمارے دسترس سے باہر ہے اس لیے اس سے کسی قسم کی مدد نہیں لی جا سکی۔

افسر امروہوی

فہرست

الف

ب

پ

ت

ج

چ

ح

خ

د

دوست ۔ دوست علی منصبدار ۱۹

دید ۔ غالب خاں ۱۹

ذ

ذبیح ۔ میر محمد اسماعیل ۴۰

ذکا ۔ محمد حبیب اللہ ۴۰/۲۰۲

ذہن ۔ عبدالکریم ۴۲/۲۰۲

ر

راز ۔ سید برہان الدین حسینی ۴۲

راز ۔ محمد برہان الدین خاں ۴۲

راغب ۔ میر مبارک اللہ خاں ۴۳/۲۰۲

ربط ۔ بالا پرشاد ۴۴/۲۰۲

رجا ۔ غلام محی الدین خاں ۴۵/۲۰۳

رزم ۔ محمد سراج الدین علی خاں ۴۵

رسا ۔ میر رفیع الدین خاں ۴۶

رستم ۔ رستم خاں ۴۶

رضا ۔ میر رضا الدین حسین ۴۶

رعب ۔ محمد فیض اللہ خاں ۴۶

رعد ۔ لالہ بھوانی پرشاد ۴۶

رعد ۔ سیدی عبداللہ خاں ۴۶/۲۰۳

رفعت ۔ محمد تقی حسین ۴۶/۲۰۴

رفعت ۔ سخی نواز خاں ۴۶

رقم ۔ ۴۷

رکن ۔ سرمد علی شاہ ۴۷

رمز ۔ رائے بہاری لال ۴۸/۲۰۴

رنگ ۔ ۴۸

رنگین ۔ مرزا غلام علی بیگ ۴۹

رونق ۔ رونق علی خاں ۴۹/۲۰۵

ز

زاہد ۔ محی الدین حسین ۵۰/۲۰۵

زخم ۔ بسم اللہ خاں ۵۰

زعم ۔ شاگرد فیض ۵۰

زکی ۔ شیخ محمد بلگرامی ۵۱/۲۰۵

زور ۔ شخصے است ۵۲/۲۰۶

زور ۔ غلام نبی ۵۲

س

سالک ۔ مرزا قربان علی بیگ ۵۲/۲۰۶

سحر ۔ عمدۃ العلما مولوی ظہور علی ۵۳/۲۰۶

سخن ۔ میر غلام مصطفےٰ ۵۳/۲۰۶

سخی خیراتی صاحب ۵۳/۲۰۶

سخی محمود خاں ۵۳

سراج سید سراج الدین علی ۵۳

سردار سردار علی خاں ۵۳

ش

ص

غ

ف

ق

ک

گ

ل

م

ن

تذکره

"عروس الاذکار"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اے حمد تو آئینہ دہ روئے سخن　　توصیف تو وسمہ ایست ابروئے سخن
دیوان بیان تست جلوہ گر تو　　تعریف تو شانہ دار گیسوئے سخن

زیبائش گلدستۂ چمن کہ غنچۂ دل ہائے اصحاب سخن را بہ اہتزاز نسیم تقریر بشگفتن آورد، حمد سخن آفرینی است کہ در دیوان کائنات بیت لیل و نہار بر قافیۂ خورشید و ردیف ماہ مزین نمودۂ او، آرائش مجموعۂ سخن کہ از روائح شقائق الفاظ و انفاس نسیم معانی بلبل تصویر را بہ پرافشانی و گفتن آورد، مدح خدائے برگزیں ہست کہ در کلیات اجسام مخمس حواس خمسہ بہ فقرۂ عقل سلیم مستزاد فرمودۂ او، و نہ ترجیع بند افلاک و مثمن ہشت بہشت و سبعۂ معلقۂ ہفت آسمان ہفت بند سبعہ سیارہ بہ نظم پرداختۂ او، و مسدس جہات ستہ و رباعی ارکان اربعہ و مثلث ارواح ثلثہ و قصیدۂ کہکشان بہ ترتیب ساختۂ او، بہ فیض چہرہ کشائی مضامین سربستہ غازۂ حیرت بر روئے جواہر می مالد و چمن پیرائی خیالات خود رستہ بر شکستہ رنگینیٔ چہرہ عقول می بالد

بیاضِ قرطاس برقامت روی روز در پوشانیدن حلّۂ نورانی، و سوادِ مداد بدیدۂ
ہندوئے شب درکشیدن سرمہ صفاہانی، نے کلک موسوی دستوار با وصف
ثعبانی خصائل دراحیائے سخن بانفوس عیسوی ہمدم، وچشم دوات شور آب
زار باوجود ظلمانی شمائل درجان بخشی باچشمہ خضر ہمنم ہر صریرے کہ از نوک خامہ گل
کردہ ہزار نغمہ بہ منقار بلبل شکستہ و ہر نقشے کہ از خط درنامہ سرزدہ مانیٔ خوش رقم را
دست تحریر بستہ، شدیز قلم درپئے غزالان مضمون رسیدہ، درزیر گام ساختن
ونقادسطور برائے صید معنی برگزیدہ۔ دردانہ ودام انداختن ناطقہ را ساز برساز
است کہ از سیف زبانی جوہر نفیس آشکار کرد ونفس را ناز بر ناز است کہ از مسلسل
بیانیٔ طائر تقدیس شکار کرد درود نامحدود بر سرورے کہ یا ایہا الرسول و یا
ایہا المزّمل از جلائل القاب اوست وصلوٰۃ تقدیس آیات بر مہترے کہ طٰہٰ و
یٰسین ابلغ ترین خطاب اوست۔ سلطانے کہ تاج زیبندۂ لولاک لما خلقت
الافلاک برسر، و فرمان روائے کہ تشریف ما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین دربر،
ذات فصاحت آیات نبی اُمّی کہ مطلع اسرار رسالت گردانیدہ، وخلفائے راشدین
راکہ ہریک ازیشان از کمال علویت درصفحۂ روزگار فردیست شاہ بیت دیوان
اعلیٰ نمودہ، بل بہ انتخاب رسانیدہ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد۔ برسخن سنجان دقیقہ رس ودشخوار پسندان صافی نفس پوشیدہ
مبادکہ این فقیر گناہ گار سراپا شرم سار عزلت گزین۔ المدعو محمد نصیر الدین المتخلص
نقش۔ ہداہ اللہ سواء الطریق و اذاقہٗ حلاوۃ التحقیق۔ از تصنیف دیوان فارسی
وہندی فراغت حاصل ساختہ بہ پیش آمدن این کار ناگزیر تدوین تذکرہ کہ
از مدتے بر طاق نسیان پرداختہ اگرچہ اولاً از علو ہمت وسمو بہجت نمی خواست
کہ اوقات عزیزش را بہ اشتغال چنین امر لاطائل کہ دیگران تارک، فخر بہ آسمان سائند

مصروف سازد، لاکن بہ تکلیف بعضے احبا ردِّ التماسش گوارہ نیامد طبعش را بزور بہ این طرف آورد، ناچار ناچار توجہ درین خار بیست گذاشت، بہ ترتیب اسامی شعرائے مسیح زبان و سخنوران معجز بیان عہد حضرت[1] مغفرت منزل تا شعرائے زمانہ نواب میر محبوب[2] علی خاں بہادر والئی حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہ و اضافہ علی العالمین برہٗ و احسانہٗ کہ در قلمرو زبان ریختہ کوسِ صاحب قرآنی زدہ و بہ پایہ سخنوری رسیدند ہمت برگماشت۔ بیشتر درین ذکر معاصرین است کہ احوال ہر یکے بہ چشم خود دیدہ و بر حسن و قبح مراتب سخن وا رسیدہ کوائف بعضے از متقدمین این بلدہ۔ نیز بطریق تیمناً انچہ کہ بہم رسیدہ و ہمد نشت شدہ برائے ضیافت بلند طبعان بہ فحوائے خیر الکلام ماقل و دل زیب قلم و آرائش رقم گردنت و این عجالہ بہ قید حروف تہجی از سر حروف مقاطع ترتیب افتاد، و نام تاریخی این مجموعہ ناگزیر عروس الاذکار (۱۲۸۹) نہاد، امید کہ منظور نظر مبصرانِ نقود معانی و صرافان چارسوئے سخندانی گردد۔ واللہ اسئل التوفیق و بیدہ ازمۂ التحقیق۔

---

[1] سکندر جاہ آصف جاہ ثالث (۱۲۱۸ھ — ۱۲۴۴ھ)

[2] آصف جاہ ششم ولادت ۱۲۸۳ھ تخت نشینی ۱۲۸۵ھ وفات ۴ رمضان ۱۳۲۹ھ

حرف الالف

آصف، میر گوہر علی خاں

آصف، تخلص، میر گوہر علی خاں، مخاطب بہ مبارز الدولہ بہادر پور نواب سکندر جاہ مغفور والی حیدر آباد[1]، تلمیذ حضرت فیض ایشان راست: ؎

ہمارے قتل پر جب یار غارت گر بدلتا ہے
کبھی تیغہ کبھی نیزہ کبھی خنجر بدلتا ہے
جو تیاری ہے گورستاں میں کل سے گور تازہ کی
کوئی بیمار چشم یار، شاید گھر بدلتا ہے
کنی ہیرے کی کھائی واں[2] کسی نے انتظاری میں
وہ یاں[3] بیٹھا ہوا الماس کا زیور بدلتا ہے

آفاق، میر فرید الدین

آفاق تخلص، میر فرید الدین مشہور بہ شہرۂ آفاق از شناطرازان نواب شمس الامرا امیر کبیر بہادر بود، او راست ؎

---

[1] (نسخہ ب میں دکن زائد۔ [2] وہاں (ب) [3] یہاں (ب)

قمری نے سرو کی جو چمن میں بڑھائی بات
ذکرِ قدِ نگار نے اس کی گھٹائی بات
دل پُر داغ کی دولت سے ہمیشہ آفاق
رات دن دیکھتے سیرِ گل و گلزار ہیں ہم
ہوا ہے کس کے دہن کے سراغ میں غنچہ
جو سر جھکائے ہوئے ہے یہ باغ میں غنچہ

آئین، غلام علی خاں

آئین تخلص، غلام علی خاں، شاگرد جناب حافظ تاج الدین مشتاق غفرلہ ازوست ؎

صنم کے کوچے کو آئین اپنی کر میراث — کوئی نہ پاوے گا پھر ایسی خوب تر میراث
عزیزو نامہ بر شاید ہوا اپنا نظر بند — کہ اک مدت سے کوچے کی صنم کے بے خبر بند
کیا بیاں اپنے صنم کے میں کروں انداز و رمز
لعبتِ چیں کے تصدق جس پہ ہیں تیرے ناز و رمز

اثر، میر نواب علی

آثر تخلص، شاعر شیریں کلام میر نواب علی نام، باشندۂ لکھنؤ از اولاد نواب زین العابدین خاں مرحوم، برادر نسبتی میر علی حسن رشک از لکھنؤ برائے رسانیدن ہمشیرہ خود آمدہ بودند و چندے قیام پذیر این شہر شدہ رفتند، مرد خوش فکر و تازہ گواست، او راست ؎

بنی حکم خدا سے جب کہ یہ تصویر مٹی کی
ملائک نے کیا سجدہ زہے تقدیر مٹی کی

فدا ہوں میں کسی کے عشقِ رنگِ زعفرانی میں
شہادت نامہ پر میرے نہو تحریر مٹی کی
تمھارا کشتۂ الفت رہا بے دفن مدت تک
خدا کے واسطے اب تو کرو تدبیر مٹی کی

احسن، چراغ محی الدین

احسن تخلص، چراغ محی الدین، تلمیذ حضرت فیض حالش معلوم نہ شد مگر این قدر کہ از سکنائے این دیار بود، و او راست ؎

ان جوانوں کا یہاں اب ذکر کیا اے عاقلو
نل ہوا وامق ہوا مجنوں ہوا احسن ہوا

کچھ اثر دل میں نہیں ہے اس بتِ بے پیر کے
آج سے ہم پاؤں پوجے نالۂ شب گیر کے
عہد طفلی میں بھی مجھ کو کب ہوئی راحت نصیب
خونِ دل اکثر پیا ہے میں نے بدلے شیر کے

احمد، سید احمد

احمد تخلص، سید احمد، از اہالی این دیار۔ و او راست ؎

کعبہ، ابرو کو ترے سمجھے ہے خاص و عام کا
شیخ اس محراب پر کرتا ہے فخر اسلام کا

ادب، فیاض الدین خاں

ادب تخلص۔ فیاض الدین خاں، مخاطب بہ مستحکم جنگ بہادر از نار نول مولد و منشائش حیدرآباد از تلامیذ[1] حضرت فیض این اشعار از وست ؎

---

[1] نسخۂ ب میں تلامذہ ہے

جب تک تن نزار میں عاشق کے دم رہا
فرقت میں ان بتوں کی ستم پر ستم رہا
فوجِ سرشک ولشکرِ طفلاں تھے گرد وپیش
وحشت میں اپنے ساتھ یہ جاہ وحشم رہا
جام خدا نما ہے ادؔب جب سے دل مرا
عالم کی ٹھوکروں میں پڑا جامِ جم رہا

اف رے اندھیر ایک ہی پل میں ۔۔۔ لگ گئی آنکھ ان کی کاجل میں

نرگس آنکھیں لڑا رہی ہے ۔۔۔ زردی چہرے پہ آرہی ہے

وہاں اسپند صدقے ہو چکا ہے ۔۔۔ یہاں چٹ چٹ کلیجہ پک رہا ہے
توقّع زندگی کی ہے ادؔب کب ۔۔۔ مرا دل رات سے گھبرا رہا ہے

ارسطو، غلام دستگیر

ارسطو تخلص، غلام دستگیر شاگرد جناب فیضؔ، او راست ؎

فرقت کی روز وصل جو ہوتی خبر مجھے ۔۔۔ اتنا نہ ہوتا آج تلک درد سر مجھے

ارمان حیدرآبادی

ارمان تخلص، حیدرآبادی، شاگرد برہان الدین برہاؔن از مناقب گویاں، از نامش اطلاعِ ندارم، وگاہے فکر غزل ہم میکرد او راست ؎

پروانہ مال کی ہے نہ مطلب منال سے ۔۔۔ ہے ہم کو دوستیٔ عزیزاں کی احتیاط

ا و ۲ ـــہ یہ ابیات (ب) میں متروک ہیں

اسد، اسداللہ شاہ

اسد تخلص، اسداللہ شاہ، گویند کہ مرد آزاد منش بود و از وست ؎

لیکن صدا سے آگے ہے آوازہ عشق کا

اندازے سے زیادہ ہے اندازہ عشق کا

اگر درکار ہوئے آب گوہر ابر نیساں کو

تو موتی رول لیوے چھیڑ کر اس چشم گریاں کو

اسد، محمد نورالمرتضیٰ

اسد تخلص، مولوی محمد نورالمرتضیٰ ایشان راست ؎

بس قدرت خدا ہے تری اے صنم کمر — گو کم سے کم ہے پر ہے اتم سے اتم کمر

صوفیوں کو ہائے ہو ہے نالۂ مزمار پر — لوٹتے ہیں ہم ترے خلخال کی جھنکار پر

اہلِ توکل آتے نہیں اختلال میں — سرسبز ہیں درخت ہمیشہ جبال میں

چشم سیاہ مست میں ہے سحر سامری — اعجاز عیسوی ہے تری بول چال میں

اشتیاق۔ شخصے از اہل دربار راجہ چندو لال شادان بود از وست ؎

قطرہ عرق کا رخ پہ نظر آگیا مرے — تار نگہ میں صاف گہر آگیا مرے

اشفاق، مرزا احمد علی

اشفاق[۲] تخلص، مرزا احمد علی، از سکنائے این دیار،

---

[۱] مضمار (ب)

[۲] یہ وہی اشفاق معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر ما بعد کیا گیا ہے۔

اور است ؎

سر بسر زلف پریشاں نے پریشاں کردیا　　صورت آئینہ رخ نے صاف حیراں کردیا
عشق میں اس گل کے اے اشفاق جنت کی قسم　　ہم نے گل کھا کھا کے سینے کو گلستاں کردیا

اشفاق (تخلص) نامش مرزا محمد علی، اصلش از شاہ جہان آباد دوی در اکبرآباد از عالم عدم بعرصہ وجود شتافت، در فارسی بہرۂ وافی دنتیجۂ کافی داشت پدرش از قوم کاتیہ بود و وے بہ مذہب اسلام در آمد و در سخنوری از محرم[۱] نامی شاعر تلمذ داشت، ومدتے در اورنگ آباد بسر بردہ و در آن جا با حکیم مظفر الدین خان مزاج وغیرہ برخوردہ و مطارحہ و مشاعرہ کردہ۔ آخر العمر درین بلدہ برائے ملاقات مرزا ذو[۲]الفقار علی بیگ رسالدار آمدہ۔ چندے رخت اقامت انداختہ بود کہ بہ مرض الموت گرفتار شد و در ۱۲۷۰ھ در چادر گھاٹ[۳] پیوند زمین گردید، دیوانش رابعد انتخابش حکیم صاحب موصوف ترتیب دادند و دو غزل ازان در چمن بے نظیر" طبع است، و چند شعرش از زبانی سید علی صاحب فکر شنیدہ بود درج این صحیفہ شود ؎

دیوانہ کیا ہی ہوتا ہے عالم شباب کا　　تصویر کے لبوں سے ہوں خواہاں جواب کا
یہاں تک تو روئیے کہ کہے کاتبِ عمل　　اشکوں نے توڑ بودیا، دفتر حساب کا[۴]
اُدھر تیر نگہ کا ناز سے آکر پلٹ جانا　　اِدھر رونا تڑپنا بلبلانا، دم اُلٹ جانا[۴]
روح کو جسم کی گرانی ہے　　ہائے کیا زور ناتوانی ہے

---

[۱] کر (نسخہ ب)　　[۲] نسخہ ب میں متروک ہیں۔
[۳] "چادرگھاٹ" شہر حیدرآباد کے ایک محلے کا نام ہے　　[۴] وشہ نسخہ ب میں متروک ہیں

اشفاق، وزیر صاحب

اشفاق، تخلص، وزیر صاحب، طبعش نیکو و پر زور، و از است سے

نہ آہِ دل کی ہو کیوں سوزشِ جگر میراث
کہ ابتدا ر سے تو آتش کا ہے شرر میراث

اشک، سید جمال الدین حیدر

اشک، تخلص، سید جمال الدین حیدر الحسنی الحسینی المشہور بہ میر علی حسن از اولاد میر عماد مرحوم خوشنویس اند، غرور سخنوری[1] بسیار می دارند و لب بہ تحسین کلام کسے نمی کشایند۔ فقیر از ایشان شعرے مصداق دعویٰ ندید۔ شاید نازشش ایشان بر شاعری پورب[2] باشد، دیوان ہندی مرتب دارد و پدرش سید شمس الدین حیدر عرف سید آغا میر تخلص جنتی[3] در زمانۂ چندو لال متوفی آمدہ در سرکارش بماہوار سہ صد روپیہ ملازم بودہ[4]، بعد از یکسال و دو ماہ ترک روزگار خواندہ بوطن مالوف خود روانہ شد و دراں وقت صاحب موصوف باپدر خود ہمراہ بود و سلسلۂ تلمذش بمولوی شیخ محمد بخش شہید[5] تخلص شاگرد شیخ امام بخش ناسخ می رسد من مصنفانہ سے

کپڑے لہو سے لال[6] بھبھوکا بنے ہوئے — سوتے ہیں کوئے یار میں دولھا بنے ہوئے
اے اشک پیچ و خم کہاں سنبل کو یہ نصیب — گھونگر سے ان کے بال ہیں گجرا بنے ہوئے

پوچھتا کون ہے غربت[7] زدگوں کو پس مرگ
عرس دیکھا کبھی مرقد پہ نہ میلا دیکھا

---

[1] سخنگوئی [2] پورب [4] بود (ن ب)
[3] مرحوم (ن ب) [6] لعل (ن ب) [7] غربت زدہ گوں (ن ب)

جواب خط ملا حاصل ہوا رتبہ پیمبر کا | خوشی سے گونجنا دیکھے کوئی میرے کبوتر کا
نہیں مژگانِ جاناں کے قریں سرمہ کا دنبالہ | صف آرائی ہوئی کھولا علم ترکوں نے لشکر کا
دکھایا بعد مدت کچھ اثر جذب محبت نے | پتا وہ پوچھتے پھرتے ہیں لوگوں سے مرے گھر کا

اشک

اشک تخلص، از سکنائے حیدرآباد ست

قربان کبک اس کے ہے انداز و ناز کا | طاؤس خانہ زاد ہے جس عشوہ ساز کا
اے اشک کوچ کیجئے ایسے مقام سے | ہو جائے طشت بام نہ انجام راز کا

دھیان ان کے زلف و رخ کا اگر کم سے کم رہا
کمبخت پھر بھی شام سے تا صبحدم رہا
میں عاشق کمر ہوں مروں تو کہیں گے لوگ
ہستی میں بھی رہا تو یہ محوِ عدم رہا

وہ جو کوٹھے پر کہیں آ جائیگا | آفتابِ حشر بھی شرمائیگا
گھر مرا ہو جائیگا خلد بریں | وہ اگر رنجہ قدم فرمائیگا
اشک مضموں زلف کا تجویز کر | زہر ہر مصرع پہ کالا کھائیگا

اشہر، غلام سجاد

اشہر تخلص، غلام سجاد

اصفیا، نورالاصفیا

اصفیاؔ تخلص مولوی نورالاصفیا صاحب کہ از مشائخ کبار حیدرآباد بودند
پدر قادرالدولہ قادرؔ شعر ہندیش بیسر نہ شد، لہذا یک بیت فارسی بقلم آمد ست

مزاج یار من انقیاد گا ہے راست گا ہے کج
سخن ہر دم کند بنیاد گا ہے راست گا ہے کج

اعزاز

اعزاز تخلص از وست

آتش حسرت سے جل کر دل ہوا اپنا کباب
اپنی محفل میں بلایا تو نے جب اغیار کو

افسر، تاج الدین خاں

افسر، تخلص، تاج الدین خاں نارنولی از اہالیان این دیار او راست

اے شاہِ حُسن، نخوت و پندار ہے عبث
دارا یہاں رہا نہ سکندر نہ جم رہا

زنار پھینک سبحہ بیا برہمن نے مول
دم بھر وہ[1] دیر میں جو غزال حرم رہا

گر زباں سے یار کچھ فرمائیگا
عیسیٔ مریم بھی غش کھا جائیگا

ایک دن راہ عدم در پیش ہے
تخت و افسر سب دھرا رہ جائیگا

افسوس، میر شبر علی

افسوس - از نام و حالش اطلاع ندارم

سمندِ گرم جو اس شہسوار کا پہنچا
غبار تا فلک (اس) خاکسار کا پہنچا

افصح، غلام علی

افصح، تخلص، غلام علی، در اوائل شاگرد حیدر حسین خاں حیدر، الحال نسبت تلمذ بہ میر علی حسن اشکؔ می دارد، او راست

سخت جانی سے شرم سار ہوں میں
شکوہ قاتل کا ہے نہ خنجر کا

---

[1] دم بھر جو دیر میں وہ غزال حرم رہا (ن۔ب)

افضل، محمد نجم الدین

افضل[1] تخلص، محمد نجم الدین پور شیریں سخن خان راقم مدراسی منشی محکمہ مرافعہ صدر بلدہ،

الحان، محمد داؤد خاں

الحانؔ تخلص محمد داؤد خاں، منصب دار، از سکنائے این دیار، گویند کہ قریب عمر طبعی رسیدہ بود، او راست ؎

الحانؔ بس آنکھ کھول کے تحقیق کو یہ دیکھ　　ذرہ ہر ایک مہر ہے چرخ برین کا
طغیانی سے اشکوں کی مرے دیکھئے الحانؔ　　دریا کا بنے پاٹ نہ کیوں دامن کاغذ
ہوا ہے شاہد غم جب سے ہمکنار نفس　　زمین پہ چین نہ بستر پہ ہے قرار نفس

الہام، ظفر یار خاں

الہامؔ تخلص، ظفر یار خاں مدراسی، او راست ؎

کعبہ[2] کے سامنے نہ کلیسا کے سامنے　　سجدے کروں صنم تجھے شہلا[3] کے سامنے
تم جو اغیار سے سرگرم محبت ہو یہاں[4]　　اپنے الہام کو کیا مشفق من بھول گئے

امانی، میر امانی

امانیؔ تخلص، میر امانی

اوس کے کوچہ سے جو غبار اٹھا　　کون سا وہاں سے خاکسار اٹھا

---

[1] (ن، ب)

[2] گلزار سخن مرتبہ عبد القادر مہر سقاف میں الہام کی دونوں غزلیں موجود ہیں

[3] گلزار سخن میں بشہلا کے چھپا ہے اور یہی صحیح ہے　[4] مطبوعہ غزل میں میاں ہے

امید، اعظم علی خاں

امیدؔ تخلص، اعظم علی خاں بہادر شاگرد مرزا حسن علی خاں حسنؔ دہلوی در آبادئ رسی ڈنسی حیدرآباد استقامت دارند، از مشہران ایں بلدہ اند، دیوانش مرتب بہ غزلیات فارسی و ہندی کہ نامش "مجموعۂ اعظمی امید" نہادہ در سنہ ۱۲۷۹ھ در مطبع رحمانی صبح صادق مدراس طبع کنانیدہ اند ملاحظہ شدہ کلامش صنفے ہیچ از اصنافش را بر طریقۂ راسخہ شعرا رنہ گفتہ، از پر کن مملو و خالی گفت و گوئے پریشاں ہست، چند اشعار ہندی انتخاب زدہ دریں ثبت افتاد ؎

گر سیلِ اشک ہم سے تھمایا نہ جائیگا ۔۔۔ افسانہ درد و غم کا سنایا نہ جائیگا

پوچھی میں نے جو اس سے شب کی بات ۔۔۔ بولا صاحب، کہاں کی؟ کب کی بات

نکما ہوں برا ہوں یا بھلا ہوں ۔۔۔ بہر صورت ترے ہاتھوں بنا ہوں

وہ بدرِ آسمانِ حسن کے گھر ۔۔۔ ہلال آسا لئے کاسہ کھڑا ہوں

بادِ صبا مت ہلا زلفوں کی زنجیر کو ۔۔۔ یاد کرے گا یہ دل نالۂ شب گیر کو

مردم آزاری سے بدتر نہیں جب کوئی گنہ ۔۔۔ ہر گھڑی کرتا ہے کیوں نامۂ اعمال سیہ

فانوسِ دل سے بہتر کیونکر ہو آبگینہ ۔۔۔ اشراف کے برابر ہرگز نہیں کمینہ

مرحبا بادِ صبا یار کو مل آئی ہے ۔۔۔ پیچ میں زلف کے دل کو بھی مرے پائی ہے

ذکر اس کی محبت کا رقیبوں کے علی الرغم ۔۔۔ اِک بار کرینگے نہیں سو بار کریں گے

عاشق شب فراق نہ روئے تو کیا کرے ۔۔۔ اشکوں سے اپنے منہ کو نہ دھوئے تو کیا کرے

داغ فراق و گریۂ شب ہائے ہجر سے ۔۔۔ نہریں نئی نئی ہیں گلستاں نئے نئے

ہمارے نالۂ شب گیر میں نہیں تاثیر ۔۔۔ دعائے پیر مغاں کچھ اثر کرے تو کرے

منہ کی اور چوٹی کی کب سے فکر تشبیہات ہے　　کیا نہیں معلوم تم کو دن کے پیچھے رات ہے

امیر، میر حسن علی

امیر تخلص، میر حسن علی شاگرد میر سرفراز علی وَصفی، اوراست سے

ہے کمر اس کی ازل سے معدوم　　آج تک کس نے ہے عنقا دیکھا

امین، خواجہ محمد

امین تخلص خواجہ محمد تلمیذ حضرت فیض سے

کشتۂ دست حنائی ہوں وصیت ہے مری
بعد تجہیز وکفن کرنا مری تم گور سرخ

انجم، سید نور الیحییٰ

انجم تخلص سید نور الیحییٰ عرف پیارے صاحب از مردم حیدرآباد اوراست سے

ٹھوکر میں فتنہ اور قیامت ہے چال میں
کیا کیا ہیں خوبیاں وہ مہ بے مثال میں
انجم کی یہ دعا ہے خدائے قدیر سے
میرا وصال ہوئے صنم کے وصال میں

انجم، میر خیرات علی

انجم تخلص، میر خیرات علی خاں باشندۂ ایں بلدہ در خوشنویسی قدرتے داشت چند سال گزشت کہ بہ آشوب دیدۂ چشمش بربست سے

چاہوں فلک سے کیوں نہ میں اختر زمین کا　　ہے رشکِ مہر وہ مہ انور زمین کا

وہ اگر چندے بے نقاب رہا　　تو نکلنے سے آفتاب رہا

انس، ولی محمد

انس، تخلص مولوی ولی محمد شاگرد حضرت فیض از وست ؎

مدابرو کے تصور میں رقم الٹے بھرے   ہم لے کیا کیا گھسنے یہاں تک قلم الٹے بھرے

انور، مہابل پرشاد

انور تخلص، مہابل پرشاد، از اقربائے راجہ اندرجیت بہادر شاگرد دوست علی خلیل ؎

تم نے ہر چند بہت کی تکرار   ہم نے لے ہی لیا بوسہ دیکھا
العنت زلف سیہ ہردم وبالِ دل رہی   عمر بھر سر پر ہمارے یہ بلا نازل رہی
بندھ گیا شب کو جو اس کے روے روشن کا خیال   صبح تک آنکھوں تلے شکل مہ کامل رہی

اوباش، محمد داؤد علی خاں

اوباش تخلص، محمد داؤد علی خاں ابن عباس علی خاں نواب اُدگیر از وست ؎

جو سیدھی سیدھی پوچھو تو یہ سیدھی بات ہے   اللہ کا ہے اَلِف قدِ بالائے مصطفیٰ

اوج

اوج تخلص

گھر داغِ رخ نے دل میں بنایا تو کیا ہوا   شیشہ میں آفتاب اتر آیا تو کیا ہوا
اوس جنگ جو نے ایک بھی مانی نہ میری بات   میں نے اسے ہزار منایا تو کیا ہوا

ہم سمجھتے ہیں سیانے ہو بڑے   آپ دیوانہ بناتے ہو کیسے
ناصحو مرنے پہ ہم بیٹھے ہیں   پند بے ہودہ سناتے ہو کیسے
اوج سے کہتے ہیں وہ سر دھن کر   پاؤں پڑ پڑ کے مناتے ہو کیسے

ایمان، شبیر محمد خاں

ایمان تخلص، شبیر محمد خاں، بلبل خوش نوائے دکن و طوطی شکر خائے سخن از شعرائے مسلم است، طوطی ناطقۂ شکر بارش رونق بازار عنادل شکستہ، و صفیر خامۂ گلستانِ نگارش نالہ برلبِ مرغِ بستانی بستہ، صفحہ خیالش بہ جلوہ ریزیٔ لالہ عذاراں افکار چوں قطعۂ گلزار و رشحۂ قلمش از شگفانیدنِ غنچہ ہائے مضامین ہم رنگِ ابر نو بہار، از غزل سرائی ربط تمام دارد و در رباعیات گوئی گوئے سبقت می رباید، پستش پست است و بلندش بلند، بسیار بلند کہ کلامش بیتے نظر نہ کنی و از نظر نیفگنی ؎

شعر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست
در ید بیضا ہمہ انگشت ہا یک دست نیست

گلدستہ در ضلع جگت از و موجود کلامش بر تتبع قدما، مانند ولی و سراج بودہ دیوانش بہ ملاحظہ رسید ایں اشعار انتخاب گردید ؎

کون دل تفتہ چمن میں صبح گرم نالہ تھا — دانۂ شبنم لبِ غنچہ پہ جوں تبخالہ تھا
بتا اے باغباں میکش سحر جانانہ کس کا تھا — چمن میں غنچۂ و گل، شیشۂ و پیمانہ کس کا تھا
کیا بدنام ہم کو حاسدوں نے بے سبب یارو — فقط اخلاص کیا دنیا میں ہم دیگر نہیں ہوتا
چلنے لگی باد صبا غنچہ ہر اک کھلنے لگا — تو مجھ سے اے گلگوں قبا کب تک رہیگا ان ملا
زندۂ جاوید کہتے ہیں اسے ایماں ہم — جس کا نام نیک آخر اس جہاں میں رہ گیا
تجھے اے رشکِ یوسف پہلے ہی اس طرح لجانا — تری تصویر کو دیکھا تھا میں نے خواب میں گویا

ایدھر تو ایک ہاتھ میں بسمل نے غش کیا
اودھر لہو کو دیکھ کے قاتل نے غش کیا

آنسو تو چیر کر صفِ مژگاں نکل گیا
لڑکا تھا خورد سال پہ دل کا کرخت تھا

ہرچند زیرِ تیغ ہے سر شمع کا مدام
لیکن وہ چھوڑتی نہیں ہونا چراغ پا

ترے خواب ناز میں رات کو جو مرے سے رنگ دغا ہوا
تجھے اپنے سر کی قسم ہے کہہ کہ تو خوش ہوا کہ[1] خفا ہوا

ہے سرِ انگشت جیوں پیکاں رنگیں شست بند
ہے یہ کس بے تاب کے شب خون پہ آہنگِ حنا

دیت اس قاتل بے رحم سے کیا لیجیے گا
اپنی ہی آنکھوں سے اب خون بہا لیجیے گا

خسرو سے اُدھر جنگ اُدھر کوہ سے کاوش
دیکھا نہیں ہم نے کوئی فرہاد سا بانکا

نہ شبنم کی طرح گلشن میں ہرگز چشمِ تر لے جا
گرہ میں باندھ کر مانندِ غنچہ مشتِ زر لے جا

جو لختِ جگر دیدۂ تر میں نہیں بھرتا
عاشق وہ کبھی[2] اپنی نظر میں نہیں بھرتا

کیونکہ وہ غرقاب کے زنداں سے جاں بر ہو جسے
طوق گردابی گلے میں، پاؤں میں زنجیرِ موج

پھونکی صبا نے آن کے کیا گل کے کان میں
پھولے[3] نہیں سماتی ہے جو پیرہن میں شاخ

گل بے خار کسے دے ہے زمانہ کہ یہاں
پھول کے واسطے کرتے ہیں سپر میں سوراخ

بتوں کے عشق میں کیا ہاتھ آئیگا پتھر
خدا کے واسطے ایمان کر خدا کو[4] یاد

گلابی لے کے اے ساقی شرابِ ارغوانی بھر
پیالے میں دمِ صبح، آفتابِ ارغوانی بھر

بس کے ہے طوبیٰ سے بہتر سر نہال کوئے یار
ہو سکے باغِ ارم کیوں کر مثالِ کوئے یار

جو داغ ہے دل کا سو بہ رنگ پرِ طاؤس
ہو کیوں نہ خجل دیدۂ تنگِ پرِ طاؤس

زباں پر شعلہ زن پایا لب تقریر سے آتش
زیادہ شمع کی ہو جس طرح گل گیر سے آتش

شام سے لے صبح تک کس کے لئے روتی ہے شمع
نور اپنی چشم کا ہر بزم میں کھوتی ہے شمع

تم پری زاد ہو یا حور ہو تقصیر معاف
کتنے اللہ رے مغرور ہو تقصیر معاف

کون دل سوختہ با دیدۂ نم ہے تہِ خاک
سو کھ پانی کی جو ہر ایک قدم ہے تہ خاک

---

۱ 'پا' ۲ کبھو ۳ پھولوں ۴ کی

ٹک دیکھ تو پہنچا ہے کہاں سلسلۂ دل　　کاکل سے نہیں یک سر مو فاصلۂ دل
ان دونوں نے ایمان کیا مجھکو ہے[1] تاراج　　اب چشم کا شکوہ میں کروں یا گلۂ دل

اے عندلیب ازبس ہیں دل فگار ہم تم　　نالے چمن میں کرلیں بے اختیار ہم تم
وصل سے ہوں دور اب تک باوجود اتحاد　　ساغر مے کی طرح میخوار ہوں کبھی اور نہیں
کہاں قدرداں جو ہنر آزماویں　　نصیبوں کو اپنے کدھر آزماویں
ختم تجھ پر ہو چکے ہیں حسن کے انداز میں　　یاریاں عیاریاں دلداریاں طراریاں
گو کہ چاہیں نہ بتاں ہم انہیں چاہیں لیکن　　وہ سراہیں نہ ہمیں ہم تو سراہیں لیکن
حشر کے روز بھی کہہ اپنے خدا کے آگے　　شکوہ تیرا بت مغرور کروں یا نکروں
نہیں ہے میکدے ہی میں فقط پیمانہ گردش میں　　کہ ہے مسجد میں بھی تسبیح کا ہر دانہ گردش میں
ہر ایک شے کو جہاں میں نہ سرسری جانے　　کہ شیشہ سنگ میں اور شیشے میں پری جانے
قدر یاقوت نہیں لخت جگر کے آگے　　ابر بھی پانی بھرے دیدۂ تر کے آگے
آنکھ مہ رو سے لڑانے آئی ہے　　شمع کی آنکھوں میں چربی چھائی ہے
دل جو ہوتا تھا شگفتہ باغ میں　　وہ خدا جانے کدھر موسم گئے
عبث ایمان رسوا ہیں چمن میں قمری و بلبل　　خموشی کے سوا عاشق کہیں فریاد کرتے[2] ہیں
روتے روتے نہ فقط دیدۂ تر بیٹھ گئے　　یہ جھڑی وہ ہے کہ جس سے کئی گھر بیٹھ گئے
جوں زلیخا اس قدر اب کے صبا بیباک ہے　　مثل یوسف جس کے ہاتھوں دامن گل چاک ہے
ایمان اس جہاں سے بجز بار معصیت　　افسوس صد ہزار کہ ہم کچھ نہ لے چلے

۱؎ کیا ہے مجھے تاراج +　　۲؎ فریاد کرتا ہے +

حرف الباء

باقی ۔ رائے گردھاری پرشاد

باقی تخلص، رائے گردھاری پرشاد ابن رائے نرہری پرشاد، سررشتہ دار جمعیت باقاعدہ سرکار آصفیہ، زانوئے ادب بہ خدمت حضرت فیض تہ نمودہ، در فارسی و ہندی استعداد دانی می دارد، ازوست ؎

رنگ دیگر گوں کیا اک دم میں خاص و عام کا
دورِ ساغر ہے نمونہ گردشِ ایّام کا

کیوں کر کہوں میں سروِ چمن کو قدِ نگار
اس کا نہ ہم شبیہ نہ ہم سر نہ ہم کمر

عاشق تری کمر کے ہیں باطل خیال میں
جویا ترے دہن کے ہیں فکر محال میں

باقیؔ کسی پہ مست کی ہے خاک کا اثر
بے وجہ جذب مے نہیں جام سفال میں

بالا، بالا پرشاد

بالا، تخلص، بالا پرشاد پور موہن لال مہتمم توشک خانہ سرکاری است ؎

شبِ فرقت میں سر رہا میرا
کبھی دیوار کا کبھی در کا

بدر، سید کاظم حسینی

بدر تخلص۔ سید کاظم حسینی صاحب فرزند سید عبدالوہاب وہاب ؎

ہم کو سکھا کے عشق نے تنکا بنا دیا
چمکا کے تم کو حسن نے شعلہ بنا دیا

بگڑے ہوئے کو راہ پہ لائے ہیں آپ بدرؔ
واعظ کو باتوں باتوں میں اچھا بنا دیا

یار ہے پھول سے کہیں نازک		تول لو کانٹے میں ترازو میں

برق

برق تخلصیست از طبقہ پیشیں ؎

یہ دیکھ عشق کی دولت جو ہم نے پائی ہے		ملی جہاں میں کسی کو نہ اس قدر میراث

برہان - میر برہان الدین

برہان تخلص، میر برہان الدین، از خویشاں موسیٰ صاحب قادری، شیوۂ مناقب گوئی داشت ؎

سر کیا فرہاد نے اپنا بہ زور و شور سرخ
لعل کی اینٹوں سے ہو اس کوہ کن کی گور سرخ

بقاؔ -

بقاؔ تخلص.... ابن میر وزیر علی صباؔ از لکھنؤ وارد حیدرآباد شد و اوراست ؎

دل بیچ ہی ڈالیں گے جو مول اُٹھے اِسکا
لو آؤ خریدارو! یہ مال ہے مفلس کا

بلہار - میر دلاور علی

بلہار، تخلص، میر دلاور علی از سکنائے حیدرآباد - قریب عمر طبعی رسیدہ و شیوۂ مناقب گوئی دارد، گاہے فکر غزل ہم می کند، و اوراست ؎

چشمِ جاناں نے دل زار کو سونے ندیا		رات بیمار نے بیمار کو سونے ندیا
میں اسطرح کا محوِ خیالِ صنم رہا		نے فکر دیر کی نہ خیالِ حرم رہا
نازاں رہو نہ زندگی مستعار پر		نے جام ہی جہاں میں رہا اور نہ جم رہا
بلہار مجھ کو عشق ہے وصف امام سے		اس واسطے غزل سے مجھے شوق کم رہا

بندہ ۔ میر فیاض الدین خاں

بندہؔ تخلص، میر فیاض الدین خاں ۔ مرید خواجہ میاں صاحب، فرزند محمد شفیع خاں جمعدار مرحوم خلیفہ شاہ محمد قاسم عرف شیخ جی حالی صاحب، در علم موسیقی لاف نکتہ دانی می زد و می رسیدش، ستار نیکو نواختے وآن را احوال تنظیم کبت ہم خبر داشتے، وبسیار قصائد نعتیہ گفتہ دیوانے ترتیب دادہ، چون از اصول اساتذۂ این فن بالکل بہرہ نہ داشتہ خارج از آہنگ می سرود و آوازہ اش چون طبل بلند شدہ، از انش کہ پذیرائے خواطر عوام و گوارائے طبع زنان می زد واز مقطع ہر غزل نعتیہ وغیرہ آوردن لفظ "خواجہ" کہ مرشد الیشان است شگون بندگی می داند مع ہذا البعض ابیاتش خوش دل ربا آمدہ، از وست ؎

یہ وہ شب ہے کہ محمدؐ سے خدا ملتا ہے ۔۔۔ دیکھیں ان دونوں کے ملتے ہمیں کیا ملتا ہے

بہادر ۔ راجہ دیا بہادر

بہادرؔ تخلص، راجہ دیا بہادر متوفی، از ارباب این دیار، شاگرد صاحب غزلش بالا پرشاد ربط در مشاعرہ می خواند، او راست ؎

ہے شب تاریک میں جو شمع کا شانہ کی روح
اس پہ ہوتی ہے فدا سو بار پروانہ کی روح

یار کی میرے صراحی دار گردن دیکھکر
جان شیشہ کی نکلتی اور پروانہ کی روح

بہادر، راج بہادر

بہادرؔ، تخلص، راج بہادر، ملازم کارخانہ اصطبل سرکاری علاقہ قیصر الدولہ

بہادر ؎

آج کل عیش میں گزرتی ہے	دُور رہتا ہے روز ساغر کا

بہار، شمس الدین

بہار تخلص، شمس الدین، داماد آغا دولہ شعر در فارسی و ہندی ہر دو می گفت

ازوست ؎

سن کر بیاں کسو کے بت نازنین کا	رنگ اڑ گیا چمن میں گل یاسمین کا
ہر گھڑی کرتا ہے ناحق وہ بت بے پیر شور	درد ہجران سے کیا کب عاشق دل گیر شور
ہاتھ سے تھامیں کلیجہ اپنا اہلِ آسمان	جب ہلا دے کر مچاویں پاؤں کی زنجیر شور

بہتر۔ سید علاؤالدین

بہتر تخلص، سید علاؤالدین حسینی الجعفری از اولاد شاہ اسمٰعیل صاحب گھوڑواڑی قدس سرہٗ است، شاگرد بڑے میاں صاحب مصدق ازوست ؎

قطرۂ آب تری زلف سے یوں ٹپکے ہے	جوں فلک پر سے شب تار میں تارا ٹوٹا
دود دل فرطِ الم سے نہیں یار اٹھتا ہے	کثرتِ پلّۂ عساکر سے غبار اٹھتا ہے
موجزن نے آسمان پر عالمِ مہتاب ہے	صحنِ گیتی آج گویا قلزمِ سیماب ہے

اگرچہ ڈھونڈا جہان سارا ملا نہ اسکا سراغ ہمکو
سوائے اپنے نظر نہ آیا یہ راہ حق کا چراغ ہمکو
نظر پڑا کیا تجھے اے زاہد جو دیکھا تو نے حرم کو جاکے
عجب طرح کی بہار دیکھے جو بیٹھے خلوت میں سر جھکا کے

بھڑ بھڑ۔ حافظ بھڑ بھڑ

بھڑ بھڑ، تخلص، حافظ بھڑ بھڑ بیچارہ نابینا از خوش طبعی و تمسخری در بزم امرار بار می دارد و وجہ کفافی حاصل می آرد ؎

مژگاں کا اس کی تیر نہ آفت سے کم رہا   جس کا شکار ہو کے غزال حرم رہا

بیباک

بیباک تخلص

بیتاب

بیتاب تخلص اور است ؎

دیکھا ہے گلعذاروں میں یوں گل کے منہ پہ تل

نامِ خدا ہے نور کا اس گل کے منہ پہ تل

بینا۔ محمد علی

بینا تخلص محمد علی عرف سید صاحب از مردم حیدرآباد۔ اور است ؎

دل کباب سوختہ بنتا ہے اس ناکام کا   جب لب مے گوں سے ملتا ہے ترے لب جام کا

(حرف الباء فارسی)

پاس ۔ محمد حفیظ الدین

پاس، تخلص، محمد حفیظ الدین صاحب جمعدار فرزند ارجمند بنومیاں صاحب یاس تلمیذ حضرت فیض در فارسی استعدادے دارد، قدم درراہ ایہام گوئی بیشتر می گذارد در ان معنی ہائے تازہ می بندد ؎

ساقیا سم نشۂ صہبا ہوا — ایک ساغر پیتے ہی پیالہ ہوا
گفتگو کے سامنے طوطی کا منہ — توئی توئی بولتا رہ جائے گا
آجا مرے دیدۂ مشتاق میں پل بھر — کیوں میٹھے ہو کیا آنکھ میں پردہ نہیں ہوتا
بگاڑیں کیا کسی ہم سنگدل سے — تلے پتھر کے اب ہاتھ آگیا ہے
عقدے جو اس زلف کے وا ہو گئے — مشک کے اوسان خطا ہو گئے
جب مہِ نو ناخن پا ہو گئے — ہاتھ بھی انگشت نما ہو گئے

پرویز ۔ عظیم الدین

پرویز تخلص عظیم الدین ہمشیر زادہ اعظم علی خاں آمید ہ[1]

پیغام

پیغام شخصے است از قدیم اوراست ؎

ظاہر میں گو فلک نے کیا اپنا سینہ صاف
باطن میں کب کسی سے رہے یہ کمینہ صاف

---

[1] دونوں نسخے ان کے کلام سے خالی ہیں۔

حرف تائے فوقانی

تاباں

تاباں، تخلص، مردلیست از قدیم، ازوست ؎

نہ پامالِ خزاں ہووے کوئی گلشن قیامت تک
مری گر چشم پر تعلیم دیں ابرِ بہاراں کو

تپاک

تپاک. تخلص شخصے ہندوستان کہ درزمانۂ چندولال آمدہ بود۔ حالیا معلوم نیست بہ کدام جا و بچہ حال است ؎

کیا عجب یہ پاک الفت ہے زمانے میں تپاک
دیکھ جلتے شمع کو نکلے ہے پروانے کی روح

تصدیق۔ سید ابراہیم

تصدیق تخلص سید ابراہیم، مہدوی مشرب، از شاگردانِ حضرت فیض ازوست ؎

داغ نے تو کر چکا جلوہ چراغ شام کا
طور اب تک روزِ ہجراں کے نہیں انجام کا

کوئی وجود کہتا ہے کوئی عدم کمر　　کچھ بھی نہیں ہے اس کی خدا کی قسم کمر

تقی۔ میر محمد تقی

تقی تخلص، میر محمد تقی کہیں پور میر علی ضامن، از خواجہ حیدر علی

آتش لکھنوی قرابت قریبہ می دارد ۔ شاگرد میر محمد زکی بلگرامی ، ساکن بلدۂ حیدرآباد از نتیجہ فکر اوست ؎

آئینہ جو زانو پہ مقابل نظر آیا — یکتائی کا دعویٰ اسے باطل نظر آیا
تقی ، گناہ غفور ورحیم بخشیگا — بتاؤ کون سا بندہ گناہ گار نہیں
پھر اشک فشاں چشم تمنا نظر آئی — پھر ڈوبتی کشتی لب دریا نظر آئی
گذری جگر سے اور نہ دل کو خبر ہوئی — تیغ نگاہ یار غضب کارگر ہوئی
اٹھے کیا بار فرقت نیم جاں سے — قرار آئے یہ دل لائے کہاں سے

تمکین ۔ رائے بچولال

تمکین تخلص ، رائے بچولال حکیم وخوشنویس بودہ در فارسی یکتا و نظم و نثرش بہ پایۂ نظم ونثر استادان مسلم الثبوت رسیدہ ؎

تمیز ۔ ۱

تمیز تخلص ، شاگرد جناب فیض ، اور است ؎

ہے تمنا اک بت عیار کی — ٹل گیا دن آئی شب اقرار کی

تمیز ۔ بدرالدین خاں معظم جنگ

تمیز تخلص ، بدرالدین خاں المخاطب معظم جنگ معظم الدولہ خلف الصدق نواب شمس الامراء امیر کبیر بہادر تلمیذ حضرت فیضؒ ؎

نظر کر اس کی زلف عنبریں پر — لیا مول اک بلا جان حزیں پر
چلو اس باغ سے جوں نکہت گل — اڑھو[1] جلدی تمہارے کیا نہیں پر
سنو کہنا مرے اے ہمصفیرو — کمر باندھی ہے گل چیں جورو کیں پر
موثر گر نہو نالہ تو ہے ضبط نفس بہتر — ہمارے جی کے جی میں یہ جو رہجائے ہوس بہتر

---

[1] یعنی اُڑو ۔

نہ کچھ لائے ہیں ساتھ اپنے نہ لیجائینگے یہاں سے کچھ
تمیز اب کار و بار دہر سے ترک ہوس بہتر

ہر ایک بن مو سے جو ہے مشتعل آتش
شاید کہ لگی دل کے مرے متصل آتش
بس باعث مخلوق یہی چار ہیں عنصر
کہتے ہیں جنہیں آب و ہوا اور گل آتش

تمیز

تمیز تخلص، یکے از سکنائے حیدر آباد اوراست ؎

لالہ رویوں کا داغ ہے دلمیں
شمع روشن ہے اپنی محفل میں
جان جاناں ہے دور صہبا ہے
او تمیز آج تیری محفل میں

تمیز - غلام احمد

تمیز تخلص غلام احمد، از اہل ہند در جرگہ منشیان علاقہ تعلقات سرکار آصفیہ ملازم ہست، در گفتن غزل طرز مرزا نوشہ را مسلم می دارد و اکثر بہ صید معنی ہائے تازہ ہمت می گمارد چمن طبعش نکہت ریز و شمیم گل فکرش دل آویز، شاگرد مرزا نواب داغ دہلوی -

رو برو یار نے بلوایا ہے بہر تعزیر
کام آخر کو جو آئیں تو خطائیں آئیں

تیز -

تیز تخلص، شخصے از مردم این دیار اوراست ؎

زلف و رخ سے یار کے جب سے ہوئی ہے دل لگی
شب کو دن کا ہے تصور اور دن کو شام کا

سامنے اُس نے بلایا مجھے بہر تعزیر
کام آئیں تو کچھ آخر کو خطائیں آئیں

(مرتب)

گر مزاجِ زلفِ جاناں میں خلل ہو بال بھر
تیز سنبل کو بھی ہوگا عارضہ سرسام کا

دیکھی ہیں یوں تو بال سے بھی ہم نے کم کمر
لیکن تری ہے اور ہی کچھ اے صنم کمر

(حرف الجیم)

جامؔ - بہارامل

جام تخلص، بہارامل، متصدی پیشہ از قوم کایتھ، نظام آبادی، ساکن حیدرآباد از تلامیذ حضرت فیض، ایں اشعار از وست ؎

نظارہ چاہتا ہے اگر لالہ زار کا
ہر داغ دل میں دیکھ لے عالم بہار کا

طوفان اشک کا مرے کچھ بھی حساب ہے
سطحِ زمیں سے تا بہ فلک آب آب ہے

جاہؔ - شیو پرشاد

جاہ تخلص، شیو پرشاد از وست ؎

میں شرط لگاتا ہوں کہ اس چشم کا بیمار
عیسیٰ کے فرشتوں سے بھی اچھا نہیں ہوتا

دل پہلے ہی دیدیتا ہوں تب لیتا ہوں بوسہ
میں مفت میں ممنون کسی کا نہیں ہوتا

جذبؔ - اکرام علی

جذب تخلص، اکرام علی، نسبتی برادر وجیہ الدین خاں معنیؔ، طوطی شیریں مقال بلند فکر نازک خیال است در آوان طالب علمی نزد خان موصوف با محمد حبیب اللہ ذکاؔ ہمصفیر بود روش رندانہ و وضع بیگانہ دارد، بعض مردم ایں شہر ذکار، وجذب را

قریب ہم انگاردو ہر دو را ہم وزن می شمارند، قباحت این تحقیق لایخفیٰ علی من لہ خط من الفہم، از چند سال ہندوستان سرگرم کبر و ناز اوست و دکن در فراق بسوز و گداز اوست، حالا معلوم نیست کہ زندہ است یا مردہ و این اشعار از و درین ثبت افتاد ؎

رنگ اڑا رنگت پہ میری آفتابِ بام کا
دل تپ غم پر مرے لرزا چراغِ شام کا

گو بندش کمر سے کرے گر ورم کمر
سوجھی ہے تس پہ ہم کو تری اے صنم کمر

اچھی صورت کہیں دیکھی تو خبر دیدی مجھے
پتلی آنکھوں کی نہیں جوڑی ہے ہرکارونکی

سب تیغوں میں تیغ ابروِ قاتل کی کڑی ہے
جلّاد کے منہ پر بھی یہی میں نے جڑی ہے

جریؔ۔ شجاعت علی خاں

جری تخلص، شجاعت علی خاں، سر دفتر خزانہ حضور پرنور، شاگرد خواجہ جمال الدین مطلب کسب مطالب مثنوی معنوی از خواجہ موصوف نمودہ ازوست ؎

ہلال چرخ ہے پرتو تمہارے نعلِ توسن کا
شعاعِ مہرِ رخشاں عکس ہے رخسار روشن کا

جلا ز چشم اعمیٰ ہے کدورت بھی رقیبونکی
کیا کرتی ہے خاکِ در تمھاری کام انجن کا

جگرؔ۔ غلام محی الدین خاں

جگر تخلص، غلام محی الدین خاں از شاگردان حضرت فیضؔ، ازوست ؎

کیونکر نہووے نقشۂ ارض و سما غلط
ہے ابتدائے دہر سے تا انتہا غلط

جمؔ۔ بہادر علی مرزا

جم، تخلص، بہادر علی مرزا منصب دار، شاگرد مرزا مسیتا منتہی ازوست ؎

وہ نور نظر جب نہاں ہو گیا
نظر میں سیہ سب جہاں ہو گیا

جمالؔ ۔ میر جمال علی

جمال تخلص، میر جمال علی، عم عبد القادر صاحب یاس (میگویند کہ مشارٌ الیہ عم خود بود) وبرکوٹھ، سرکاری ملازم ماندہ حالا انتقال کرد ازوست ؎

خدانے نور مجسم کیا ہے خوبرو کو — کہ جن کا ناخن پا ہے ہراک ہلال کی جا
دل مرا مفت مہ جبین لئے — گھر خدا کا بتوں نے چھین لئے

جنؔ ۔

جن تخلص، اوراست ؎

دل مرا اس سنگ دل کے ساتھ ہے — کیا کروں پتھر کے نیچے ہاتھ ہے

جنؔ ۔ حکیم محمود علی

جن تخلص، حکیم محمود علی مشارٌ الیہ بر خزانہ حضرت بندگان عالی ملازم اوراست ؎

رہے سرسبز محشر تک گلستاں فیض صاحب کا
ہوا ہے بلبل خامہ ثنا خواں فیض صاحب کا

جودتؔ

جودت تخلص ؎

ایک ہیں بعد مرگ شاہ و گدا — حال آئینہ ہے سکندر کا

جوشؔ ۔ میر واجد علی خاں

جوش تخلص، میر واجد علی خاں خلف عابد علی خاں مرحوم از شاگردان حضرت فیض اوراست ؎

احوالِ غم سے سینۂ کاغذ پھٹا کیا — تحریر گریہ سے مرے شاکی قلم رہا
تیغ ابرو کو نہ تھا باڑھ سے کام — گر مرا خون چٹایا ہوتا

بات جب ان سے کڑی ہوتی ہے — سامنے موت کھڑی ہوتی ہے
سسکتا چھوڑ کر مجھ کو جو جاتا ہے تو جا قاتل — مرا اللہ حافظ ہے ترا مولا نگہباں ہے

جوش ۔ میر قادر حسین

جوش تخلص، میر قادر حسین خلف میر جعفر حسین تخلص امین شاگرد علام محی الدین خاں رجا در فارسی و انگریزی استعداد ے دارد۔ بمواجب چہل روپیہ بعہدۂ محافظ دفتری محکمہ صفائی بلدہ حیدرآباد ناموراست وطنش مدراس ازوست ؎

الفت بتوں کی رکھتے ہیں بندے خدا کے ہیں
کافر نہیں فدایت کافر ادا کے ہیں
وقت رخصت کہہ کے سمجھاتے ہیں جان زار کو
چاہیئے بیمار کو نقل مکان دو چار دن
دل بھی بے چین ہے اور جان بھی گھبراتی ہے
آج وہ آتے ہیں یا اپنی قضا آتی ہے

جولاں ۔ میر جولاں

جولاں تخلص، میر جولاں از حواشی دربار راجہ مہاراجہ راجہ چندولال شاداں اوراست ؎

پری سے بن کے پری جب وہ نازنیں نکلے — تو اس کی دید کو جنت سے حور عیں نکلے
غزل سُنی جو تڑاقے کی میر جولاں سے — زبانِ اہلِ سخن سے صد آفریں نکلی

جوہر ۔ ملک محمود

جوہر تخلص، ملک محمود، مولدش بگین پلی، صاحب دو دیوان و تذکرہ تلمیذ

جناب حافظ محمد تاج الدین مشتاق علیہ الغفران آوردہ اند کہ مشارٌ الیہ بہ علتے از حسین علیخاں نواب بنگن پلی آزردہ شدہ در قمر نگر عرف کرنول رفتہ بہ ماہوار دو صد روپیہ نزد غلام رسول خاں نواب مرحوم بہ سلک ملازمت منسلک گردیدہ ہمدراں جا انتقال یافت، کدامی دیوان بہ نظر راقم آثم نہ رسیدہ ، ایں دو شعر از دست ؎

بتو، سمجھ لو یہ دل تمھارے نہ زلف پر پیچ و تاب میں ہے
کوئی مسافر غریب تشنہ ہلاک موجِ سراب میں ہے

نہیں مجھ کو خیال افسر ہے ہاتھ ہے۔ سنگ ہے مرا سر ہے

حرف الجیم فارسی

چرب ۔ بہادر علی

چرب تخلص ، بہادر علی منصب دار از اہالی این دیار ، اشعارش بنظر اکرام علی جذب می آورد از وست ؎

بن تیرے یار لذتِ خوں ہے شراب میں
آواز درد و رنج ہے چنگ و رباب میں

چندا ۔ ماہ لقا بائی

چندا تخلص ، ماہ لقا بائی از طوائف اعاظم حیدرآباد ، شاگردِ شیر محمد خاں ایمان ، در دورۂ نواب سکندر جاہ مغفور از چند سوار و پیادہ و جاگیر ممتاز بود وہم از نوبت و نشان سرفراز و حضور باشی دربار می کرد و در دربار راجہ چندو لال متوفی مسندش گستردہ میشد با وصف معشوقی سیرت عاشق وضع بود و با وجود زن سر پست

مردانہ طبع در تیر اندازی و اسپ تازی چون مردان دخل میداشت و با رغبت شعرا ر بسیار می برداشت، دوستے میگوید کہ در عہدش شخصے تاریخ مہ نامہ ضخیم و حجیم نوشت و مداح اوست و از تاریخ مسطور بودن اصلش از خراسان و وجہ آمدن او درین فرقہ نوشتہ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ و در دامن کوہ شریف کہ از بلدہ تخمیناً یازدہ میل است مقبرۂ وسیع تیار ساختہ ہمدران جا دفن شد و تاریخ وفاتش اینست ؎

ہاتف غیبے ندا داد بتاریخ او   راہی جنت شدہ ماہ لقاے دکن

۱۲۳۹ھ

و در ہر ردیف یک غزل قلمی نمودہ دیوانے مختصر ترتیب داد و این اشعار ازان درین ثبت افتاد ؎

ہاتھ میں کب آتی ہے افسون سے اقلیم دل   جز تواضع کے نہ دیکھا جٹپکلا تسخیر کا

رکھ کرم پر ترے، نظر مجرم   نوش کرتے ہیں بے شمار شراب

تونے کی شرط وفا مجھ سے ادا صدر رحمت   دل مرا لے ہی لیا پھر نہ دیا صدر رحمت

یہی دعا ہے کہ چندا کا دل علی ولی   ترے کرم سے رہے شام اور سحر محفوظ

جب مقابل شمع رو کے بزم میں آتی ہے شمع   طرح پروانے کے ہو بیتاب جلجاتی ہے شمع

کل زور تھا میرا صف عشاق میں ترے   قدموں پہ سر رکھے تھا کوئی رو بروے تیغ

کیوں نہ ہو دل ان دنوں میں بلبل زار نجف   ہے مری مد نظر میں صحن گلزار نجف

کب اٹھ سکے سوائے عصا کے زمین سے   نرگس ہے تیری چشم سے بیمار یہاں تلک

حرف الحاء مہملہ

حاذق ۔ مرزا اسمعیل بیگ

حاذق تخلص مرزا اسمعیل بیگ شاگرد میر احمد علی صاحب عصر اوراست ؎

کوئے قاتل میں سر ہے تن کو وبال بوجھ اترے کہیں مرے سر کا

حافظ ۔ میر ہدایت علی

تخلص حافظ میر ہدایت علی ابن مولوی مظہر علی شاہ مرحوم مرد متوکل و گوشہ نشین چیزے عربیت ہم میدارند گاہ گاہ بفکر سخن می پردازند شاگرد حضرت فیض اوراست ؎

خدا جانے بشر تھے یا ملک تھے اولیا تھے وہ
نہیں سمجھا کسی نے راز پنہاں فیض صاحب کا

حبیب ۔ مرزا حبیب بیگ

حبیب تخلص مرزا حبیب بیگ شاگرد میر احمد علی صاحب عصر ؎

مسکن اہلِ صفا ہے مرا گھر آجکی رات لیلۃ القدر نہیں کوئی مگر آجکی رات
موتی لاتا ہوں ستاروں کے تصدق کرنے گود میں ہے مری اک رشکِ قمر آجکی رات

حبیب ۔ حبیب یار خاں

حبیب تخلص حبیب یار خاں کہین برادر محی الدولہ مرحوم صوفی مشرب ازوست ؎

سنبل سے لپٹتی ہے نسیمِ سحر آکر دیکھا ہے کہیں کاکلِ پیچان محمد

حشمت ۔ حشمت علی

حشمت تخلص حشمت علی اوراست ؎

چڑھ گئی اور تپ غم مجھ کو　　چہرۂ یار جو اترا دیکھا

حظ ۔ میر سید علی

حظ تخلص، میر سید علی از تلامذۂ حضرت فیض الحال صدر تخلص میکند از وست ؎

دیکھ لو شانے میں عالم زلف عنبر فام کا　　پنجۂ خورشید میں آیا ہے دامن شام کا

حفظ ۔ محمد نجم الدین خاں اکرام جنگ

حفظ تخلص محمد نجم الدین خاں مخاطب بہ اکرام جنگ بہادر کہیں پور تہنیت یار الدولہ الیشان راست ؎

خال رخ گر وہ دکھایا ہوتا　　ماہ کو داغ لگایا ہوتا
حفظ جی جاتا اگر وہ اے خضر　　لب جاں بخش بلایا ہوتا
جب خیال تیغ ابرو آئیگا　　ایک خنجر حلق پر چل جائیگا
او میاں تیری کمر کے دھیان میں　　حفظ بھی عنقا صفت ہو جائیگا
یا وہ مسی لگا کے ہنستے ہیں　　یا چمکتی ہے برق بادل میں

حفیظ ۔ شیخ حفیظ الدین

حفیظ تخلص، شیخ حفیظ الدین شاگرد شیر محمد خاں ایمان از مردم قصبہ ادہونی من مضافات بلدۂ حیدرآباد، از یاوری بخت در جرگۂ شعرائے راجہ چندو لال شاداں ملازم و مصاحب بود و با شہ نصیر وغیرہ مشاعرہ و مطارحہ کردہ دو دیوان دارد ملاحظہ شدہ، طبعش بسیار پُر روانی و پُر زور، ماورا ز زلات اقدام سخنوری

بعض بعض ابیات خوش و خرم افتادہ اوراست سے

فرہاد یاد شیریں میں لب تشنہ مر گیا ہر چند آب تیشہ تو سر سے گذر گیا
جب دست جنوں ہمنے گریباں سے نکالا مجنوں نے قدم دشت کے داماں سے نکالا
باعث جلوہ ہوا آخر عدوے جاں حفیظ شمع خاک کوہکن پر اک شرار تیشہ تھا
ناوکِ غیر خطا ہے نظر تیز اس کی ہدفِ تیرِ قضا ہو گیا جس کو تاکا
یوسف کا وہاں کون خریدار نگہ کا جس جا پہ ترا گرم ہے بازار نگہ کا
کسطرح ہو بجہاں ہر کس و ناکس سے پیوند پر پروانہ نہو بال مگس سے پیوند
شہ جس کو سریر جانتے ہیں درویش حصیر جانتے ہیں
کٹا کر اپنا سر نوکِ سناں کا تاج کرتے ہیں حصول اسطرح عاشق رتبہ معراج کرتے ہیں
سرو رواں کو میرے شمشاد جانتی ہیں گلشن کی فاختائیں بیہودہ خندیاں ہیں
ہو مبادا غبار دامن گیر مت گذرنا ہمارے مدفن سے
کچھ تو دل کی حفیظ کہہ کر تجھے کتنا الفت کا پاس رہتا ہے
کیا کیا مرتبہ روشن ضمیروں کو عطا حق نے ہمیشہ آفتاب اگلا دہانِ صبح مشرق نے
جگر کو توڑ کے نوکِ سناں نکل آئی دہانِ زخم سے گویا زباں نکل آئی

حکم۔ رائے انبا پرشاد

حکم تخلص رائے انبا پرشاد شاگرد حضرت فیض از وست سے

رخ اپنا کیا دکھا رہے ہو حیراں مجھ کو بنا رہے ہو
محکوم اپنا کیئے ہو سب کو حکم اب کیا آزما رہے ہو
صنوبر لپیت ہے۔ سو درجہ بالا قدِ جاناں ہے
یہ سرو پا بہ گل ہے اور وہ سرو چراغاں ہے

تمہارے لعل رنگیں سے کہاں ہمرنگ مرجاں ہے
سراسر سنگ ہے یک سرخ گو لعل بدخشاں ہے
صبا کچھ حال حکم زار پھونکے کان میں شاید
چمن میں بلبلو وہ غنچہ لب پھر آج خنداں ہے

حکیم - بادشاہ حسن

حکیم تخلص بادشاہ حسن خلف بندہ حسن مرحوم شاگرد حیدر حسین خاں حیدر
اوراست سہ

حیرت افزا ہے ترا حسن شباب — آئینہ کو بھی ہے سکتا دیکھا
یہ درد فراق اور حکیم جگر افگار — اللہ کی حکمت کا بیاں ہو نہیں سکتا

حنا - میر حسین لکھنوی

حنا تخلص میر حسین لکھنوی از چند سال درین شہر رخت اقامت انداختہ، چونکہ فسانہ گوئے عجائب بلکہ غرائب ہست، مدتہا بگرم اختلاطی و محفل آرائی اُمرا اوقات بسر می برد، در ینولا در اسکول ریسڈنسی علاقہ سرکار آصفیہ بخدمت منشی گری مامور بودہ آسودہ حال میماند، اوراست سہ

دنیا کے موذیوں کو وہ گیسو دبا گئے — مانند لام دل میں بلا کے سما گئے
زلفیں کسی کی چشم تصور میں پھر گئیں — تیغ نظر میں لاکھ جگہ بال آ گئے
کرتے ہیں آپ بات کر لیتے ہیں چٹکیاں — انگشت میں زبان کے بھی ناخن آ گئے
ان کا لباس غیر نے پہنا میں مر گیا — عیسیٰ کی شکل میں ملک الموت آ گئے

حیدر - حیدر حسین خاں

حیدر تخلص حیدر حسین خاں پور شیخ حفیظ الدین حفیظ انیہم مثل پدر اکثر اشعار

لایدل علی المعنی می گفت باوصف بے علمی طبعش موزوں درونش ہیچ صفتے نداشت وقدم بہ محفل شعرائے نامدار نمی گذاشت، اطفال ومردم بے تمیز بحلقہ شاگردیش درآمدہ، امروز وفاتش عرصہ چہار پنج سال گذشت، این ابیات از فکر اوست سے

خوش قماشی ہے موجب غفلت — ہم نے دیکھا ہے خواب مخمل میں
داغ طفلی سے ہیں پسند ہمیں — پھول ہیں اشرفی کے ہیکل میں
شوخی نگہ کی برق بلا ہے نقاب میں — بہتر ہے روئے یار رہے گر حجاب میں

حرف خاء منقوطہ

خاص ۔ میر محمد علی

خاص تخلص، میر محمد علی از مردم ایندیار جوان نوخیز شاگرد میر احمد علی صاحب عصر سے

اثبات ونفی پوچھو تو اُن کے سخن میں ہے — حجت ہمیں سے اس لئے باپ دہن میں ہے
مصری نہ بات کر سکے آوے جو رو برو — گویا نبات وقند بھرا اس دہن میں ہے

خاموش ۔ سید معین الدین

خاموش تخلص، سید معین الدین حسینی صاحب عرف شاہ خاموش خلف میران حسینی ساکن مکہ مسجد، اصل الیشان از محمد آباد بیدر از طبقۂ صوفیہ صافیہ چشتیہ اند سلسلۂ نسب بہ حضرت زید شہید علیہ السلام میرسد وبسیار ریاضت نمودہ ومدتہا مہر سکوت برلب نہادہ، در یک ہزار ودوصد وہشتاد وہشت ہجری چراغ حیاتش خاموش گشت، الحق کہ مردمان را از ذات بابرکاتش فیضے حاصل بودہ، سید محمد ہاشم حسین عرف محمد شاہ برادرزادہ اش سجادہ جانشین است، این چند شعر از دیوانش

انتخاب شد ؎

کفر کافر کو بھلا، شیخ کو اسلام بھلا — عاشقاں آپ بھلے اپنا دل آرام بھلا

ہم گرچہ نہیں لائقِ دربار تمھارے — کہلاتے تو ہیں بندۂ سرکار تمھارے

اچھے رہیں نزدیک برے جائیں کدھر کو — گل ہیں تو تمھارے ہیں وگر خار تمھارے

موسیٰ کو سلامت رکھا گہہ طور جلایا — معشوق کے غمزہ کا ستم اور ہی کچھ ہے

جبتک وہ دل ربا مرے بر میں نہ آئیگا — صبر و قرار دل مرا ہرگز نہ پائیگا

شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا — حق سے ناحق میں جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

آشیاں اپنا گلستان سے اٹھالے بلبل — باغ کو چھوڑ دے جنگل کی ہوا لے بلبل

فیض بخشی کی ہے کیا شان ترے کوچہ میں — مور بنجائے سلیمان ترے کوچہ میں

منصور کو جب سولی چڑھانے کے دن آئے — خوش تھا کہ مرا رتبہ بڑھانے کے دن آئے

اٹھاؤ عقل کا پردا چلے چلو تو سہی — صفا ہے عشق کا رستہ چلے چلو تو سہی

خرد

خرد تخلص، شخصے از حیدرآباد۔ این اشعار از طبع اوست ؎

ہنس ہنس کے تو نے مجھ کو رلایا تو کیا ہوا — رو رو کے میں نے تجھ کو ہنسایا تو کیا ہوا

شیشے لنڈھکتے ہیں تری محفل میں آجکل — اک جام تو نے ہم کو پلایا تو کیا ہوا

ساقیا دے جرعۂ منتظر ہوں جام کا — آرزومند ایک مدت سے ہوں اس انعام کا

زلف اپنی تم دکھاتے ہو کیسے — پھر پریشانی میں لاتے ہو کیسے

اس غزل کو مختصر کردو خرد — شاعری کا فن جتاتے ہو کیسے

خرّم ۔ رائے سیتل پرشاد

خرّم تخلص رائے سیتل پرشاد بن لچھمن پرشاد قوم کائستھ سکنہ حیدرآباد

قدیم وطن کٹرا مانک پور متصدی پیشہ، از تلامذہ حضرت فیض، اوراست ؎

جز آب و تاب جوہر تیغ ابرو میں ہے اس بت کے
کہاں ہے بانک میں خنجر میں تیغ پرپدانی میں
سنا کرتے ہیں چرچا حسن روز افزوں کا ہم ان کے
رباعی میں غزل میں شعر میں قصہ کہانی میں

خلق ۔ رائے جادو رائے

خلق تخلص، رائے جادو رائے، مشورہ سخن از حضرت فیض میکرد، از افکار اوست ؎

سلسلہ پوچھو جو مجھ سے نور چشم زلف ہوں ــــ دودمان ہے ایک میرا اور چراغ شام کا
شاخ آہو پہ ہے برات مری ــــ یہی ثمرہ ہے جاں فشانی کا
گرفتار بلائے دام الفت ہو نہیں طفلی سے ــــ مری منت کی ہنسلی حلقہ، سر طوق زنداں ہے
قیام زندگی رونے سے حاصل ہے ہمیں اے خلق ــــ ہمارا آب اشک چشم پرنم آب حیواں ہے

خلق ۔ تلجا پرشاد

خلق تخلص، تلجا پرشاد اوراست ؎

خوب دل کھول کے رویا ہم نے ــــ چاک جب دامن صحرا دیکھا

خواجہ ۔ خواجہ خیرالدین

خواجہ تخلص، خواجہ خیرالدین مرحوم از اہالی این دیار بقولے شاگرد قادرالدولہ قادر و بقولے شاگرد حضرت فیض در تضمین اشعار و مخمس ہا مائل و در غزل سرائی کم شاغل اوراست ؎

مارے ہے دم اُس لب لعل شکر خا کیطرح ــــ خضر کو کر دوں گا میں نا دم مسیحا کیطرح

دوڑاؤں جو میں اس کیطرف توسن کاغذ   چہرہ سے اڑے رنگ دم رفتن کاغذ

خوش

خوش تخلص ...... اوراست ؎

تجلی اس دل روشن میں ہو سرو چراغاں کی   دکھادوں جس گھڑی تاثیر اپنی آہ سوزاں کی

خوشنود

خوشنود تخلص، شخصے ست اوراست ؎

دیکھے گا جو کوئی دل پر داغ   شبہ ہوگا گلّی کبوتر کا

خیال۔ میر کاظم علی

خیال تخلص میر کاظم علی از سکنائے ایں دیار اشعار خیالی مانوس طبع عوام می گوید از وست ؎

تاکوئے محمد کوئی پہنچائے خدایا   ایسا کوئی کامل کہیں مل جائے خدایا

خیر۔ خواجہ عبداللہ خاں

خیر تخلص، خواجہ عبداللہ خاں از شرفائے این بلدہ، اکثر غزل نعتیہ میگفت اوراست ؎

رکھے ہے ملک کوئی باغ کوئی گھر میراث   زمین میکدہ ہے ہم کو خوب تر میراث
ادس گل کی خبر لے جو نسیم سحر آئی   دل پھول گیا جان کی امید بر آئی

حرفِ دال مہملہ

داغ ۔ محمد ہدایت اللہ خاں

داغ تخلص، محمد ہدایت اللہ خاں کہیں برادر محمد وجہ الدین خاں معنی طرزش پسندیدہ وجداگانہ وضعش برگزیدہ و یگانہ، طبع[1] سلیمش عالی، کلامش از پر کن خالی مگر کم گو چنانچہ کلامش ازیں قسم شہرت یافتہ آخر کلام دیگر شعراء را دیدہ وطرز ایشان پسندیدہ عنانِ رخشِ ہمتِ خود را بہ طرف ریختہ گوئی طرز خاص معطوف ساختہ، الحال وجد تخلص میدارند این اشعار آبدار ازان شاعر نامدار ست ؎

اوتبوذ دنیا میں کیا رہ جائیگا　　نام اک اللہ کا رہ جائیگا
آپ مجھ سے پٹئے دل کھول کر　　عطر بغلیں جھانکتا رہ جائیگا
زردئ رُخ' ناتوانی لائیگی　　تنکے چنتا کہربا رہ جائیگا
فائدہ افسانے سے ہوتا ہے کیا　　آنکھ لگتے پر کوئی سوتا ہے کیا
ہوش اُڑ جاتے ہیں رعب وجد سے　　جعفر طیار کا پوتا ہے کیا
دن ڈھلے کو کھٹے پہ ان کا عزم ہے　　ڈوبا اب دنیا سے ڈوبا آفتاب

جیسے تمھاری آنکھ زیادہ سے ہے زیاد　　ویسے ہی آپکی ہے میان کم سے کم کمر
ہم تو کہیں گے آئینہ میں آگیا ہے بال　　تم اپنے منہ سے آپ ہی کہہ لو شکم کمر

---

[1] طبع سلیس وعالی، کلامش از پرگو خالی (نسخہ ب)

اے اشک اب کی خونِ جگر کا اتار رنگ | دامن سے کھیلتی ہے مری چشم زار رنگ
وقت بیوقت جو گاتے ہو تم | راگ کو ناچ نچاتے ہو تم
کیا تماشا ہے کہ دیکھا نہ سنا | تنکے چلمن کو چنباتے ہو تم
نعش سے بھی وہی "گاڑوں پٹوں" | سچ ہے دبتوں کو دباتے ہو تم

تم میں یوسف میں کیا نہوگا فرق | بادلی کچھ ہماری چاہ نہیں
عرق آلودہ رخ یار سے دی ہے تشبیہ | پھول کو پھولنے دو عطر کو اترانے دو
مرغ بسمل دل بیتاب کی ہے جوڑا اچھی | روبرو داغ کے ان دونوں کو پھڑکانے دو
جینے پہ مرنے والوں کے ہوتی جو کچھ حیا | مرجاتے خضر ڈوب کے آب حیات میں
اے وجد بوسہ مانگئے تو کس سے مانگئے | وہ تو زبان دیتے نہیں ایسی بات میں
شعلے رخسار سے بھڑکتے ہیں | تیل اوپر سے تل چھڑکتے ہیں
مجلس حیران ہو رہی ہے | کیسی مستی لگا رہے ہو
سلائی نیل کی اب پھیرتے ہیں | ارے داغ اور پلکوں سے لڑا آنکھ
زلف کی الفت جلاتی ہے اگر | چند مدت عود دے کر دیکھئے
کہاں وہ چشمۂ حیواں کدھر وہ چاہ کنعاں ہے | ابھی پانی بھر آئیگا یہ وہ چاہ زنخداں ہے
آنکھوں پر بار کر کہوں بات | سونا سوگند ہو رہا ہے
اے وجد کمالِ شاعری سے | شہر اپنا خجند ہو رہا ہے
آنکھ کوٹھے پہ لڑائی کس نے | کی مرے سر پہ چڑھائی کس نے
مجھ کو دیوانہ بنا دیتے ہو | تمھیں یہ عقل سکھائی کس نے
بخت جاگے جو دیدہ تر کے | سو گئے سوتے رہے سمندر کے

باب پنجم پڑھو گلستاں کا — سعدی فرمارہے ہیں منت سے[1]
عنبر سارا گھس کے لگاؤ — مجھ کو آدھی سیسی ہے
درگذرو وجد اوس گلی سے — رستہ پر آؤ راستی سے

دلؔ ۔ شجاعت علی خاں

دل تخلص، شجاعت علی خاں از مردم حیدرآباد اوراست سہ

طالب نظارہ دل ہے زلف عنبر فام کا — مرغ شپر منتظر رہتا ہے، جیسے شام کا
کیوں مرتے جیتے عشق میں اس کے نہ رہویں ہم — ثابت ہے درمیاں وجود و عدم کمر

دوستؔ ۔ دوست علی

دوست تخلص، دوست علی منصب دار از ہالی این دیار از وست[2] سہ

میں تو کشتہ ہوں تمھارے ابروئے خمدار کا — کیوں بتاتے ہو اشارہ پھر مجھے تلوار کا
سینکڑوں بندے خدا کے ہو گئے دشمن مرے — دوستؔ جب سے دوست ہوں اک ساقی میخوار کا

دیدؔ ۔

دید تخلص، نامش[3] معلوم نیست، و این ہر سہ شعر از وست سہ

ذائقہ ساغر لبالب کا — کر دیا تنگ قافیا لب کا
گوشہ پردے میں نظر آجاتا — دیدؔ بھی آنکھ لڑایا ہوتا
حباب سا لب دریا چلے چلو تو سہی — یہ راستہ جو ہے بہتا چلے چلو تو سہی

---

[1] اوراست (نسخہ ب)

[2] غالب خاں نام شاگرد محمد غوث صاحب عزم از مردم حیدرآباد از وست (ب)

حرف ذال معجمہ

ذبیح - میر محمد اسمٰعیل

ذبیح تخلص، میر محمد اسمٰعیل باشندۂ لکھنو از اولاد حکیم میر نواب مرحوم کہ در تلامذہ علو یخاں مرحوم از مشاہیر بودند، در لکھنؤ محرک سلسلۂ تلمذ از مرزا محب علی مرحوم طوبیٰ تخلص بودند، بعد ورود اینجا یار از میر علی حسن آشک تلمذ اختیار کردند، اکثر در مصائب جناب امام مشغول میمانند و گاہ گاہ فکر غزل ہم میکنند چنانچہ این چند ابیات غزل زمانہ ابتدائی مشق ایشان است سے

نہوئی صورت اُن کے آنے کی — کیا ہوا پھر گئی زمانے کی
لبِ شیریں کے غم میں اے شیریں — ابتو نوبت ہے زہر کھانے کی
نزع کے وقت بھی نہ آئے وہ — آرزو تھی گلے لگانے کی
وصل کا ٹھاٹ اے ذبیح کرو — ہے خبر انکے آج آنے کی

ذکا - محمد حبیب اللہ

ذکا تخلص، محمد حبیب اللہ مولدش نیلور دریں بلدہ بعہدۂ بزرگ مامور شدہ سکونت پذیر بود زبانش الکن طبعش روشن طوطی بلند پرواز چمن معانی و بلبل نغمہ پرواز گلشن شیوہ بیانی سالہا است کہ پا بہ دائرہ شاعری نہادہ درا وائل حال بطرز سخن سنجان مشہور و فصیح سخن ہیگفت درا واخر انداز مطبوع اسد اللہ خان غالب دہلوی پسند کردہ وقت آفرینیہا می کرد۔ اشعار سابق را حذف و ساقط کردہ قلیل

ازاں در سفینۂ ابیات انتخاب زدہ و در زبان پارسی باستفادہ طرز ابداع خان موصوف دستگاہ بلند بہم رسانیدہ غزلش چوں غزل نظیری بے نظیر قصیدہ اش چوں قصیدہ عرفی دلپذیر مضامین شعری را کماینبغی می فہمید و بجمیع نکات و لطائف مبادی امنظر پے میبرد بالجملہ نکتہ سنجے و نغز گفتارے بود کہ مثلش کمتر مرئی شد و بر کلام فارسی غلام امام شہید رسالہ اعتراضات نوشتہ نزد خان موصوف فرستاد بسیار پسند افتاد در سنہ ۱۲۹۱ھ بگور آمید۔ این اشعار یادگار ازوست سے

چشم گریاں سے تماشا دیکھا
کل کا دشت آج کا دریا دیکھا

کس پری زاد سے روکش نہ کامل نہوا
نہوا اک ترے چہرہ کے مقابل نہوا

کرتی ہے تاکید سے ایمائے قتل
بھوں بھی اک نونِ ثقیلہ ہوگئی

انجام کار کا مجھے ہر وقت غم رہا
مر بھی گیا تو صبحِ قیامت میں دم رہا

کہتے ہیں اسکو شوق شہادت کہ وقت قتل
تیغہ سے بھی سوا مری گردن میں خم رہا

کچھ راستے کے قافئے ملتے نہیں ذکا
ایسی ہی گر زمیں ہے تو آگے قلم رہا

تم چھوٹے سے سن میں یہ بلا ہو
پھر دیکھئے ہوتے ہوتے کیا ہو

منہ بھرا اس نے میرا شربت سے
کیا مرنے پہ راضی رشوت سے

حال دل صاف ان سے کہہ نہ سکے
بات بگڑی ہماری لکنت سے

جاتا ہے گماں اور میں کیا کچھ تجھے بھیجوں
قاصد میں کیا فرض تو جبریل امیں ہے

مرجائیں ذکا ہم تو کہاں شعر کہاں فکر
یہ قصہ زمیں کا ہے کہ بر روئے زمیں ہے

پڑا کیا آجکل ہی ضعف سے یوں مجھ کو پالا ہے
سنبھالا ہوش بھی تو گرتے گرتے میں سنبھالا ہے

سر شام آج وہ کوٹھے پہ نکلے ہیں یہی کہتے
کہ ڈوبے نام کو خورشید کے ہم نے اچھالا ہے

ذکا بحر ہزج سے کٹی طبیعت اپنی اکتائی
جناب فیض کا یہ امتثالِ حکم والا ہے

ناصح کو اتنی بات سنانی ضرور ہے
اللہ مرا رحیم و کریم و غفور ہے

سجدہ سے سر اٹھا کے تجھے دیکھتے نہیں
ہمکو بھی اپنے عجز پہ کتنا غرور ہے

گل ہے چراغ عقل تک ایکی برس ذکا
یعنی بہار کا یہ چمن میں وفور ہے

ذہنؔ - عبدالرحیم

ذہنؔ تخلص، عبدالرحیم بن شیخ عبدالرسول، الحال چشمش از بصر مبرا و مردمکش از نور معرا مولدش اینہ یارست، در آوان بصارت بعد تحصیل مبادی و مقدمات شوق مطالعہ داشت، چندانکہ کتب اصناف علوم قریب پانزدہ صد جلد، ہمچو حکمت فلسفہ و تصوف و متعلقات فن ادب نصب العین شان ماندہ در نثر فاضلانہ فارسی و قصیدہ گوئی فارسی توغل دارد گاہے اردو ہم تفریحاً میگوید، از وست ؎

رقم معدومی موئے میاں ہے
مرا رکھتا نہیں نامہ کمر بند

نہیں بہتے ہیں اشک سرخ اے ذہنؔ
ہوئی شاید رہِ خونِ جگر بند

مئے احمر ہے کس نیرنگ سے محبوس شیشہ میں
دکھاتی ہے دمادم جلوۂ طاؤس شیشہ میں

ملے گر سُئے غرض کیا پھر تماشہ سے زمانہ کے
نظر آتی ہے سیر ملکِ روم و روس شیشہ میں

حیات تازہ دیتی ہے دل پژمردہ کو صہبا
یہی کتی نوشدارو پیشِ کیکاؤس شیشہ میں

بیاں کرتے ہیں کیفیت جہاں کی بانگ قلقل سے
شراب ناب ہے گویا کوئی جاسوس شیشہ میں

وابستہ تار دم ہے بت دلشکن کے ساتھ
زنار جس طرح سے رہے برہمن کے ساتھ

کاجل کا تل ہے گوشۂ چشم سیاہ میں
یا ہے کوئی غزالہ مشکیں ہرن کیساتھ

ؔ بے نیازی (نسخہ ب)

حرف الرائے

رازؔ - سید برہان الدین حسینی

رازؔ - نامش سید برہان الدین حسینی کہیں برادر علاؤالدین بہترؔ ساکن بیگن پلی درخطوط نویسی دستگاہے و در موسیقی کمالے داشت، از وست ے

نکلے آنکھوں پہ نہیں اوس بتِ سفاک کے پر
تیر ترکاں کے ہیں یا ناوکِ چالاک کے پر

رازؔ - محمد برہان الدین خاں شہسوار جنگ

رازؔ تخلص، محمد برہان الدین خاں مخاطب بہ شہسوار جنگ بہادر از امرا ِعظام و خاندان کرام است، حالا بخدمت جلیل ہتممی دفتر تقسیم محلات مبارک مامور و استفادہ عروض از حضرتِ فیض کردہ کسب صلاحِ شعری از محمد ہدایت اللہ خاں وجدؔ نمودہ از وست ے

اس نونہال کے عرقِ رخ کی بو کہاں
پھولوں میں ہم نے عطر بسایا تو کیا ہوا

سرگیں جب آنکھ وہ دکھلائے گا
نیل آنکھوں سے مری ڈھل جائیگا

منہ چھپانا بہت بری ہے بات
گانٹھ دے لو یہ اپنے آنچل میں

یہ بدزبانیاں تری یہ بے وفائیاں
دیکھا کہیں نہیں ہے سنا بھی کہیں نہیں

فرقت کی آگ نے ہمیں ایسا جلا دیا
دامن نہیں ہے جیب نہیں آستیں نہیں

درازی رات کی کشتی ہے زلفوں کی کہانی میں
پھنسی ہے نیند بھی میری بلائے ناگہانی میں

میں تو مارا ہوا ہوں قامت کا
گاڑ دو سایۂ صنوبر ..... میں

قلمِ الماس پارہ کا رقم کیواسطے ڈھونڈو — تمھیں منظور گر اے رازؔ وصف سلکِ دنداں ہے
زلف و عارض کو دکھاتے ہو کیسے — پیچ میں تاب میں لاتے ہو کیسے
عشقِ میخوار میں سرشار ہے راز — ساقیو جام پلاتے ہو کیسے
تم خفا ہو تو ہم بھی ہوئیں خفا — دونوں ہاتوں سے بجتی تالی ہے
زندگی کے نہ پیچھے پڑیے رازؔ — موت بھی پیش آنے والی ہے

راغبؔ

ہاتھ دوڑاؤں نہ کیوں اپنے گریباں کی طرف
پاؤں بھی دوڑتے ہیں، دشت کے داماں کی طرف
دل تو کہتا ہے کہ چل کوچۂ جاناں کی طرف
حکمِ وحشت ہے مجھے گرم بیاباں کی طرف

ربطؔ - بالا پرشاد

ربطؔ - نامش بالا پرشاد تلمیذ گلاب چند ہمدمؔ بعدش طالب میر شجاعت علی گرمؔ شدہ، چنانچہ خود می گوید ؎

گرمؔ کے طالب، مریدِ حضرت ہمدمؔ ہیں ربطؔ — فیضؔ سے ہیں معتقد عاشق سخن کے بیر کے

یعنی ازاں گرمؔ شریک دیوان خویش ساختہ کار دستم بر حلق استاد میر مرحوم مالیدہ، دروغ و راست بر گردن راوی - ازوست ؎

سطح جو نورِ شہ سے ہے انور زمین کا — ہے مجرئی دماغ فلک پر زمین کا
جنون کہے ہے نکل چل کہاں کا گھر میراث — نہ لے گیا کوئی چھاتی پہ اپنی دھر میراث
ہمارے شور و فغاں میں نہ کر غل اے بلبل — کہ سخت عیب ہے کرنا سخن سخن کے بیچ

نہیں فتیلہ سے روشن اس انجمن کے بیچ ۔ بعجز شمع نے تنکا لیا دہن کے بیچ
کیا قفس[۱] میں کر رہی ہے بلبل دل گیر شور ۔ گوش گل تک یہ صبا پہنچا بہر تدبیر شور

رجاؔ ۔ غلام محی الدین خاں

رجا تخلص، غلام محی الدین خاں حیدر آبادی مدتہا در مدراس ماندہ بسیار مردم آنجا از خوان نعمتش بہرہ یاب شدند طبعش شگفتہ داشت، خوشہ چین خرمن فیض حضرت فیضؔ است، در ۱۲۰۹ھ ساکن خلد بریں شد، ایشاں راست ؎

مندرج مکتوب میں جب نام مضطر ہو گیا ۔ نامہ شہپر بنگیا مضموں کبوتر ہو گیا
زرد کرتی ہے کشش آہن دلوں کی جو مجھے ۔ سنگ مقناطیس کیا پارس کا پتھر ہو گیا
زلف ساقی کا خیال آتے ہی محفل میں رجاؔ ۔ دودِ شمع بزم میرے حق میں اژدر ہو گیا

جس قدر سر سے مرے پھوٹی ہے اوس تیر کی شاخ
اوس قدر کا ہے کو ہو گی کسی نخچیر کی شاخ
ناوک افگن ہو اگر پنجۂ رنگیں سے وہ شوخ
شاخ مرجاں ہو رجاؔ دشت میں نخچیر کی شاخ

ہم چاہتے ہیں وصفِ لب جنگجو کریں ۔ دامن کو زخم چاک جگر کے رفو کریں
ہے گو مگو جہاں کا تماشا عجب رجاؔ ۔ طاقت نہیں ہے ہمکو جو میں اور تو کریں

رزمؔ ۔ محمد سراج الدین علی خاں

رزمؔ ۔ تخلص محمد سراج الدین علی خاں شاگرد محمد غوث عزمؔ اوراست ؎

ہاں ذکر الٰہ تضیع[۲] اوقات نہیں اب ۔ جز نامِ صنم، لب پہ کوئی بات نہیں اب

---

۱ نسخہ ب میں "چمن" ہے۔ ۲ خامہ (ب)

دیدائس یار کی قینچی سے نہیں ہے کچھ کم
مرغِ نظارہ کے بھی کٹ گئے پر آج کی رات

رسا - میر رفیع الدین خاں

رسا تخلص میر رفیع الدین خاں اوراست ؎

عالم ہے آفتاب سا اوس خود پسند کا — جرمِ ہلال نعل ہے جس کے سمند کا

رستم - رستم خاں

رستم تخلص، رستم خاں رستمِ میدان سخن و پہلوانِ این فن بودہ ازوست ؎

ہر اک بشر ہے حسن میں اختر زمین کا — کس طرح مرتبہ نہو برتر زمین کا
تحریر کیا چاہوں گر احوالِ دل اپنا — ہو جائے ابھی خون میں تر دامنِ کاغذ

رضا - میر رضاء الدین حسین خاں

رضا تخلص میر رضاء الدین حسین خاں منصب دار شاگرد رشید میر مصطفےٰ[1] صاحب سخن این چند اشعار از اوست ؎

گر اپنی خاکساری میں شک ہے تو دیکھئے — نقشِ قدم سے مہر ہے محضر زمین کا
کرتے ہو خرچ ہم پہ ہماری بنائی بات — یہ مقتضائے وقت ہے پیارے بن آئی بات
ہوا وہ مہر دل افروز جب کہ بزم افروز — ہوا چراغ کا پرتو چراغ میں غنچہ
عشق کچھ آساں ہے کار جرأت مردانہ ہے — دیدہ و دانستہ اپنے ہاتھ سے مرجانا ہے
دل جو سودائے سر زلف رسا کرتا ہے — تا بمقدور تو کہہ دو کہ برا کرتا ہے

رعب - محمد فیض اللہ خاں

رعب تخلص محمد فیض اللہ خاں جوان نو خواستہ و سخن گوئے تازہ است

---

[1] میر مصطفےٰ کی جگہ "غلام مصطفےٰ" نسخہ (ب)

اور راست سے

ہے کعبۂ مقصود مجھے روئے محمدؐ　　اس وجہ سے میں دیکھتا ہوں سوئے محمدؐ

رعدؔ - لالہ بھوانی پرشاد

رعد تخلص لالہ بھوانی پرشاد، اور راست سے

عشق ہے جب سے مجھے گیسوئے عنبر فام کا
کوچۂ جاناں ہوا ہے مجھ کو خطہ شام کا

گریۂ وزاری سے اپنی دھو رہا ہوں دلکو رعدؔ
آنکھ کا حلقہ مرا گھر ہو گیا حمّام کا

رعدؔ - سیدی عبداللہ خاں

رعد تخلص سیدی عبداللہ خاں بن سیدی رعد جنگ مرحوم سے

رفعتؔ - محمد تقی حسین

رفعت - تخلص، محمد تقی حسین ساکن مدراس - حالیہ حیدرآباد دکن شاگرد محمد حبیب اللہ ذکاؔ اور راست سے

رفعتؔ - صفی نواز خاں

رفعت - تخلص صفی نواز خاں مدراسی اور راست سے

اپنے ہمرہ کھینچ کر لانے لگی جوئے سرشک　　کیوں نہ ہو گا لختِ دل کا دیدۂ تر پر قصاص

رقمؔ -

رقمؔ - از حال و نامش آگہی ندارم ، مگر از سکنائے ایں دیار ست و ایں یک بیت از وست سے

ے ب میں "محمد" نہیں ہے اور "شاگرد عبدالرحیم صاحب ضیاؔ" زائد ہے۔

کوئی اک برگ سبزہ کا ہمارے ڈھیر پر بس ہے
نہیں درکار عود و گل دلا گور غریباں کو

رکنؔ ۔ سرمد علی شاہ

رکن تخلص سرمد علی شاہ شاگرد فیضؔ سے

قد دلدار یاد آتا ہے سن قمری کی کوکوکو
کلیجہ ہولتا ہے دیکھ میرا شاخِ شبّو کو

رمزؔ ۔ رائے بہاری لال

رمز تخلص، رائے بہاری لال شاگرد حضرت فیض اوراست سے

طبیبو گھڑ رہے فقرے ہو تم مجھ زار پر کیا کیا
گماں کرتے ہو ظالم عشق کے آزار پر کیا کیا
غزالوں نے کیا اس چشمِ افسوں ساز پر جادو
چلائی موٹھ[1] کیکوں نے تری رفتار پر کیا کیا

منہ پہ خورشید کے چھوٹے مہتاب
گال اس طرح بناتے[2] ہو تم

کچھ کرسکا نہ آن کے دنیا میں اے بتو
مجھ سا بشر خدا نے بنایا تو کیا ہوا

جھوٹی سچی لگا رہے ہو
اولٹی سیدھی سنا رہے ہو

دھیان ہے زنجیرِ گیسو کا مجھے
بیڑیوں کی فکر میں حدّاد ہے

رمز یہ سب دعویٔ شعر و سخن
فیضِ نامِ نامی استاد ہے

رنگؔ ۔

رنگ تخلص، شخصے است از سکنائے حیدرآباد اوراست سے

---

[1] ب میں موٹھ
[2] ب میں پھلاتے

رنگ ہٹ دھرمی سے کچھ ہوگا نہیں　　راستی سے راستہ ہو جائیگا

رنگینؔ ۔ مرزا غلام علی بیگ

رنگینؔ تخلص، مرزا غلام علی بیگ سکنۂ این دیار از طبقۂ اولی است، و راست ؎

آج ہے رنگ شقائق کچھ چمن میں زور سرخ
کیا عجب ہے ہو پرِ طوطی و بالِ مور سرخ

ہوں قتیل اس قاتل بیرحم کا تا روز حشر
جوشِ خوں سے کیا عجب آوے نظر میں گور سرخ

رونقؔ ۔ میر رونق علی خاں شاہ یار الملک

رونقؔ، تخلص میر رونق علی خاں شاہ یار الملک ثانی در اوائل شاگرد ذوالفقار علی خاں صفا بودند در اواخر تلمیذ حضرت فیض و از حضرت ممدوح کلامش رونق یافت و راست ؎

جو مزا مجھ کو ملا سو گاہ دونوں کو ملا　　گل سے بلبل شمع سے پروانہ میں تجھ سے جلا[۱]

ایک نے بھی ٹھیک بتلایا نہ کوئے یار کو　　گرچہ فرطِ شوق نے قاصد کیا دو چار کو
کس سے رکھا چاہیئے عالم میں اب چشم ولا　　چھوڑتی ہے جان بھی اکروز[۲] جسم زار کو
جبہہ سائی کی تمنا کبتی ہے جبینہ کی جا　　کھونس دے پگڑی میں لیکر کفشِ پائے یار کو

۱؎ ب میں "ملا" ہے۔ (مرتب)　　۲؎ ب میں "یکروز" لکھا ہے۔

حرف زاء معجمہ

زآر محی الدین حسین

زار تخلص ، محی الدین حسین ہمشیرہ زادہ محمد حبیب اللہ ذکا درین شہر از مدتے اقامت پذیر اوراست ؎

سراپا یار کا صناعیِ باری تعالیٰ ہے — ڈھلا سانچہ میں جثہ ہے قیامت قدِ بالا ہے
نہ پایا زآر نے جب لفظ کوئی قابلِ بندش — بڑی محنت سے آخر قافیہ کو باندھ ڈالا ہے

زخم ۔ بسم اللہ خاں

زخم ، نامش بسم اللہ خاں در دار العلوم بلدۂ حیدرآباد مدرس فارسی است شاگرد حضرت فیض اوراست ؎

ہوں گے فضائے باغ میں دو تین چار رنگ
رکھتا ہے گلعذار ہمارا ہزار رنگ
ناصح زبان کو بند رکھ اس پند گوئی سے
دیکھے ہیں میرے زخم نے ایسے ہزار رنگ

زعم ۔ شخصے حال

زعم تخلص ، شخص حال شاگرد حضرت فیض ست اوراست ؎

گر حال سناؤں چشم تر کا — پانی ہو لہو ہر اک بشر کا
اے زعم نہ کر کسی کا شکوہ — ہے مسئلہ یاد خیر و شر کا

نالہ اپنا سر سے اونچا ہوگیا　　دفعتاً میں کیا تھا اور کیا ہوگیا
میں بھی حیراں ہوں کہ اے عمر رواں　　آتے آتے موت کو کیا ہوگیا
گہہ ماشہ مزاج آپ کا ہے گاہ ہے تولہ　　مجھ سے تو برابر کبھی تولا نہیں جاتا
دیکھا جو روئے یار کو جام شراب میں　　اک آفتاب آیا نظر آفتاب میں

زکی ۔ شیخ محمد

زکی تخلص، شیخ محمد بلگرامی شاگرد شیخ گوہر علی تشیر تلمیذ مرزا سلامت علی دبیر لکھنوی مرثیہ گوئی شعار بود[1] گاہ گاہ غزل ہم می گفت تہور جنگ بہادر کہ از امرار این دیار اند صد روپیہ ماہانہ مقرر فرمودہ و در آخر سال در عشرہ شریف در معاوضہ دو از دہ مرثیہ می گرفتند و از سرکار جناب مدار المہام سرکار آصفیہ یعنی نواب مختار الملک بہادر صد روپیہ مواجب ہم میسر می شد۔ چندے از نافہمی برطرف شدہ از محمد وجہ الدین خاں معنی بر لفظ صلوٰۃ بہ تحریر رسالہ مناظرہ کردہ زک خورد، چہ خوش گفت ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی　　کہ بر آسماں نیز پر داختی

من بعد رخصت دو سہ سالہ گرفتہ بہ قصبۂ بلگرام وطن خود رفت و در انجا در ۱۲۸۷ھ جان بحق تسلیم کرد و مراثیہا بسیار گفتہ، در فصحار شہر شمردہ نمی شود کہ آخر مرد قصباتی بود واین چند ابیات از وست ؎

بہار آئی ہے صاحب دل نکلے ہیں شورش و شر پر
یقین گلبانگ کا ہے نعرۂ اللہ اکبر پر
جنوں کے جوش نے لی جان شیدائے محبت کی
نہ او ترا مرتے مرتے اس طرح کا جن چڑھا سر پر

---

[1] ب میں "شعار خود ساختہ"

کشاکش ہے طریقِ امتحاں میں جادۂ مقصد
نہ آئے حرفِ شکوہ لب پہ گو آرے چلیں سر پر
زکی میں اس کے غم میں خون دل آنکھوں سے رونا ہوں
کہ جس عاشق نے کی بہرِ شہادت مہر محضر پر

زوّر ۔

زور تخلص شخصے است و ایں دو شعر از دست سے

اشتیاقِ حال سے زلفوں میں جا کر دل پھنسا
ایک دانہ کے لئے محبوس ہوں دو دام کا
مجھ کو دم دے دے کے مارا ابروئے سفاک نے
شور برپا ہو گیا اس تیغِ زہر آشام کا

زوّر ۔ غلام نبی

زور تخلص غلام نبی رسالے از مردم اینڈ یار شاگرد میر احمد علی عصر اوراست سے

کرتے جاں بخشی تو کچھ دور نہ تھا	میرا جینا انھیں منظور نہ تھا
دیکھا جب چشمِ حقیقت سے زوّر	پاس تھا یار مرے، دور نہ تھا

حرف السین

سالک ۔ مرزا قربان علی بیگ

سالک تخلص مرزا قربان علی بیگ شاگرد مومن و غالب ۔ وارد حیدر آباد شد شربتِ اجل چشید اوراست سے

احباب عیادت کو مری آئے ہوئے ہیں	پر حال کچھ ایسا ہے کہ گھبرائے ہوئے ہیں

سحر ۔ محمد ظہور علی

سحر۔ تخلص عمدۃ العلماء مولوی محمد ظہور علی صاحب خلف مولوی حیدر علی مرحوم ساکن بلدۂ حیدرآباد الیشان راست ؎

خوف ہے عالم تہ و بالا نہ ہو جائے کہیں — چھوڑ دے چڑھنا اُترنا اے پریرو بام کا
کعبۂ رخ کی تمنا میں ہوئی پرواز روح — چاہیئے میرا کفن ہو جامۂ احرام کا
کھٹکے نہ میری آنکھ میں کیوں دمبدم کمر — باریک بال سے ہے تمھاری قسم، کمر
ابرو و چشم یار سے بچنا محال ہے — دونوں نے قتل پر مرے باندھی بہم کمر

سخن ۔ میر غلام مصطفیٰ

سخن۔ تخلص شاعر عالی مقام میر غلام مصطفیٰ نام مشورۂ سخن بہ رائے مچھی نارائن تخلص صاحب میکرد طبعش برجادۂ استقامت رواں کلامش از رطب و یابس برکراں وضعش مرغوب و پسندیدہ طرزش دلکش و سنجیدہ در اداۓ صبا انکار حضرت موصوف بحک اصلاح الیشان درست شدہ از اشعار آبدار الیشان است ؎

نہ ایسا بیخود و بیہوش و دیوانہ سمجھ مجھ کو — بہ کار خویشتن ہشیار و فرزانہ سمجھ مجھ کو
اگر تو شمع محفل ہے تو پروانہ سمجھ مجھ کو — پری گر آپ کو سمجھے ہے دیوانہ سمجھ مجھ کو
یاقوت سے مرجان بھی گو سرخ زیادہ ہے — پر لعل لب جاناں وہ سرخ زیادہ ہے
اسے غنچہ نہ پہونچیگا جو تنگیٔ دہن یہ ہے — نہیں جائے سخن اسمیں سخن جائے سخن یہ ہے
دماغ و روح کو نافہ ہے زلف و خط محبوباں — مگر وہ عنبر سارا ہے اور مشک ختن یہ ہے
اشک سے چشم تر نہیں جلتے — گرم پانی سے گھر نہیں جلتے

سخی ۔ خیراتی صاحب

سخی۔ تخلص خیراتی صاحب شاگرد مرزا مسیتا منتہی ۔ نواب روشن الدولہ مغفور

ویرا بہ فرزندی برداشتند ایشا نراست ؎

پھر ہوا دِل سے بتوں کا عشق دور | حق نے پھر بتخانہ کو کعبہ کیا

سخیؔ ۔ محمود خاں

سخیؔ تخلص، محمود خاں از طبقہ سابقہ است اوراست ؎

یاد جب آتی ہے اوس دامن کی مجھکو تور سرخ
اشک خونی سے مرے ہوتا ہے بحر شور سرخ
کوئی لے آئے یوں سمجھا کے اوس غارت گرجانکو
کہ ہچکی لگ گئی ہے اب ترے بیمار ہجراں کو

سراجؔ ۔ سید سراج الدین علی

سراجؔ تخلص، مولوی سید سراج الدین علی سلسلۂ نسبش بہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ میرسد واز اولاد سید حسین صاحب مدرس مدرسہ محمد آباد بیدر اصل الیشان از بیدر ست وشاگرد از میر علی حسن اشکؔ وایں چند ابیات از فکر الیشان است ؎

صہبائے عشق ساقی کوثر سے مست ہیں | پیمانہ کش ازل سے ہیں ہم اس شراب کے
رواں ہے نہر مری چشم اشک بار نہیں | گل شگفتہ ہے دل غم سے داغدار نہیں
جہاں میں دولت وحشمت کا اعتبار نہیں | ہمیشہ اس چمن دہر میں بہار نہیں

سردارؔ ۔ سردار علی خاں

سردارؔ تخلص، سردار علی خاں سلمہ الرحمان از قوم افغان بنی نژاد محمد زئی مولدش قمر نگر عرف کرنول سرکار امتیاز گڑھ صوبۂ دار الظفر کہ آبا و اجدادش دھونڈاری المعروف بہ اعظم نگری والدش با پدرِ خود بہ ترکِ توطن ہندوستان رختِ سفر بدکن کشید نواب محمد الف خاں مرحوم والئی کرنول نیوازش جاگیر و منصب بہ مقربان بارگاہ خود

اختصاص بخشید بعد مدت مدید بانقلاب روزگار بعہد حکومت نواب غلام رسول خاں بہادر خلف نواب مرحوم ملک کرنول از قبضہ اش بدر رفت و تسلط ریاست انگریزی واقع شد خان مزبور مع اہل و عیال بہ بلدۂ حیدرآباد رسید و بہ نسبت تلمذ با بندگان حضرت فیض منسوب بودہ الحال از راقم آثم نسبت استفادۂ این فن میدارد بہ علوم مالابد بہ دست گاہ معتد بہ موصوف و نظم و نثرش فارسی و ہندی خیلے دلآویز و اشعار ذیل یادگار از نتائج طبع اوست ؎

طغرا ان یکاد ہے، خط نونہال کا
کیا غم کمال حسن کو عین الکمال کا

ہرگز نہیں یقینِ کمر ہم کو اے میاں
آئینہ شکم میں مظنہ ہے بال کا

جو سخن منہ سے نکل جاتے ہیں
مثلِ دُر سانچہ میں ڈھل جاتے ہیں

سامنے شعلۂ رخسار کے ہم
موم بن بن کے پگل جاتے ہیں

خامہ ہمارا منتظمِ باغِ عام ہے
ارزاں فروشی ثمرۂ شیریں کلام ہے

دست اندازِ مضامینِ بلند
پھر ہوئی طبع رسا سردار کی

تنِ پُر خم ہوا ناخن سراپا
کھلا عقدہ نہ اس بندِ قبا سے

سرورؔ - میر مصطفیٰ

سرورؔ تخلص میر مصطفیٰ اوراست ؎

ہیں ہزاروں ہی مرے سینۂ پُلے داغ پہ داغ
دیکھ کر جن کے تئیں ہوئے دلِ باغ پہ داغ

جو اوسکی بزم میں لے جاؤں اپنے داغِ سوز انکو
نہ روشن پھر کرے ہمدم کوئی شمع شبستانکو

کر نہ آغاز محبت عشقِ بد انجام سے
سرکشی ہے پختہ مغزوں کو خیالِ خام سے

سعد - محمد برہنہ

سعد۔ تخلص منشی محمد برہنہ صاحب شاگرد حضرت فیض الیشان راست ؎

برسوں وصالِ یار سے اے سعد خوش رہا — چندے غم فراق اٹھایا تو کیا ہوا
میں ہوں قربان ترے ہاتوں پر — تیر ایک اور لگایا ہوتا
جو ہے آرام اپنے کمل میں — نہ ہے وہ شال میں نہ مخمل میں
حجاب آتا ہے کہنے کو عزیزو حالِ دل اپنا — خدا کی بندگی چھوڑی بتو نکی جاں فشانی میں
وحشی اپنا بنا کے مجھ کو — جنگل جنگل پھرا رہے ہو
میں تو ابجد خواں مگر مشہور ہوں — اور الف بے تے پڑھاتے ہو کیسے
سو بار اوسکی میری اگرچہ تنی بھی ہے — بالکل بگاڑ بھی نہ تھا ایسی بنی بھی ہے
بے رُخ نہ چار لوگوں میں ہوں اس طرح حضور — مجھ سے ہزار تم کو اگر دشمنی بھی ہے
نہ دیکھا ہر و مہ کو بھی سوائے عارض روشن — عجب خوبی قسمت ہے کہ تپسر بد گمانی ہے

سعید - میر احمد علی خاں

سعید تخلص میر احمد علی خاں از طبقہ پیشین است از وست ؎

وہ بتِ سفاک آیا سج کے جوڑا زرد سرخ — جس کے پر تو سے شہیدوں کی ہوئی ہے گور سرخ
بھلا کیوں کر نہ ہو حاصل سراسر رشکِ نیسانکو — جو یوں گوہر فشاں دیکھے ہماری چشمِ گریانکو

سہو - سید حبیب شاہ

سہو تخلص سید حبیب شاہ از عزیزان سید جیلانی صاحب مرحوم مرشد سوناجی پنڈت متوفی وضعِ خود چوں فقرائے بیباک و رندمیدارد او راست ؎

جھگڑے میں کفر و دیں کے گرفتار کر دیا — اللہ بُرا کرے کہیں اس امتیاز کا
کاش وہ لطف و کرم سے اے سہو — مجھ کو نزدیک بٹھایا ہوتا

حرف شین معجمہ

شاد ۔ مرزا رحمت اللہ بیگ

شاد تخلص مرزا رحمت اللہ بیگ ساکن حیدرآباد شاگرد شہید دہلوی او راست ؎

شاداب ۔

شاداب ۔ حالش بسانِ نام در حجاب از دست ؎

اے آسمان سیکھ چلن امتیاز کا | تجھ کو نہیں خیال نشیب و فراز کا
رمقِ جان ابھی باقی ہے | ہاتھ اک اور لگایا ہوتا
کیا اعتبار ہو مجھے اسکی زبان کا | مجھ سے ہزار قول کئے پر پلٹ گیا[1]
کیا ہے دخل پیدا کیا مزاج یار جانی میں | شریکِ حال رہتا ہوں میں ہر رازِ نہانی میں

شاداں ۔ چندولال

شاداں تخلص، مہاراجہ راجہ چندولال متوفی، مدار المہام سرکار آصفیہ خلف نرائن داس کھتری باشندہ رائے بریلی شاگرد شاہ نصیر دہلوی با وصفِ ہجوم کارِ وزارت بدین مائل و قدردان اہل ہر فن لاسیما سخنوراں بغایت در مقام التفات بود کہ اکثر شعرار نامدار مثل شاہ نصیر و طوفان وغیرہ بمدحش رطب اللسان بودہ اند و بسیار ستودہ ردئی بہ جائزہا مراعات نمودہ و مدام محفل مشاعرہ نیم شبے ترتیب می داشت گویند کہ تخلص

---

[1] یہ شعر (ب) میں نہیں ہے ۔

مذکور از حکیم دانا نامی بجلدوی دو ہزار روپیہ و یک دو شالہ ابتباع نمودہ دو دیوان فارسی وہندی میدارد، او راست ؎

کیا جنس ہے تو دل سے خریدار ہوں تیرا | آجا تو نظر طالب دیدار ہوں تیرا
شادآں تو اسی بات پہ دن رات ہے شاداں | تو بخشے نہ بخشے میں گنہ گار ہوں تیرا
معشوق کے آنے کی شتابی خبر آوے | اللہ کرے دل کی یہ امید بر آوے

شآن ۔ میر لطف علی خاں

شان تخلص، میر لطف علی خاں منصب دار، او راست ؎

جو ہوے گھائل ہیں تیغِ ابروے خمدار سے | اون شہیدوں کے ہے خون سے آج تک ہر گور سرخ

شآہ ۔ میر روشن علی

شاہ تخلص، میر روشن علی عرف بادشاہ صاحب در سرِ بے تعلقی مواجب پنجاہ روپیہ منصب ترک کردہ قامت حال خود را بہ لباس درویشی آراستہ داشت او راست ؎

جان و دل ہم دے چکے آغازِ عشقِ یار میں | طور کیا ہوتا ہے آگے دیکھیے انجام کا
آفت ہے کیا بلا ہے تری اے صنم کمر | ہے لب پہ عاشقوں کے یہی دمبدم کمر
نظر میں روے جاناں ہے مرا دل رشکِ بستاں ہے | مرا دل رشکِ بستاں ہے نظر میں روے جاناں ہے
نہایت شآہ حیراں ہے پلا دو جام وصل آکر | پلا دو جام وصل آکر نہایت شاہ حیراں ہے

شائق

شائق تخلص ...... او راست ؎

گردش زدوں کو اپنے ہے گردش دکھائے سانپ
کاکل پہ میں مروں، مری نظروں میں آگے سانپ
اے شوخ کجکلہ، تری الفت سے حق بچائے
باندی ہے تیری ٹوپی تو چوٹی ہے وائے سانپ

شتاب ۔ شتاب رائے

شتاب، تخلص، شتاب رائے، از وست ؎

فصل گل میں موجزن ہو جیسے دیوانہ کی روح
بشیشہ وے میں بھری ہے ویسے مستانے کی روح

شجیع ۔

شجیع، تخلص شخصیست از تلامیذ حضرت فیض اوراست ؎

دیپک کس کو ستار ہے ہو — تو کا دل میں لگار ہے ہو
لیلیٰ جب سے شجیع کے ہو — مجنوں سب کو بنار ہے ہو

شجیع ۔ منصب الدین خاں

شجیع، تخلص، منصب الدین خاں از طبقۂ پیشین است، از وست ؎

شورِ دل سے میرے قیس و کوہکن وحشی ہوئے
میری وحشت کا ہے بس دنیا میں عالمگیر شور

جس کو کہ اوس کے ہو لب و دنداں کی احتیاط
ڈر کی کرے نہ لعل بدخشاں کی احتیاط

شخص ۔ خواجہ سبحان علی خاں

شخص، تخلص خواجہ سبحان علی خاں مرد معمر واز سالہاسال مشق سخن میکند از شاگردان حضرت فیض از وست ؎

شخص دل سے اپنے تو لہو و لعب کو چھوڑ دے
کام وہ کر لے جو ہو دنیا میں تیرے کام کا

کیسی ہے اور کہاں ہے کدھر ہے بتا کبھی
آتی نہیں نظر مجھے تیری صنم کمر

شرر ۔ صحت طلب خاں

شرر تخلص، صحت طلب خاں برادر حکیم عافیت طلب خاں طلب کہ از حکمائے نامداران بلدہ بودند بلند فکر و خوش طبیعت اکثر مائل بہ اہاجی رکیکی بودہ، ازوست ؎

منہ تراد یکھے سواتن سے نہیں جلنے کی روح یاد میں زلفوں کی جوا ٹکی ہے دیوانہ کی روح

شرر ۔ سید محمد علی

شرر تخلص سید محمد علی ابن میر ولایت علی ساکن دہلوی شاگرد اسد اللہ خاں غالب وارد حیدرآباد شدہ بود ازوراست ؎

اس کے دہن پہ میرا دہن، کل کی رات تھا میں مثلِ خضر، مالکِ آبحیات تھا

شرف ۔ میر جیون علی

شرف تخلص میر جیون علی صاحبزادہ عرف نظام بادشاہ تلمیذ حضرت فیض ازوراست ؎

کوچۂ دل دار میں ٹھیری ہے اپنی بود و باش دیر و کعبہ ہم نے بخشا کافر و دیندار کو

شرف ۔

شرف، تخلص، شخصے بود، ازوست ؎

کبھی ملتے ہیں وہ مہندی کبھی صندل لگاتے ہیں

نہ آنا ہے نہ جانا ہے یہی ہر دم بہانہ ہے

شرق ۔ گوہر علی

شرق تخلص، گوہر علی از شاگردانِ فیض، در ۱۲۷۶ھ بخانہ خویش واقع شاہ علی بنڈہ چہاردہم ہر ماہ محفل مشاعرہ منعقد میداشت و از علم چنداں بہرہ نمیدارد ازوست ؎

نوکِ مژگاں سے تری نادم ہے پیکاں تیر کا

اور ابرو پہ ہے قاتل خاتمہ شمشیر کا

گلِ عشرت کھلے دایم نسیم کامرانی سے
خدا رکھے تجھے سرسبز باغِ زندگانی میں

فتنے اٹھتے ہیں جو گھر سے کوئی دلجو نکلے
قہر ہو جائے جو وہ کافر بدخو نکلے
چشم اور زلف کا وحشی ہوں مجھے دیکھے اگر
سانپ بانبی سے چلے دشت سے آہو نکلے

ششدر۔

ششدر تخلص .... اور است ؎

ہے یاد ہمیں یار کا تلوا کئی دن سے
ہے دل میں خیالِ یدِ بیضا کئی دن سے

شفا۔ حکیم محمد علی خاں

شفا تخلص، حکیم محمد علی خاں عرف چھوٹے صاحب سکنہ این دیار، از طرف حضرت دلاور النسار بیگم صاحبہ قبلہ مدظلہا در زمرۂ اطبائے حضرت بندگان عالی داخل از وست ؎

برسوں پڑے رہے حرم و دیر میں مگر
راضی خدا رہا نہ کبھی خوش صنم رہا

چشمِ بیمار کے تصوّر میں
ہے شفا اپنے گھر میں غمگیں سا

سخت جانی سے میری مقتل میں
اُن کی تلوار آگئی بل میں

میکشوں کو کیا دفینا چاہیئے
میکدے میں جام و مینا چاہیئے

دل جدھر آیا ادھر ہی آگیا
عاشقوں کو کیا قرینا چاہیئے

آنکھ میں آنسو بھرے ہیں اے شفا
روغن بادام پینا چاہیئے

کڑے فقرے جو وہ سناتے ہیں
منکا گردن کا میری ڈھلتا ہے

شکر۔ محمود مرزا

شکر تخلص محمود مرزا مہین پور حسن مرزا قصد از دست شاگرد جناب فیض ؎

شمس۔ میر ضیاء الدین

شمس، تخلص، میر ضیاء الدین احمد سلمہ اللہ تعالے فرزند حضرت فیض او راست ؎

صدقے ترے رخسار پہ ہیں پھول چمن کے — سودائی ہیں سنبل تری زلفوں کی شکن کے

محلہ میں تمھارے جو رہا ہے — زمانہ اوس کا دشمن ہو رہا ہے

غنیمت جان لے تو زیست ناداں — عبث کیوں عمر اپنی کھو رہا ہے

شمس۔ میر اکبر حسین

شمس تخلص میر اکبر حسین لکھنوی شاگرد سید صاحب تعشق باتفاق آب و خورش وارد این بلدہ شدہ بعد چندے بے نیل و مرام بوطن خود رفت۔ این اشعار خوش افکار ادست ؎

جو خاکسار خاک رہِ کوئے یار ہیں — اُن کے غبار رشک ابرِ بہار ہیں

عاشق سمجھ کے رخ کا یہ کہتے ہیں مجھ سے وہ — اُٹھئے شمس آفتاب پرست، اہلِ نار ہیں

شمع۔ میر کاظم علی

شمع[۱]، نامش میر کاظم علی پسر میر احمد علی شہید کہ حال شعلہ تخلص میکنند از وضع اناث بر آمدہ ترکیب ذکور[۲] گرفتند و در نظم ہندی و نثر فارسی قوتے دارد و در

---

[۱] ب میں " اناثت" ہے۔ [۲] ب میں " ذکورت" ہے۔

[۳] ب میں نہیں پور تحریر ہے۔

[۴] (ب میں) ہے شمس آفتاب پرست اہل نار ہیں۔

علم صنعت رسالہ مشوریہ بہ تتبع رسالہ جدید التواریخ محمد وجیہ الدین خاں متعیٰ کہ در مدح نواب مختار الملک بہادر مشہور ست "تالیف کردہ - اگر از انصاف بپرسند کمال محنت و عرق ریزی بکار بردہ - او راست ؎

کہتے ہیں اس بت کو ہندو تو گرد ہے رام کا
اور مسلماں کہتے ہیں تو شیخ ہے اسلام کا

اے شمع میں حباب ہوں دریا ہے حسن یار
باندھے نہ دل کے غرق پہ جیوں موج ہم کمر

شور - گل محمد

شور تخلص، گل محمد از مردم نجیب آباد" سابق کلام بطور خود میگفت" چوں وارد این شہر شدہ کسب سخن از حضرت فیض نمود و غنچہ کلامش از نسیم لطف حضرت ممدوح شگفتہ شد طبع خوش دارد او راست ؎

یہ کیا ظلم بتوں نے کہ خدا یاد آیا
دیر سے سوئے حرم میں پئے فریاد آیا

میری قسمت میں خوشی روز ازل کیوں نہ لکھی
لوحِ پیشانی لکھی تھی کاتب تقدیر بھی تھا

اوسی قامت کے سودے میں مرا سر دار پر آیا
مبارک ہو مبارک نخلِ الفت میں ثمر آیا

وہ شہیدوں میں لہو مل کے بھی داخل ہوا
یار کی تیغِ محبت سے جو گھائل ہوا

ہو رہا ہے ہر کہیں اب ذکرِ خیر
شورؔ بھی اک شہرۂ آفاق ہے

چلے ہیں وادی غربت سے شور سوئے وطن
کشاں کشاں لئے جاتی ہے آرزوئے وطن

موقوف ان سے آج ملاقات ہو گئی
پچھتا رہا ہوں ہائے یہ کیا بات ہو گئی

شوق - سید عبد القادر

شوق تخلص سید عبد القادر او راست ؎

یہ حوصلہ ہے مری آہ کی ہوائی کا
فلک پہ ہو گیا چرچا مری رسائی کا

شوقؔ ۔ غلام رسول بیگ

شوق۔ تخلص، غلام رسول بیگ ازوست ؎

ہوگئے رنگ حنا سے ہاتھ تیرے زور سرخ
پنجۂ مرجاں کی ہو جس طرح ہر ہر پور سرخ

شوکتؔ ۔ راجہ بجراج بہادر

شوکت، تخلص راجہ بجراج بہادر اوراست ؎

وہ نہ آئے کرکے وعدہ وصل کا   رات بھر بستر پہ ہم لوٹا کئے

شہوارؔ ۔ محمد حیدر

تخلص محمد حیدر فرزند ملک محمود جوہر الحال در بلدۂ حیدرآباد سکونت پذیر اوراست ؎

دیدۂ تر کے پھوٹ گئے پر دل نے بولا رد یہ کیا
اشک بہانا ہجر میں جس کے پیشہ تھا سو پھوٹ گیا

شہیدؔ ۔ غلام امام

شہید، نام نامیش غلام امام از گراں گوشی ازیں بلدہ شہرت یافتہ انداز مردم اکبرآباد بذریعہ محمد یار خاں محی الدولہ مرحوم در سرکار آصفیہ ملازم شدہ دریں بلدہ سکونت میدارند و در ہندی اہل لسان و در فارسی شاگرد مرزا حسن قتیل اند و در عشق حبیب رب از اہل قال و ہم صاحب وجد و حال اند و بر اصناف سخن فی الجملہ قدرتے داشتہ لاسیما مثنویات بلال و حنانہ کہ مشہور ست نیکو گفتہ قطع نظر از پالغز ہائے شاعری بمحاورہ عوام بد نہ گفتہ بلکہ داد بلاغت دادہ، الیشان راست ؎

دم بدم کہتے ہیں ارنی ارنی   ہوگئے غیب سے موسیٰ پیدا

کالک تو میرے منہ سے چھٹے اب کسی طرح | ہووے گذر مدینہ میں مجھ روسیاہ کا
سرسبز کیا ہو اوس رخ تاباں کے روبرو | کیا منہ ہے شمع بزم کا اور مہر و ماہ کا

آئی بہار جانفزا لائی گلستاں میں صبا پیغام وصل دلربا گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
موج صبا نے وا کیا ہر غنچہ کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہے صدا اب میں ہوں اور سیر چمن

محرم یہ کہتا تھا نہیں تشنہ لبی کا کچھ غم | دیدۂ تر کی قسم
قطرۂ آب یہاں کا ہے مرے حق میں سم | حوض کوثر کی قسم

عجب آئی بہار جاوداں ہے | گل خنداں ہے بلبل نغمہ خواں ہے
مسیحا کا بیاں ہاتف نے سن کر | پکارا ہاں نشاطِ جاوداں ہے

شہید ۔ میر احمد علی

شہید، تخلص میر احمد علی اصلش از شاہجہان آباد شاگرد شاہ نصیر دہلوی در فارسی و فنون زکیہ مہارتے میدارد مشق سخن بسیار حاصل حتی کہ بخشک مغزی اشتہار یافت واز مرخیاں ممتازی داشتہ کوس لمن الملک می نوازد، آرے ایں بادہ بہ ہمیں طرف میلان داشت، ادراست ؎

جلوہ عارض پر ہے اوس کے زلفِ مشکیں فام کا | سرزمیں پر روم کی اترا ہے لشکر شام کا
جام مے سے ہے عیاں موج و حباب و گرداب | جمع مستی سے ہیں یاں موج و حباب و گرداب
ہاں ترے فیض سراپا سے ہیں اے لجۂ حسن | دہن و چشم و زباں موج و حباب و گرداب
باندھے ہیں چست صورت بند قلم کمر | ہمت سے ہم نہ کھولیں گے اب مرتے دم کمر
پان کھاکر ہونٹ دکھلانے لگے | ہم شہید اور رنگ تم لانے لگے

شیدا ۔ بڑے شاہ میاں

شیدا، تخلص بڑے شاہ میاں ساکن بلدہ حیدرآباد ابیات ذیل از وست ؎

گفتگو جب یار نے وہاں کی تو میں یہاں پاگیا
خلق کرتی ہے گماں اس بات پر الہام کا

ہے غرض کعبہ سے مجھکو نے ہے نفرت دیر سے
ہے مساوی مجھکو رستہ کفر اور اسلام کا

شیدا ۔ نوازش علی خاں

شیدا نامش نوازش علی خاں حیدرآبادی مؤلف روضتہ الشہدا، اردو درمدح طرازاں راجہ چندولال شاداں بود او راست ؎

نظر آئے اس جانِ عالم کی صورت ۔۔۔ نہ دیکھوں کبھی عمر بھر غم کی صورت

شیر ۔ شیر علی خاں

شیر تخلص، شیر علی خاں منصب دار جوان رعنا و زیبا بود شاگرد حضرت فیض او راست ؎

صنم ہے جیسی نزاکت ترے بدن کے بیچ ۔۔۔ کہاں ہے ایسی لطافت گلِ سمن کے بیچ

شیفتہ ۔ محمد خاں

شیفتہ تخلص محمد خاں از ہمراہی غلام امام شہید فائز این بلدہ شدہ در شعر خود تلاش ماتمیانہ بسیاری کند و یاس تمام از کلامش می تراود و در دارالانشا سرکاری ملازم است او راست ؎

آج پہلو میں ہمارے دل ناشاد نہیں ۔۔۔ کس کو دے آئے کدھر بھول گئے یاد نہیں

شیفتہ ۔ محمد حسن

شیفتہ، تخلص محمد حسن در دورۂ راجہ چندولال شاداں بود از وست ؎

مہ میں اور اس قمر میں تفاوت نہیں ذرا — وہ نجم چرخ ہے تو یہ اختر زمیں کا
خوش ہے جو شب و روز باغ میں غنچہ — ہے فکر رخ تری رکھتا داغ میں غنچہ
ہماری دیکھے بلا جاکے باغ میں غنچہ — ہمارا آبلہ پا ہی ہے راغ میں غنچہ
ہم کب شب فراق میں آسودہ سو رہے — جب دل بھر آیا رو دئے اور چپکے ہو رہے

شیفتہ ۔ شخصے

شیفتہ تخلص، شخصے سکنۂ اینڈیا رست اوراست ؎

اوّل الفت، بھرا دل مجھ سے اُس خود کام کا — حال ظاہر ہو گیا آغاز میں انجام کا
مت اٹھاؤ اپنے کوچہ سے مجھے بہرِ خدا — جان دیدوں گا اجی میں شیفتہ ہوں نام کا
جیوں پیر ہو گئی ہے جوانی میں خم کر — توڑے کسی کی یوں نہ کہیں بارِ غم کر

حرف الصاد

صاحب ۔ لچھمی نارائن

صاحب تخلص رائے لچھمی نارائن از شعرائے قدیم اینڈیا رست و در فارسی
شفیق تخلص میکرد ۔ اوراست ؎

جس دم کہ یہ بہار نہ تھی بوستاں نہ تھا — تھی ذات باغباں کی یہ نام و نشاں نہ تھا
تری تو آنکھیں چراتے کو پا گئے ساقی — تو مت سمجھ کہ ہمیں رات کو شعور نہ تھا

صافؔ ۔ حیات الدین احمد

صافؔ، اسم شریفش ثنا راالحق حیات الدین احمد عرف اچھے میاں صاحب خلف الصدق دومی حضرت فیض، کلامش مانند تخلص صاف طبعش نقد سخن را صراف ازوست ؎

گر نہیں آپ سے وصال ہوا — یہ سمجھ لیجئے وصال ہوا
ایک بوسہ پہ آپ روٹھ گئے — کیا زری بات میں ملال ہوا
بھول جاتے ہیں بات ماضی کی — یہ زمانہ کا ابتو حال ہوا
دو چار دن میں ہوا ہے بہار خندۂ گل — نہیں ہے بادِ صبا اعتبارِ خندۂ گل
لحدستاں سے جب گزرتے ہیں — دیکھ کر مردے ہمکو ڈرتے ہیں
کرے تحقیر کوئی دنیا میں .... — وہ تو چھدا ہمیں یہ دھرتے ہیں
کیا کہیں حال دل تمھیں ہم صافؔ.. — جو جو قسمت میں ہے وہ بھرتے ہیں
ہوئی زیب گلوئے سیمتن زنجیر سونے کی — زہے طلعت زہے قسمت زہے تقدیر سونے کی
بتِ قاتل کا میں نے نام پارس نا کھدر رکھا ہے — چھری لوہے کی ہوتی ہے دمِ تکبیر سونے کی
آنکھیں پتھرا گئیں ہیں مدت سے — نیند آتی نہیں ہے فرقت سے
کیا روز قیامت سے شب تار بڑی ہے — ایک ایک منٹ ہجر میں اک ایک گھڑی ہے
نقشہ نہیں چہرے کا ترے روئے قمر میں — لاکھا ہے نہ کاجل ہے نہ مسّی کی دھڑی ہے
اے صافؔ سمجھ صحبتِ احباب غنیمت — کہتے ہیں جدائی کی گھڑی سر پہ کھڑی ہے
زمینِ عشقِ آفت خیز اگر لیں گے تو ہم لینگے — ترے کوچہ میں اے سفاک گھر لیں گے تو ہم لینگے
مٹی میں ملاتا ہے جوانی کو ہماری — دل ہے بتِ سفاک کا پتھر کئی دن سے
او بت سر بازار نکھر کر نہ چلا کر — کافر ہوئے جاتے ہیں مسلمان کئی دن سے

صبر - محبوب خاں

صبر تخلص محبوب خاں از قوم افغان سکنہ ایں دیار شاگرد حضرت فیض ہے

دہن جوں تنگ شکر نور سا لب
سُنے کتھے ہلے ہم منہ ہے تر الب (کذا)

صدق - غلام صدیق

صدق تخلص، غلام صدیق تلمیذ حضرت فیض خوش فکر بود در عین شباب از جہاں چشم پوشید اوراست ہے

اے شہ خوبی نہ میری ہڈیوں کو چھو کہیں
طائر رنگِ حنا اڑ کر ہما ہو جائے گا

کچھ تو عزمِ اثر، اطفالِ سرشک
سب میں کہارے نظر آتے ہو تم

اے صدق لے چلی ہے عدم کو کشاں کشاں
رکھنے وجود میں نہیں دیتی قدم کمر

جو رکھے پھول کر دے قبر میں دو تین روزن بھی
خیالِ روئے خوش منظر ہے مجھکو بعد مردن بھی

صفا - ذوالفقار علی خاں

صفا تخلص ذوالفقار علی خاں از ساکنانِ قصبۂ بریلی خود را از تلمیذ ان با بندگانِ میر تقی میر مرحوم متہم می ساخت فی الجملہ بمہارت سخن گوئی شعر را بطور یکہ دراں زمانہ رواج داشت بخوبی گفتہ خصوص مثنوی چھو منتر کہ در آرائش و عشق معشوق از خامۂ فکرش ریختہ بسیار باصفاست، از مائدۂ کرم شاہ یار الملک بہادر رونق وظیفہ خوار بود اشعار ایشاں بمحک اصلاحش درست و ہموار آوردہ اند کہ روزے بہادر موصوف مصرعے فرمودند ؎ ناتواں دل کو محبت کا خزینہ آیا - صفا گفت ؎ مور کے ہاتھ سلیماں کا نگینہ آیا اوراست ہے

بابا مری اس دولتِ ظاہر پہ نہ گم ہو
ٹک آنکھ اٹھا دیکھو جو ہم ہیں وہی تم ہو

پردیس کا جینا ہے صفا مرگ سے بدتر
تب لذتِ دنیا ہے کہ ساتھ اپنا کٹم ہو

گویند کہ بوقت نزع فرمود ؎

رفتہ رفتہ چھوڑ ہو کر دیس کے ہو گئے آخر صفا پردیس کے

طائر روحش از قفس کالبد پرواز نمود[۱]

صفا۔ میر پرورش علی

صفا تخلص میر پرورش علی شاگرد محمد فیاض الدین خاں فیاض از دست ؎

جب ظہور آپ کو منظور نہ تھا کوئی آمر کوئی مامور نہ تھا

بات کرنے میں خفا ہوتے ہو آپ کا پہلے یہ دستور نہ تھا

صفیر۔ محمد تقی

صغیر تخلص محمد تقی از مردم باشندۂ اینڈیار فرخ اوراست ؎

جس کے سودا سر میں ہو چشم بت خود کام کا

اس کو حاصل ہے تماشا گردش ایام کا

اوس مو کمر کی کس سے ہو تعریف اے صفیر سرچشمہ خضر کا ہے تو راہِ عدم کمر

صمد۔ عبد الصمد

صمد تخلص عبد الصمد نو مسلم قوم کالیتھ مدام مخمور میماند و در ہمیں حالت اکثر شعر می گفت در سخن گوئی تونے داشت و علم سیاق می افراشت استفادۂ شعر از حضرت فیض میکرد در آخر بیانش مقتضی اقرار نمی شد قدرے منحرف گشت، امروز وفاتش را پنج شش سال ست و این چند شعر کہ مشتے نمونہ از خروارے از دست ؎

یادِ کاکل میں تصور ہے رخِ گلفام کا ہے سوادِ کفر آئینہ مرے اسلام کا

---

[۱] و بسیار غزلہا و مراثی و مثنویات وغیرہ گفتہ (ب)

وائے قسمت رنج و غم میں عمر آخر ہوگئی
نام ہی سنتے رہے ہم خلق میں آرام کا

اے صمد پھر صاف گوئی پر طبیعت آگئی
پھر خیال آیا کسی کے عارضِ گلفام کا

میں چل گیا شراب برابر چلی نہیں
اے آسمان اتنی کبھی گردش بھلی نہیں

محبت کہاں کی محبت کہاں کی
لگا لی عبث میں نے علت کہاں کی

چکانا ہے کیسا یہ تکرار کیسی
یونہی چھین لو دل کو قیمت کہاں کی

تہمتیں جتنی ہیں دھرتے جاؤ
صمد خستہ کا ذمہ ہی سہی

موت آتی ہے نہ دلسوز پری ہوتی ہے
کشت امید نہ جلتی نہ ہری ہوتی ہے

طفل ابتر نے کیا فاش مرا راز صمد
گوہرِ اشک سے کیا بد گہری ہوتی ہے

اشک سے چشم نہ داغوں سے رہے دل خالی
جام ہوئے سے نہ ساقی سے ہو محفل خالی

پرمیشری پرشاد خلف دومی رائے راجہ رائے متوفی کہ یکے از عمائد بلدہ شاگرد حضرت فیض بود فی الجملہ میل طبع بسوئے نظم میداشت ازوست ؎

حرف ضاد معجمہ

ضبط - پہوکر چند

ضبط۔ تخلص پہوکر چند متوفی، شاگرد گلاب چند ہمدم، اوراست ؎

شب کرے اپنا قیامت نالۂ شبگیر شور
شور محشر کے بھی ڈالے کان میں یہ تیر شور

وصف جب لکھتا ہوں اس گل کا تو کرتا ہے صلا
صورت منقارِ بلبل خامۂ تحریر شور

شورش و وحشت کا عالم میں نہ کیوں ہو غلغلہ
کر رہی ہے ضبط اپنے پاؤں میں زنجیر شور

ضرب ۔ میر معزالدین

ضرب تخلص ۔ میر معزالدین اوراست ؎

ہے جامِ زندگی میرا لبالب	صنم بہر خدا اب تو ہلا لب

ضیا ۔ محمد عبدالرحیم

ضیا تخلص محمد عبدالرحیم سلمہ الکریم بن سیدی بشیر علاقہ طالب الدولہ مرحوم صوفی حال و صافی قال شعر را بہ متانت و پختگی تمام گوید، ضیاء نبوت، و مقام دستگیری، از تالیفات او بر صفحۂ روزگار یادگار عمرش قریب چہل خواہد بود بہ زیور علم و عمل آراستہ بہ صلاح و تقویٰ پیراستہ در اوائل بہ شاگردی معتقد میر احمد علی شہید و در اواخر تلمیذ حضرت فیض بلکہ ذرہ اش از حضرت ممدوح خورشید گشتہ ایں ابیات ازوست ؎

وحتیکہ انفصال وجود و عدم رہا
کب یہ حدوث لائقِ وصفِ قدم رہا

لڑیں ارادہ ہے آنکھوں کو گر لڑائی کا
گلہ میں منہ پہ کہوں بتوں کی کج ادائی کا

بوسۂ یار نہو علتِ غائی کیونکر
وجہ تقدیم بھی تھا موجبِ تاخیر بھی تھا

کی محبت جو نبیؐ دوسرا سے پیدا
خود بہ خود عشق ہوا مجھ کو خدا سے پیدا

شوقِ دیدار سبب ہے مری حیرانی کا
دھیان اوس زلف کا موجب ہے پریشانی کا

وہ جو نہیں ہے بزمِ طرب انتخاب میں
لذت کباب میں ہے نہ مستی شراب میں

ہے فنا اے دل سبھی کے واسطے
پر بقا اک ہے اوسی کے واسطے

کس طرح کی ضیا ہے کثرتِ علم
شہر اپنا گمر...... بخارا ہے

نازکے غمزے کے عشوہ کے بھبن کے اب کی
ہم ہیں صدقے ترے اس چال چلن کے اب کی

ضیغم ۔ محمد غضنفر

ضیغم تخلص مولوی محمد غضنفر ہیں برادر مولوی ظہور علی سحر اکثر بہ قصائد نعتیہ مالوف و بہ صفات حمیدہ موصوف متوطن لکھنؤ مقیم بلدہ[1] ، ایشان راست ؎

میں وہ ایذا دوست ہوں محفل میں اپنی بھول کر
ذکر بھی کرتا نہیں ہوں راحت و آرام کا
ان رقیبوں کی میں گیدڑ بھبکیوں سے کیوں ڈروں
اے میاں ضیغم غضنفر ہوں میں اپنے نام کا

جب سے تمھاری آئی ہے ہم کو نظر کمر
ہر لحظہ ہر گھڑی ہے زباں پر کمر کمر

ضیق ۔ میر زین العابدین

ضیق ۔ تخلص ، میر زین العابدین نبیرۂ میر عاشق حسین موسوی تخلص پور نواب میر محمد زماں بہادر برادر میر عالم مرحوم شاگرد حضرت فیض ، در عربی تا شرح جامی خواندہ در اوائل زمانہ ناموافق ماندہ الحال بہ دوم تعلقداری احسن آباد عرف گلبرگہ شریف منصوب ایشان راست ؎

سر سے پا تک تن پہ داغِ ہجر یاراں ہوگیا
یہ مرا کاہیدہ تن سرو چراغاں ہوگیا
تیغِ ناز رشکِ شیریں کی ملاحت دیکھئے
جو دہانِ زخم تھا میرا نمکداں ہوگیا

---

[1] شاگرد فیض (ب)

حرف طا

طالب۔

طالب تخلص ؎

نزع میں دیکھنا منظور نہ تھا | ورنہ آجاتے تو کچھ دور نہ تھا
حق سرائی کا برا ہو طالب | مستحق دار کا منصور نہ تھا

طالع ۔ رائے پہندولال

طالع تخلص رائے پہندولال تلمیذ حضرت ممدوح[1]، عمرش از شصت سالہ متجاوز خواہد بود ہنوز زندہ است و غوث صاحب فضل درآوان صبا در حلقہ شاگردی او آمدہ اند طبیعتش رسا دارد و ذہنش ذکا۔ از وست ؎

پور دریائے عشق کا ہے پاٹ | دیکھیں آنسو، اترتے ہیں کس گھاٹ
عشق خلقت میں عشق میں خلقت | عاشقوں کا سروپ ہے ویراٹ
ہیں غزالانِ حرم آنکھیں تو کعبہ ابرو | چشم ہے ایسی کسی کی نہ کسی کا ابرو
پس مردن خیالِ نرگسِ فتانِ جاناں ہے | ہمارا سبزۂ مدفن، چراگاہِ غزالاں ہے

طائر۔

طائر۔ تخلص، شخصے قدیم و ایں یک بیت از وست ؎

راضی مرے سے کیوں نہ رہے شہر یار عشق | آباد دم قدم سے مرے ہے دیار عشق

---

[1] حضرت فیض بجائے ممدوح (ب)

طلب ۔ حکیم عافیت طلب

طلبؔ تخلص حکیم عافیت طلب خاں مرحوم، از وست ؎

ہے چشم کے پیالہ میں غضب سرمہ کی رنگت ۔۔۔ قاتل یہ طپنچہ ہے شرر بار نگہ کا

طور ۔ حرمت علی

طورؔ تخلص حرمت علی طور کلامش نیکوست و "یک ایں شعر" از وست ؎

عشق کے آغاز سے واقف نہ تھا میں ہمدمو ۔۔۔ سچ ہے جو عاقل ہے رکھتا ہے خیال انجام کا

طوفان ۔ غلام محی الدین

طوفانؔ تخلص، غلام محی الدین تلمیذ جناب حافظ تاج الدین مشتاقؔ رسالہ عروض و قافیہ در ریختہ مسمی بہ قریب الفہم ریختہ کلک اوست و سخنوران معاصران خود را در عروض قافیہ تنگ می ساخت او راست ؎

دیکھ طوفاں میں عروضی ہوں ۔۔۔ تو غزل سے مری غزل نہ ملا

ہونے لگی چمن میں جو تعریفِ چشم یار ۔۔۔ پیوند ہو گیا گل عبہر زمین کا

کسے ہے پاسِ قدِ یار اسقدر طوفاںؔ ۔۔۔ الف کو آپ گراتے نہیں سخن کے بیچ

جاتا ہے جو وہاں خط وہیں آتا ہے پلٹ کر ۔۔۔ جس روز سے ہے آمدن و رفتن کا غذ

برگشتگیٔ طالع برگشتہ نہیں یہ ۔۔۔ دو باگ پہ پھرتا ہے مرا توسن کاغذ

ہے شوق اوسے کاغذِ بادی سے نہایت ۔۔۔ لازم ہے تجھے سیکھنا طوفاںؔ فنِ کاغذ

مثل نگیں نہیں ہے ہمیں نام کی تلاش ۔۔۔ آزاد کب کرے ہے سرانجام کی تلاش

گل اس کو دیکھ کے ہو جائے باغ میں غنچہ ۔۔۔ دہانِ تنگ سے جس کے ہے داغ میں غنچہ

طپش ۔ سید محمد

طپشؔ تخلص سید محمد عرف بادشاہ صاحب او راست ؎

چھاتی وہ میں نے کوٹی کہ مجھ کو خبر ہے طپش
چھاتی سے ان کی کھل جو دوپٹا الٹ گیا[۵]

حرف ظا معجمہ

ظلؔ - غلام محمد

ظل تخلص خواجہ غلام محمد شاگرد میر احمد علی صاحب عصؔر اوراست ؎

سرو قد جب ہو خراماں آئیگا گلزار میں
کھل کھلا کر گل نکل آئیں گے سو کھے خار میں

ظہورؔ - میر قلندر

ظہور تخلص میر قلندر شاگرد نادر حسین ناؔدر اوراست ؎

فقط غنچہ نہ صدقے اوس دہانِ تنگ پر ہوے
سمن قربانِ مو ہو گل تصدق رنگ پر ہوئے

ظہورؔ - مرزا عابد بیگ

ظہور تخلص، مرزا عابد بیگ اوراست ؎

جاتا ہے سر سے چل کے بشر ہر زمین کا | کیا مرتبہ حجاز کی ہے سرزمین کا

ظہیرؔ - سید جعفر

ظہیر تخلص سید جعفر باشندہ حیدرآباد دکن پور سید محمد عرش نسبت و ہیچ

---

۵ سرک گیا (ب)

خواہد بود اورا از محمد سرفراز علی وصفی تلمذ حاصل طبعش از دہ سال بطرف شعرگوئی مائل اوراست ؎

شوق نے کوچۂ محبوب میں پہنچاکے کہا — دلِ بیتاب کو آرام یہاں ہے کہ نہیں
آنے نہ دیتے تھے جو مجھے در کے سامنے — اب گھر بناتے ہیں وہ مرے گھر کے سامنے
اٹھو ظہیر بت نے دیا ہے کہیں جواب — کیا بیٹھے باتیں کرتے ہو پتھر کے سامنے
پیری میں اتقا کے عوض بادہ خواریاں — موئے سفید ہے کہ شبِ ماہتاب ہے
لاش پہنچی جو مری کوچۂ جاناں کے قریب — غل ہوا عاشقِ شیدا کی برات آئی ہے

ظہیر۔

ظہیر تخلص، شخصے ست از اہالی اینڈیا رفرخ ازوست ؎

کیوں نہ دوں دل کہ حق ہے دلبر کا — آئنہ مال ہے سکندر کا
تم نہ سمجھو شکایت اپنی ہے — ہم گلہ کرتے ہیں مقدر کا

حرف العین

عار۔

عار تخلص، شخصے ست شاگرد حضرت فیض اوراست ؎

خدا کے واسطے قاصد بت بد عہد سے کہدے
کہ میرا ناک میں دم ہے لبوں پر آگئی جان ہے

عارف ۔ غلام علی شاہ قادری

عارف تخلص غلام علی شاہ قادری از قریبان موسیٰ صاحب قادری مرحوم، ازوست ؎

مشک وگلاب وعطر کی حاجت نہیں یہاں ہوگا دماغ گل کا معطر چمن کے بیچ
ہے کسی کا ہراک جدا تعویذ حال عاشق کا ہے سوا تعویذ

عارف ۔ مرزا عارف بیگ

عارف تخلص مرزا عارف بیگ ہندوستانی، سلام ومرثیہ ہم می گفت۔ دریں بلدہ وفات یافت ۔ اوراست ؎

زیر کاکل رو یئں اوس گلرو کے ہیں گفتگو سرخ
ایک جا باہم ہوئے مور سیہ اور مور سرخ

عاشق ۔ خوش وقت علی

عاشق اصلش از دہلی خود لکھنوی نام ایشان خوش وقت علی خاں بود از قوم افغان تخلص خورشید شاگرد نواب فتح الدولہ برق است در مزاج نوعے جنوں داشت بہمیں علت در آنجا بر کدام امیر کار دکشیدن بعد بخوف تہنک آبرو دریں بلدہ آمدہ تبوسل سید معین الدین حسینی عرف شاہ خاموش مرحوم در سرکار نواب نظام الملک نظام الدولہ میر فرخندہ علی خاں مرحوم غفران منزل بمشاہرہ یکصد روپیہ در منصب ملازم شدہ نام خود شاہ حسین وعاشق تخلص کرد، طبعش عاشقانہ وضعش بیگانہ عرصہ چند سال می شود کہ وفور جنون گردید بہمیں حیلہ دست اجل بہ گریبانش رسید اوراست ؎

صور کے نالے کروں گا دل اگر آجائیگا اس طرف سے عالم فانی ادھر آجائیگا
میں آسماں کو دیکھ رہا ہوں جلا ہوا پائے نگاہ میں یہ بڑا آبلہ ہوا
بوسہ لیا ہے موندڑ کے ٹھنڈی[۱] حضور کی کھایا[۲] ہے میں نے سیب زنخداں چھلا ہوا

---

[۱] تہوڑی (ب) [۲] پایا (ب)

آہ عاشق فلک نہ دیکھ سکا　　لکھنؤ شہر کیا سہانا تھا

جگمگتے پریوں کے عاشق اپنے دم کے ساتھ تھے　　لکھنؤ میرے چلے آنے سے ویراں ہوگیا

ذبح کردے مجھے روا ہے کاٹ　　پھر چھری پھیر دے گلا ہے کاٹ

بچ گئی لوٹ سے اتنی مری مینا نگری　　کہیں دو چار دوکانیں کہیں دو چار چراغ

دونوں ہاتھوں سے بجے گی تالی　　دون کی مجھ کو سناتے ہو تم

آئی فصلِ بہار آئی　　مرغانِ چمن پکارتے ہیں

کنجِ عزلت میں پڑے ہیں خفقان ہوتا ہے　　سانپ پھرتے ہیں لکیریں نہیں دیواروں میں

ساقی آتا ہے کس طرف سے　　شیشو گردن اٹھا رہے ہو

تقریر کی دیکھ لی روانی　　گویا دریا بہا رہے ہو

تقصیر بھی ہو کوئی خطا ہو　　تم آپ ہی آپ کچھ خفا ہو

ہم رند فقیر زاہدا ہیں　　گالی دے جا ترا بھلا ہو

صدمے ہیں جیتے جی پسِ مردن عذاب ہے　　دونوں جہاں میں کیا مری مٹی خراب ہے

لحد میں یہ سب بل نکل جائیں گے　　مرینگے تو سانچے میں ڈھل جائیں گے

ہو جاؤ بے حجاب اندھیری ہے رات ہے　　اوڑھے لپیٹے بیٹھے ہو یہ کون بات ہے

خفا ہو وصل میں بھی تم ہماری موت آئی ہے　　نہیں رکھا ہے تکیہ بیچ میں، تربت بنائی ہے

عاصی ۔ رحیم الدین خاں

عاصی تخلص رحیم الدین خاں از مردم حیدرآباد او راست ؎

بت ہمارے بھی گھر آیا ہوتا　　کون سا دن وہ خدایا ہوتا

کرکے ابرو ہی سے عاصی کو شہید　　جوہرِ تیغ دکھایا ہوتا

عاصی ۔ لطف علی خاں

عاصی تخلص لطف علی خاں منصب دار شاگرد حضرت فیض اوراست ؎

سناہے مار گے رہتاہے من دہن کے بیچ
فسونِ زلف سے ہے مار اپنے من کے بیچ

عافیت ۔

عافیت تخلص اوراست ؎

جب سے دل میں ظہور یار ہوا　　پردہ غفلت کا در کنار ہوا

عاقل ۔ شیخ محمد

عاقل تخلص شیخ محمد اوراست ؎

چھوڑ دو شوقِ حنا اور خون دل میرا ملو
گر تمھیں منظور ہے مہندی کے ہونا چور سرخ

عالم ۔ غلام سید عالم

عالم تخلص غلام سید عالم صاحب مشائخ ساکن اندرون دروازہ چادر گھاٹ اوراست ؎

ٹوٹ جائیگی نگاہ تنگِ عالم کی کمر　　وہ سمندِ ناز جس میداں میں کستا جائیگا

عبد ۔ سید عبدالوہاب

عبد تخلص سید عبدالوہاب نبیرۂ سید امام عرف فقیر صاحب جوان نوخیز شاگرد میر احمد علی عصر صاحب اوراست ؎

بھاتی ہمیں سرکار کی اک بات نہیں اب　　جو کہتے ہیں اس کا کوئی اثبات نہیں اب
بے خوف لئے پھرتے ہیں ان کو سر بازار　　ان کی مری رستے کی ملاقات نہیں اب

عتیق ۔ میر غیاث الدین

عتیق تخلص میر غیاث الدین اوراست ؎

کھلے ہزار طرح یار و باغ میں غنچہ | ہنسے ہے او سپہ جو ہے دل کے داغ میں غنچہ
چمن میں چاروں طرف سے یہی پکارا ہے | رہیگا دیکھیے کب تک دماغ میں غنچہ

عجب ۔ سید عبداللہ

عجب تخلص، سید عبداللہ از اقربائے مغربی صاحب مرحوم اوراست ؎

کس طرح پیئیں مئے مستوں کے اودھم سے میانِ میخانہ
اب شیشہ و ساغر پیر مغاں یک ٹوٹ گیا یک پھوٹ گیا

تیغ ابرو سے کیا کرنا ہے گھائل قاتل | ذات میں رکھتا ہے یہ جوہر قابل قاتل

عرش ۔ سید احمد حسینی

عرش تخلص، سید احمد حسینی اوراست ؎

میری آنکھیں ہیں یا ہے حلقہ در فیض صاحب کا
ہے مثلِ مردمک آنکھوں ہی میں گھر فیض صاحب کا

عرش ۔ میر فیاض الدین

عرش تخلص میر فیاض الدین از وست ؎

تم تو اک بوسہ بھی دے سکتے نہیں | جان میں دیتا ہوں تم پر دیکھئے

عرشی ۔ پور عبدالصمد

عرشی، تخلص پور عبدالصمد صمد اوراست ؎

او گل تری تلاش میں ہے | پتا پتا ہر اک شجر کا
ابرو و زلف دکھاتے ہو کیسے | سانپ بچھو سے ڈراتے ہو کیسے

عرفاںؔ ۔ قطب الدین

عرفاںؔ تخلص قطب الدین فرزند غلام محی الدین طوفاںؔ اوراست ؎

خیال میں نہ کروں گا بہشت کا عرفاںؔ — اگر نصیب مجھے موت ہو مدینے میں

عزمؔ ۔ محمد غوث

عزمؔ تخلص[1]، محمد غوث بن محمد عمر فاروقی بیجاپوری سلسلہ نسبش بہ چہل و دو واسطہ بجناب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ میرسد نبیسرۂ سید عبد النبی بن سید عبد اللطیف قلعدار جنجاور یہ شش و ہشت واسطہ در اولاد حضرت امام حسن است، گویند شیخ محمد، جدش از وطن اصلی بیجاپور خود وارد بلدۂ فرخ اساس مدراس شدہ در ایام امارت عمدۃ الامراء بہادر والا جاہ بفوجداری محالات جنجی من مضافات کرناٹک می پرداخت، مادۂ تاریخ تولدش (ذی منزلت ۱۲۲۸ھ) در سن پانزدہ سالگی چند کتب متداولہ بخدمت جعفر صاحب و محمد صبغۃ اللہ ولدش کہ از مشاہیر آں ضلع است خواندہ، در آخر سنہ یکہزار و دو صد و پنجاہ و پنج بمصداق ؎

سرات رزق بہر جا کہ کردہ اندرقم — ضرورت است نہادن دراں دیار قدم

حسب الطلب عم بزرگوار خود مسمی لیسین بادشاہ قادری مرحوم ہمراہ پدر خود وارد فرخندہ بنیاد حیدرآباد گردیدہ شاید اشعار فارسی و ہندی خود را بہ زیور اصلاح حضرت فیض داد و جمال حال خویش بہ تعلیم رسالہ عروض و قافیہ و دیگر کتب دقیقہ رس از محمد وجیہ الدین خاں مزین دارد شاعر خوش زبان و سخنور شیریں بیان صاحب دو دیوان فارسی و ہندی بودہ است و این چند اشعار از دست ؎

---

[1] "عزمؔ تخلص محمد غوث نام بن محمد عمر ساکن مدراس در آخر یکہزار و دو صد و پنجاہ و پنج وارد بلدہ شدہ شاگرد جناب فیض"، (ب)۔

وصف ہم لکھ کر کسی کے ابروئے خمدار کا
مصرعۂ بیت الغزل سے کام لیں تلوار کا

جب سے اے نور بصر منظور تیرا حسن ہے
ذکر ہوتا ہے مرے گھر میں اولو الابصار کا

فرقتِ یار میں یہ حال رہا
خواب کا بھی نہ کچھ خیال رہا

بارشِ اشک اب کے ایسی ہوئی
فضل حق سے کہیں نہ کال رہا

رکھ دئے قبر میں یہ کہہ کے ہمیں
سو رہو نیند کے ماتے ہو تم

میں جانتا ہوں دیر و حرم اپنے دل ہی کو
جاؤں نہ کعبہ میں نہ کبھی سومنات میں

دونوں عالم کا تماشائی ہوں
سرمۂ دیدہ بینائی ہوں

گفتگو کیوں نہ پریشاں ہو مری
زلف پرپیچ کا سودائی ہوں

عزم فرقت میں کسی دلبر کی
آج کل مونس تنہائی ہوں

اے قبلۂ من کعبہ سے زنداں نہیں کم ہے
آوازِ سلاسل مجھے لبیک حرم ہے

دکھلا کے میں شبیہ جبینِ جناب کی
صورت بگاڑتا ہوں ابھی آفتاب کی

عزیز۔ عزیز الدین

عزیز تخلص میاں عزیز الدین سعادت قرین خلف محمد فیاض الدین خاں بہادر فیاض طال اللہ علمہٗ وقدرہٗ وحشمتہٗ اوراست سے

اک ایک بوسے کے لئے گھڑیوں جھمیل ہے
عاشق کی زندگی نہیں بچوں کا کھیل ہے

روشن چراغِ عشق رہے گا یونہیں مدام
بتّی کی احتیاج نہ مطلوب تیل ہے

عشرت۔ جانکی پرشاد

عشرت تخلص، جانکی پرشاد کہیں برادر بھولا ناتھ عیش متوفی سیاہہ نویس سرکار

عالی شاگرد منشی میر تفضل حسین عطا اوراست ؎

ترے کشتوں کو بعد مرگ حاصل شوکت و شان ہے
کبھی صندل کا جلسہ ہے کبھی لطفِ چراغاں ہے

اس کی رفتار نے مرقد سے اٹھایا مجھ کو — آنکھ لگتے ہی قیامت نے جگایا مجھ کو
قتل کی عاشق کے پھر تدبیر ہے — واہ کیا اچھی مری تقدیر ہے
دل میں عشقِ گیسوئے خمدار ہے — اپنے گنجینہ کا مالک مار ہے

عشق ۔ شخصے حال

عشق تخلص شخص حال ازوست ؎

دل کو اس سنگدل سے ہے الفت — شیشہ کو سامنا ہے پتھر کا

عشق ۔

عشق نامش معلوم نیست ازوست ؎

عشق کی جان کا خدا حافظ — زلف اس کی ہے پیچ اور بل میں

عشق ۔ شاہ رکن الدین

عشق تخلص[1] شاہ رکن الدین ازوست ؎

عرش تا فرش سیر کر دیکھا — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

عشق ۔ میر غیاث الدین

عشق تخلص، میر غیاث الدین ازوست ؎

بنائیں کس لئے زیرِ فلک مکان نیا — کہ دیکھنا ہے تہِ خاک اک جہان نیا

---

[1] یہ شعر شاہ رکن الدین عرف شاہ گھسیٹا عشق کا ہے

عشقی - غلام مصطفیٰ

غلام مصطفیٰ عشقی جن کا عربی سلام "یا شفیع الوریٰ سلام علیک" مشہور و معروف ہے نکہ کے شاگرد ہیں

عصر - میر احمد علی

عصر - "اسم گرامیش" میر احمد علی بن میر بندہ علی مرحوم از سادات حسینی نسبش بچند واسطہ بہ حضرت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کہ سادات نقوی اند میرسد۔ تلمیذ حضرت فیض شاعریست خوش گفتار بلند پایہ موزونیت عالی مقدار گرانمایہ در تحصیل علم فارسی و غواص آن وحید عصر و در نکات علم تصوف ہم فرید دہر رسالہ بوارق حقیہ از تالیف ایشان است۔ صاحب دیوان است، او راست ؎

چلو میں آتو ہو گیا ساقی بہک گیا / کم ظرف تھا کہ دو ہی پیالوں میں چھلک گیا

عاشقوں میں دانتا کِل کِل ہوتی ہے / جب دُر دنداں دکھا جاتے ہیں آپ

شیرازۂ دل جوڑ تو صحافی تن چھوڑ / بیکار نہ اوقات کبھی اہل ہنر کاٹ

ہیں پریشاں مرے مجموعہ خاطر کے ورق / پوچھ زلفوں سے تو اپنے دل بیمار کی شرح

بات مجھ سے نہیں کرتے ہو کھری / صاف کھوٹے نظر آتے ہو تم

قاتل کا ان دنوں مرے لوہا یہ تیز ہے / خنجر نکالتا ہے میاں بات بات میں

عاشق عبث ہم اس بت نامہرباں کے ہیں / تارے بھی ہاتھ آتے کہیں آسماں کے ہیں

دریا دریا رولا رہے ہو / صحرا صحرا پھرا رہے ہو

مجھے ان جامہ زیبوں نے بنا کر مار ڈالا ہے / کفن کو بھی مرے درکار زردوزی دوشالا ہے

فریاد ایک گل نہیں سنتا ہزار کی / بگڑی ہے کیا ہوا چمن روزگار کی

عطّار ، میر تفضل حسین

عطا تخلص میر تفضل حسین مرحوم از مردم جالیس منشی خوش تقریر ناظم بے نظیر در نظم و نثر فارسی و ریختہ دستگاہِ کامل میداشت پایہ اش کم از استادان نیست در عہد دیوانی راجہ رام بخش متوفی بر عہدۂ میر منشی گری بماہوار پانصد روپیہ مامور بود، رسالجات فارسیش بہ طرز خاص دی باصنافِ سخن ملاحظہ شدہ طائر بلند پرواز غورش جز بشاخ[1] طوبیٰ آشیان نہ سازد و مرغ تیز بال خوضش جز ببامِ فلک جلوہ نینداز د ازوست ؎

گیسوؤں نے کفر توڑا ہے شب دیجور کا — کلمہ پڑھتی ہے سحر اوس کے رخ پر نور کا

یاقوت سے لب ملا رہے ہو — یہ لال نئے لڑا رہے ہو

اس خشک لبی پہ تر زبانی — اعجاز عطاؔ دکھا رہے ہو

سنگھا دے مجھ کو نسیم چمن چمن کی بو — کہ چاہتا ہے غریب الوطن وطن کی بو

کان میں کچھ گل کے صبا کہہ گئی — آنکھ جو نرگس کی کھلی رہ گئی

عطاؔ ۔ میر عطا علی خاں

عطا تخلص ، میر عطا علی خاں ضیاء الملک مرحوم[2] ازوست ؎

رات جس نے کہ ہلال ابرو کی بھاں دید کیا — بستر عیش سے اٹھ صبح کو بس عید کیا

عطاؔرد ۔ رائے بالمکند

عطارد تخلص ، رائے بالمکند محاسب متوفی[3] در سیاق و سباق بہرۂ وافی داشت و از کثرت شرب بساقی اجل جاں برگماشت ازوست ؎

---

[1] بشاخ (ب) [2] استر زائد (ب)

[3] "سابق در دفتر محاسب سرکار عالی ملازم بود حسب الحکم بوقت مدد تقرر عملۂ مجلس صفائی بلدہ بمشاہرۂ شصت روپیہ در ۱۲۸۶ھ ترقی یافتہ بہ مجلس موصوف نامور شد" (ب)

کس کی آنکھوں کا یہ اشارہ ہے ے سے بھر پور ہو رہے ہیں جو ماٹ
پھرتے ہیں عمر کاٹتے ان کے لگاؤ میں یہ شوخ چشم ہائے کب آتے ہیں داؤ میں
شاید قریب موت کے دن اپنے آچکے ہونے لگا ہے فرق ترے التفات میں
کیا پوچھتے ہو آج عطاؔر دسے تم حساب باقی رہی ہے جان فقط فاضلات میں
نہ لیں بوسے بھلا کیونکر رخ پر نور قرآں ہے مثل مشہور ہے اپنا ہر اک کو پیارا ایمان ہے

عظمتؔ - شاہ عظمت اللہ

عظمتؔ - شاہ عظمت اللہ حسینی او راست ؎

نہ سمجھ مرکے جو میں جامۂ تن چیردں گا میں وہ سرخیل جنوں ہوں کہ کفن چیروں گا

عقلانؔ -

عقلان شخصے است از سکنۂ ایں دیار، مناقب و قصائد و غزل ہر سہ می گفت گویند کہ بسیار شاگرد فراہم آوردہ بود ایں اشعار از دست ؎

دلا کنج خفی کے حبس گھڑی عزلت نشیں ہم تھے
نہ عاشق تھا نہ کوئی معشوق اس جا بس ہمیں ہم تھے
نہ عشقِ شیریں سے ہم رشکِ کوہکن میں رہے
نہ حبِ لیلیٰ میں[1] مجنوں سے ہم محن[2] میں رہے

عکسؔ - احمد نواز خاں

عکس تخلص، احمد نواز خاں نیازی او راست ؎

کچھ جواب ابتک نہیں آیا مرے پیغام کا مار ہی ڈالا ہے قاصد کو سبب اس کا یہ ہے

---

[1] سے (ب) [2] وطن (ب)

ذکرِ میانِ یار، مناسب نہیں تجھے ۔۔۔ اے عکسؔ عاشقوں کے ہے حق میں ستم گر

علاؔج ۔ محمد منور الدین

علاج تخلص محمد منور الدین فرزند حکیم محمد مظفر الدین مزاج جوان نوخیز اوراست ؎

مہرباں مجھ پر بتِ بے پیر ہے ۔۔۔ جذبِ دل کی یہ مرے تاثیر ہے

ہوں اسیرِ زلف یہ ہے سرگزشت ۔۔۔ سر میں سودا، پاؤں میں زنجیر ہے

عَلَم ۔ سید قطب الدین

علم تخلص، سید قطب الدین عشق و مرثیہ ہا ہم می گفت دوران صابر تخلص ہم میکرد تلمیذ حضرت فیض اوراست ؎

شعلہ سے جلوہ گری ہوتی ہے ۔۔۔ نار سے نور پری ہوتی ہے

ٹھنڈی باتوں پہ تو مہندی کی نجا ۔۔۔ یہ کبھی اک آگ بھری ہوتی ہے

مومن ہیں ہم صفات میں سید ہیں ذات میں ۔۔۔ کیا شک ہے بعد مرگ ہماری نجات میں

ہم مورد بلائے محبت نہ ہوتے علَم ۔۔۔ ہم کو پھنسایا عشق نے اس واردات میں

علیؔ ۔ میر عباس علی

علی تخلص، میر عباس علی اوراست ؎

خیال زلف ترا اگر بندھے سخن کے بیچ ۔۔۔ تو شکل نافہ زباں ہو گرہ دہن کے بیچ

قتل کر چاہے ہمیں، چاہے ہمیں کر تو قید ۔۔۔ تیرے عاشق تو ہیں ہاں اتنے گنہگار ہیں ہم

علیؔ ۔ محمد علی

علی تخلص محمد علی ساکن نیلور اوراست ؎

مونس ہیں میرے حسرت و حرمان و یاس و غم

گزری شب فراق انھیں چار یار سے

عیاں ۔ میر ولی

عیاں تخلص میر ولی اور است ۔

اس نام کی سمرن کے لئے سفتہ مژگاں ہیں درِ یتیم اشک کے اور تار نگہ کا

عیش ۔ رائے بھولا ناتھ

عیش تخلص، رائے بھوج رائے عرف بھولا ناتھ شاگرد حضرت فیض و منشی تفضل حسین عطا اور است ۔

ہوش کب باقی رہے محفل میں خاص و عام کا
گردشِ چشمِ پری ہے دور میرے جام کا
کسی گل کے تصور میں مجھے زنداں گلستاں ہے
صدائے نالۂ زنجیر شورِ عندلیباں ہے

حرف غین معجمہ

غلامی ۔ غلام نبی خاں

غلامی تخلص، غلام نبی خاں صاحب اور است ۔

زرد رو ہیں اپنے اعمالوں سے یارب فضل کر
سرخ رو رکھ جگ میں اور عقبیٰ میں اور در گور سرخ
مجھے ہے جن کی خدمت میں ولا دعویٰ غلامی کا
عجب قسمت کی خوبی ہے وہی ہم سے بدلتے ہیں

غور۔ خواجہ محمود

غور تخلص خواجہ محمود منصب دار شاگرد حضرت فیض اوراست ؎

جگر میں ہوگیا ناسور اک جدائی کا — ملا ثمر ہمیں آخر یہ آشنائی کا
ہونے جب آئینگے تقدیر کے کار آپ سے آپ — میرے آغوش میں آجائیگا یار آپ سے آپ
پتھر کے دل میں ہیں نہ زمیں کے جگر میں ہیں — الماس و لعل و گوہر یکتا البشر میں ہیں

حرف الفا

فاضل۔ رائے جوالا پرشاد

فاضل رائے جوالا پرشاد ؎

فخر۔ سید اسمٰعیل

فخر تخلص مولوی سید اسمٰعیل صاحب نبیرۂ مولوی حافظ شجاع الدین مرحوم شعر ہندی و فارسی ہر دو می نویسند تلمیذ حضرت فیض، امردکودکان را بہ حلقۂ شاگردی خود آوردہ علم سخن بلند کردہ اند از وست ؎

اپنا افسانہ سنایا کیجئے — عندلیبوں کو رلایا کیجئے
کیا جانوں دل کو کیا ہوا ہے — گاہے خوش ہے گہے خفا ہے
ان کے در کی تلاش در در ہے — حیدرآباد ہے کہ بیدر ہے

فخر۔ دیو کشور چند

فخر تخلص۔ دیو کشور چند اوراست ؎

نہیں جائے بقا یہ دار فانی		جو آیا ہے یہاں وہ میہماں ہے

فدوی - مانک چند

فدوی تخلص - مانک چند متصدی پیشہ از شاگردان حضرت فیض اور است ؎

مشاز مانے سے کیا رنگ آشنائی کا		جہاں میں شور ہے اُس بُت کی بیوفائی کا

فرحاں - درگا سنگھ

فرحاں تخلص درگا سنگھ شاگرد چھوکر چند ضبط - او راست ؎

غنچہ دل تنگ ہے اور روتی ہے شبنم ہر صبح
غمِ تازہ نرگسی کے دلِ شاداب میں ڈال

کب شفا ہوگی بجز دیدنِ حسنِ جاناں
اے طبیبو مرضِ عشق کے بیمار ہیں ہم

سکھایا ہے یہ کس کے دیدۂ و دل لے خدا جانے
برسنا ابرِ نیساں کو تڑپنا برقِ تاباں کو

فرحاں - کاظم علی

فرحاں تخلص کاظم علی از دست ؎

منہ سے نکل گئی سو ہوئی وہ پرائی بات
ایسا نہو کہ ہوئے کہیں جگ ہنسائی بات

فرحاں - بالاپرشاد

فرحاں - بالاپرشاد متصدی پیشہ او راست ؎

خوشی بہار سے کب ہوئے ہم اسیروں کو		ملا ہے کنج قفس میں خزاں کے گھر میراث
دریغا بے مروّت بے وفا نے		کیا راہِ وفا کو سر بہ سر بند

شعلہ ساں ہم کو کیا اور یار کو بھڑکا دیا ۔۔۔ بس قیامت ہے ترا اے نالۂ شب گیر شور

فرحت ۔ شیخ فرحت اللہ

فرحت تخلص، شیخ فرحت اللہ واین[۱] یک بیت ازوست ؎

گزرے اگر چمن سے وہ گلعذار اپنا ۔۔۔ دیں چھوڑ بیکلی سے گل شاخسار اپنا

فرحت ۔ خواجہ محمد خاں

فرحت تخلص خواجہ محمد خاں، حالش زیادہ بریں معلوم نیست ازوست ؎

تنہا نہیں فساد ہے گھر گھر زمین کا ۔۔۔ جھگڑا ہے جگ میں زور زن و زر زمین کا

فلک پر بن کے پروانے جلائیں جان کو اپنی ۔۔۔ فرشتے دیکھ لیویں گر مرے شمع شبستاں کو

فرق ۔ میر قادر حسین

فرق، تخلص میر قادر حسین خاں داروغہ آب خاصہ حضرت بندگان عالی[۲] شاگرد مولوی اسمٰعیل فخر اوراست[۳] ؎

کچھ بھی تو اپنے دل میں ستمگر خیال کر ۔۔۔ کب تک ہماری جان پہ جور و ستم رہا

اکسیر و خاک ہیں مری نظروں میں دونوں ایک ۔۔۔ کچھ کم نہیں ہے شاہ سے مستِ فقیر بھی

۱؎ "واین یک بیت" (ب) میں نہیں ہے۔

۲؎ مدظلہ العالی (ب)

۳؎ اگرچہ بسخنوری موصوف است بالکل ازیں فن موقوف و بہ این کسب طباطت (کذا) میکنند ولاف کمال میزند (ع) بود فرقے زمینے آسمانے (ب)

فضل ۔ محمد ظہور الدین

فضل تخلص، محمد ظہور الدین خاں عرف غوث صاحب او راست ؎

جھڑی کہتا ہے کوئی اور کوئی طوفان کہتا ہے — گمان احباب کا ہے چشم دریا بار پر کیا کیا
اٹھائیں تہمتیں سب نے دہانِ یار پر کیا کیا — بندھے ہیں باندھنوں کاکل خمدار پر کیا کیا
رشکِ مہتاب تری جلوہ گری ہوتی ہے — حور ہوتی ہے نہ ایسی نہ پری ہوتی ہے

فطرت ۔

فطرت تخلص، شخصے نامش نامعلوم او راست ؎

ہوائے آہ سے تابش رہی کیا روئے جاناں میں
تموز مہر کم ہوتا ہے ایامِ زمستاں میں
پہلوان سخن ہوں شہسوار شعر ہوں فطرت
کسی کو زعم گر ہووے تو پھر آجائے میداں میں

فقیر ۔

فقیر تخلص او راست ؎

غواص بحر ہوں پہ کوئی آشنا نہیں — کشتی خدا کے ہاتھ ہے ہاں ناخدا نہیں
کعبے کی آرزو ہے شوالے سے کیا غرض — سجدہ بتوں کو کیوں کریں ہم اب خدا نہیں

فکر ۔ سید علی

فکر تخلص سید علی صاحب ساکن حیدرآباد، یکہ تاز فکرش در میدان رسائی

ؔ مرد مستعد و طالب علم جید اند شعر ہندی و فارسی ہر دو می گویند و در محلہ شکر گنج اقامت پذیر اند (ب میں زائد)

جولانی دارد تلمیذ میر علی حسن آتشک لکھنوی آباؤ اجدادش از خراسان در لکھنؤ آمدہ ماندند و او در مقام کنپ کانپور بوجود آمدہ حسب الطلب جد مادریش حکیم میر محمد مہدی مرحوم وارد این بلدہ شدہ سکونت پذیر بود و در عربی و فارسی استعداد کافی میدارد ازوست ؎

نرگس و گل ہیں تصدق آنکھ پر رخسار پر
کبک و بلبل ہیں فدا رفتار پر گفتار پر

کہتی ہے شاخِ گل پہ یہ بلبل پکار کے
یارب ہزار شکر دن آئے بہار کے

تختِ شہی سے کم نہیں ہے بوریائے فقر
اے فکر بادشاہ ہیں اپنے دیار کے

فوق ۔ عبدالمجید

فوق تخلص عبدالمجید صاحبؒ مدتی بخدمت حضرت فیض اوقات عزیزش را صرف ساختہ چوں فیض صحبت بزرگان ضائع نمی رود چیزے موزوں شدہ وطرفہ تر اینکہ باوصف آگاہی فن اگر کلامش را نگاہ کنی خالی از سخافت نیست ۔ درینجا مثلے بیادم می آید کہ نزدیکان بے بصر دوردوران باخبر در حضور ازوست ؎

دنیا میں نام ایک سے ہوتا ہے چار کا
آدم سے ہے نشان جہاں میں ہزار کا

فرقت میں اس قدر مجھے رنج و الم رہا
بعدِ وفات گور میں بھی ساتھ غم رہا

کس مہ بے مہر کی ہے انتظاری ان دنوں
رات بھر رہتی ہے بس اختر شماری ان دنوں

اپنی اپنی فکر ہے ہر شخص کو
کون کہتا ہے کسی کے واسطے

بھلائی سے ہو یا برائی سے فوق
یہ دو دن کی دنیا گزر جائے گی

ہے ہے نہیں ہوتے وہ نظارے کئی دن سے
آنکھوں میں ہیں آنکھوں کے اشارے کئی دن سے

ذکرِ رُخ کا ہو چکا ذکرِ کمر کا وقت ہے
آگیا خورشید سر پہ دوپہر کا وقت ہے

فوق ۔ دھرم داس

فوق تخلص ۔ دھرم داس اہداست ؎

پس گئے ہم وہ ہے پابوسِ نگار — کیا رسا بخت حنا کا دیکھا

فہیم ۔

فہیم تخلص شخصے است ؎

آپ کا شکوہ میں کس منہ سے کروں — جو کیا تم نے بہت اچھا کیا

فیاض ۔ فیاض الدین خاں

فیاض تخلص محمد فیاض الدین خاں بن محمد عزیز الدین خاں مرحوم سلمہ اللہ الرحمان تلمیذ رشید حضرت ممدوح طبعش بفنون نظم قادر و از نکات و غوامض حساب و ہندسہ و علوم متعارفہ ماہر از عمائدین ایں بلدہ اگرچہ اباً عن جدٍ از جمعیت و جاگیر وغیرہ ممتاز و با اعزاز بودند حالا صرف در منصب سرکار سرفراز دوتا ۔ رسالہ در قواعد حساب و ہیئت بس قریب الفہم نوشتہ ادا ایں اشعار از سفینۂ ابیاتش انتخاب و دریں عجالہ ثبت افتاد الحق اشعار دلچسپ دارد ؎

کھولی ہے تم نے اپنی زباں پھر نہیں تو کیا — کچھ ہم بھی بولا بیٹھیں گے ہاں پھر نہیں تو کیا

نسبت ہے کچھ بھی سرو کو قامت سے آپکی — اک ناز سا قد اس نے بڑھایا تو کیا ہوا

ممنون میں ہوا نہ کسی اہل ناز کا — ہے لاکھ لاکھ شکر مرے بے نیاز کا

ذکر اُس رُخ کا اگر ہووے گا — گرمِ شب تاب قمر ہووے گا

پھوڑ ہی لیں گے سر آشفتہ مزاج — قصۂ زلف جو سر ہووے گا

ٹھوڑی میں ان کے خال کی پوچھے بہت دن کا لٹکا — اہتو زلفوں نے بنا رکھا ہے اپنا بالکا

آنکھیں دکھلا کے یار نے مارا — گردشِ روزگار نے مارا

دل والے کے ہو گیا چمپت — مفت کا مال یار نے مارا

میں آپ میں جو نہوں تو پکار لیتا جا — مجھے بھی ساتھ غم انتظار لیتا جا

اگر ہے عقل تجھے ہر نفس سے اے ہمدم — حساب زندگی مستعار لیتا جا

فکر میں ناحق مجھے ڈالا ہے مضموں خال کا — بیٹھے بٹھلائے غلبلہ ہو گیا گھڑیال کا

بتکدہ ہے دل جو تھا اللہ کے گھر کا جواب — برہمن کنڈ آنکھیں ہیں تسنیم و کوثر کا جواب

جان آجاتی ہے جب آتے ہیں آپ — جاتے جاتے ساتھ لے جاتے ہیں آپ

بعد مدت آج او وحشت کدھر — آشنا صورت نظر آتے ہیں آپ

خیر ہے فیاض پھر آئی بہار — کیوں گریباں اپنا سلواتے ہیں آپ

کس سے ادا ہو ابروئے خمدار کی صفت — ہم زخمیوں سے پوچھئے تلوار کی صفت

تا چند مو پہ اے مہ انور جبیں نقاب — یہاں دم الٹ گیا تم الٹتے نہیں نقاب

یہ شب ہجر بھی کیا سخت معاذ اللہ ہے — نیند آتی ہی نہیں لیتا ہوں سو سو کروٹ

دین و ایمان ہمہ مومن و ترسا ہے وہ رُخ — پھر نہیں تو مجھے بتلائے کوئی کیا ہے وہ رخ

لازم ہے کہ انسان کرے حسن پرستی — کام آتا ہے فیاض یہی حسن عمل پھر

جاری ہو کس طرح نہ ہماری نظر سے فیض — سوچو تو ہم ہیں پالے ہوئے کس کے گھر کے فیض

پوچھتے پھرتے ہیں لوگوں سے مکان واعظ — رند بھی ہو گئے کیا دشمن جان واعظ

چلئے رندوں میں کبھی کو لیجئے ہو حق فیاض — دیر تک سنتے رہے آپ بیان واعظ

ناز و انداز و ادا غمزہ ہے بزم یار میں — دل مرا چوری گیا لوگو انھیں دو چار میں

مرتے اگر کسی پہ جو یہ بھی تو جانتے — کچھ خضر کو ملی نہیں لذت حیات کی

شوالے ہیں کعبہ میں یا دیر میں ہو — کہاں رہتے ہو آپ کس سیر میں ہو

ترے منہ سا ہوتا ہے چاند کیا کوئی بھول کر تو کہا ہو — اسے کہتے ہیں بدل الغلط مری بات سن تو خفا ہو

تھی مرے دم تک مجھے یاد ابروئے خمدار کی — تھا سپاہی موت دی اللہ نے تلوار کی

لائق تعذیب بھی ہوں مستحق بخشش کا بھی — آئے آئندہ طبیعت میں جو کچھ سرکار کی

کسی کے چشم و ابرو کی صفت فیاض لکھنا ہے — قلم ہے شاخ آہو اور کاغذ مرگ چھالا ہے

فیاض - میر سجاد حسین

فیاض تخلص میر سجاد حسین رضوی متوطن مدراس دریں بلدہ بسیار روز ہا ماندہ الحال انتقال کرد و بدرستی سخن میگفت ازوست ؎

اغوا نہ دے گلچیں مجھے گلگشت چمن کا — میں بلبل دل دادہ ہوں گلزار سخن کا

تمہاری زلف صاحب گر بلا انگیز عالم ہے — ہمارا دل بھی نکلا ہے بلا کا پہلواں ہوکر

مرا ہر شعر خورشید درخشاں بن گیا فیاض — زمین شعر بھی کرتی ہے فخر اب آسماں ہوکر

فیض - میر شمس الدین

فیض تخلص بے بہا کان سخن دانی یکدانہ گہر دریائے معانی بادشاہ سخن چراغ دکن شہسوارِ عرصۂ سخنوری شہتر خطۂ معنی پروری یکہ تازِ میدانِ فصاحت علم افروزِ جہانِ بلاغت ۔ مسیحے کہ فیض دمش روح قدسی در تن الفاظ و معنی دمیدہ ۔ فصیحے کہ لطف سخنش پردۂ گوش را چوں برگ گل شاداب و رنگین گردانیدہ ۔ تر زبانے کہ شاخ و برگ را طراوت از طبع چوں آب زلال او ست معجز بیانے کہ آب و ہوائے عالم قدس را لطافت از نازکیہائے خیال او ست ۔ ہر معنی زر فشش طعنہ تنک ظرفی بر قلزم زخار زدہ و ہر نکتہ شگرفش نکتہ بے سروپائی بر درِ شہوار گرفتہ ۔

علم او باعث بقائے سخن — فیض او موجب بقائے سخن

دست آموز طائر معنش — بستۂ دام او ہمائے سخن

شد ز مینائے طبع عالی او — بر فرازِ فلک بنائے سخن

گفت خیاط جامہ زیب قدر | بر قدش راست شد قبائے سخن
میرسد او بہ مطلب و معنی | می برد پے بہ مدعائے سخن
خوش زبانش مسیح معجزہ را | دل پاکش بود خدائے سخن
میکند افتخار در عالم | بر کمالش ز انتہائے سخن
نیست حرفے ز خوش بیانی او | در کلامش کجاست جائے سخن
خار خار از خیالِ او باشد | در دلِ معنی و بپائے سخن

تیز پوئے دشتستانِ رباعیات غزالِ متین و غرا ۔ بلبل تازہ گوئے چمنستان غزلیات رنگین و با ادا ۔ شاہبازِ آسمانِ معانی ۔ ہمائے بلند پرواز اوج سخندانی ۔ انتخاب مجموعۂ بے مثال ۔ بیت الغزل قصیدۃ الکمال ۔ در ہر فن یکتا ۔ جامع فنون شتیٰ ۔ مولانا مولوی حافظ میر شمس الدین محمدؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ بن امیر الدین خاں ابن مولوی محمد رحمت اللہ خاں شاہجہان آبادی تلمیذ ارشد جناب حافظ محمد تاج الدین مشتاق شاگرد بلا واسطہ خواجہ میر دردؔ دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ از دودمان نقابت و از خاندان سیادت اند ۔ دست ارادت بہ شاہ ابراہیم کہ سالک مسالک دین و مالک ممالک یقین است دادہ ۔ حد فضائل عمیش خارج از رقم ست و شمار جلائل فخمیش بیرون از نیروی قلم زبانش نغمہ بر لبِ مرغ گلستان شکستہ ۔ بیانش طوطی خوش لہجہ را زبان گفتار بستہ ۔ ہر چند نظر بہ کمالات متنوعہ شاعری دون مرتبۂ الشیان است چوں سخن دریں فن میرود اعراض نمی شود در مجموعہ لغت سنجیش عدیل و عدم ہمرنگ دانہ مطبوعہ عروض دانیش قافیہ سخن تنگ از کلام جادو نظیرش سحر اعجاز دلائل گردیدہ و از سخن دلپذیرش طول اعجاز مخائل امراء القیس یکے از سودائیان طرز دیوان او ۔ و جریر یکے از کشندگانِ بار احسان او ۔ در بزم نگاہش مستوری رنگ عیانی ۔ و در محفل سکوتش ایمائے طرز

بیانی - موحد منش صوفی کنش زبانش موضح بیان فصیح و بر فصحاء ہند ترجیح صحیح - دگاہ گاہ در فارسی داد سخن سنجی و کہانت آفرینی دادہ باوصف تباین لسانین چنداں بطرز خواجہ شیراز دست گاہی بخشں ایشان گردیدہ کہ پارسیان ازان می انگارند و ہندیان بہ نسبتش فخر و مباہات میدارند - چنانچہ باعث جمع اجزائے پریشانِ فارسی راقم آثم است وقتیکہ یکسے ازین طوالت نفسے استنباطے بہ خاطر راہ دہد دیوان ہندی و فارسیش رانظر نماید - آنگاہ بصدق و کذب من زبانِ انصاف بکشاید - مولد و منشائش بلدۂ حیدرآباد از یوم ولادت تا وفات قدم بیرون شہر نہ نہادہ - ہر دو دیوان مملو از اصناف سخن است و رباعیات و تالیفات در ہر فن متعدد دارد کہ بیان اختصارش ہم رو بہ تطویل آرد بتاریخ سیزدہم رجب المرجب ۱۲۸۳ھ ندائے منادی اجل رالبیک اجابت گفتند و بتاریخ چہاردہم شہر مذکور در تکیہ واقع بیرون لعل دروازہ شہر پناہ این بلدہ آرام گرفتند - سالِ میلاد و وفات و تعداد عمر شریفش ہر سہ از تاریخ مبرہن میشود ؎

چوں جناب میر شمس الدین فیض استادِ من — بی صہیل و غنج رختِ خویش زیں عالم ربود
سالِ میلاد و وفاتش ہم شمارِ عمر او — اول و آخر بثالث نقش زنیساں وانمود
معنوی و صوری و ہم تعمیہ تاریخ گفت — یکہزار و دو صد و ہشتاد و سہ بنیاد بود

ولادت ۱۲۱۳
وفات ۱۲۸۳
۷۰ سال عمر

این اشعار آبدار از دیوان دوئمی حضرت ممدوح برچیدہ شد ؎

جلوہ دکھلاتی ہے وحشت گردش تقدیر کا — شعلۂ جوالہ حلقہ ہے مری زنجیر کا
عہدِ پیری میں نہیں داغ جوانی کام کا — صبح کو بے نور ہے جلوہ چراغ شام کا

داغ دل کی اب جو سینہ میں دکانیں لگ گئیں
فیضؔ صاحب آج شاید دن ہے اس بازار کا

مشکل نہیں بوسہ لب جاں بخش کا لینا
ہے کام بہت سہل مگر ہو نہیں سکتا

جب نقاہت کا مری گلشن میں چرچا ہو گیا
نرگس بیمار کی آنکھوں میں پیلا ہو گیا

ٹکڑے ٹکڑے جب مرا وحشت سے ننگا ہو گیا
کو کہن جامہ سے باہر قیس ننگا ہو گیا

تیرِ نگاہِ یار جو سن سے نکل گیا
سناہٹے میں دم مرے تن سے نکل گیا

ہے مجھے شیر کی چنگھاڑ قلم کی آواز
آپ جس روز سے لکھتے ہیں کلیلہ دمنہ

زیست کو مرگ سمجھتے ہیں ہم
پیرہن ہے سو کفن ہے اپنا

مت سنا کل کو قصہ اس دل بیتاب کا
منع ہے کہتے ہیں شب کو ذکر کرنا خواب کا

شیوۂ افتادگی جب تک ہمیں درکار تھا
سائبانِ مسکن اپنا سایۂ دیوار تھا

ان کے دہن کا وصف نہ مجھ سے بیاں ہوا
پیدا وہ بے دہاں ہوئے میں بے زباں ہوا

مر ہی جاؤں گا اگر لائی صبا بوئے ترنج
سیب یوسف کا مجھے سیب ذقن ہو جائیگا

گر وہ بت کعبہ میں آیا ہوتا
کلمہ اپنا پڑھایا ہوتا

ساجد ہوں آستانۂ اہلِ نیاز کا
پابند صوم ہوں نہ مقید نماز کا

بند مرہم سے نکر روزن مرے ناسور کا
اس جھروکے سے نظر آتا ہے عالم دور کا

انقلابِ دہر کا جب رنگ دیگر ہو گیا
پتھر آئینہ ہوا آئینہ پتھر ہو گیا

جنابِ فیضؔ یہ بدمستیاں بتوں کے ساتھ
ڈرو خدا سے یہ موسم ہے پارسائی کا

افلاک پہ جلوہ ہے تری جلوہ گری کا
ہے مہر ستارہ تری پاپوش زری کا

اوج پر بادہ کشو نیّرِ اقبال آیا
تو مبارک ہو تمھیں پھر مہ شوال آیا

میں نے بے ساختہ جانا خطِ جاناں ہوگا
سامنے حشر میں جب نامۂ اعمال آیا

لکھیں جو چاہیں کاتب اعمال
دن تو آنے دو رو بکاری کا

لبِ شیریں کے لکھیں کیا ہم اوصاف
دکان اونچی مگر پکوان پھیکا

جو دیکھے مجھ کو کوہِ غم پہ فرہاد
تو اوسکو دودھ یاد آئے چھٹی کا

دکھلا رہے ہیں جلوہ خلا اور ملا میں آپ
ہر چند ہیں مقام ورا الورا میں آپ

اپنی ہو یا کہ ہو پرائی بات
نہیں رکھتے جو منہ پر آئی بات

بے وفا عمر و حسن ہیں دونوں
عاشقوں نے یہ آزمائی بات

دیدنی ہے زرق و برق کاروانِ کوئے دوست
صبح صادق ہے غبارِ رہروانِ کوئے دوست

ہوں تو چھوٹا آدمی لیکن نصیبا ہے بڑا
پیار کرتے ہیں مجھے خرد و کلانِ کوئے دوست

×××× حاصلِ بعدِ مجرّد کا یہی محصول ہے
لامکاں سے ہے پرے کوسوں مکانِ کوئے دوست

کر نمشکار کہدو ارجن سے
گر ملاپ اُن سے ہو جمن کے گھاٹ

نہیں موقوف ہے کنہیا پر
رتّی رتّی سروپ ہے دیراٹ

کب زینۂ تحقیق ہو تقلید سے حاصل
ہرگز نہ چلے ایک قدم توسنِ کاغذ

ہم بھی وصفِ شعلہ رویاں رات کرتے بزم میں
شمع کی مانند اگر ہوتی زباں بالائے سر

خدا جانے ہے لے جاتا کہاں پر
چڑھا ہوں توسنِ عمرِ رواں پر

اے فیضؔ میں ہوں دہلوی الاصل رکھیں یاد
پھولے ہوئے ہیں پوربیئے تور مود پر

شیوۂ عاجزی نہ چھوڑ اے فیضؔ
یہ وہ شے ہے نہیں خدا کے پاس

سرد مہری سے جلاتے ہو تم
آگ پانی میں لگاتے ہو تم

کریں ہم کس کی پوجا اور لگائیں کس کے چندن ہم
صنم ہم دیر ہم بتخانہ ہم بت ہم برہمن ہم

در و دیوار ہے نظروں میں اپنی آئینہ خانہ
کیا کرتے ہیں گھر بیٹھے ہی اپنا آپ درشن ہم

چشمِ تر کی آبرو کھوتا ہوں میں
خلق ہنستی ہے جہاں روتا ہوں میں

گو فرشتے سے ہم بگڑتے ہیں
پر کہاں تم سے پورے پڑتے ہیں

ہم زنخداں کی چاہ کرتے ہیں
پانی کچے گھڑوں سے بھرتے ہیں

دل کو میرے اڑا لیا کس نے
وہ تو کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں

ایک بینی و دو گوش نہیں معنیٔ انسان
انساں جنھیں کہتے ہیں وہ لوگ جدا ہیں

ہے انانیت ہر اک انسان میں
کہہ گیا ہے کچھ فرشتہ کان میں

کسطرح نہوں تیرِ ملامت کا نشانہ
پنہاں ہے کوئی تو دہٗ طوفان بغل میں

موتی چگیں گے ہنس مری خاکِ گور سے
دیتا ہوں جان حسرتِ دندانِ یار میں

فیض اوس سیاہ چشم کے درپے تو ہو مگر
دھوکا ہے ایک روز ہرن کے شکار میں

مصروف وصفِ خوبیٔ چشم بتاں ہوں میں
ساحر نہیں ہوں شاعرِ جادو بیاں ہوں میں

عکس اوسکی چشم کا نہیں جامِ شراب میں
نرگس کے پھول ہیں قدحِ آفتاب میں

جاتا ہے کیوں دلا ذقنِ یار کی طرف
اندھا ہوا ہے کیا نظر آتا کنواں نہیں

برسوں ہی گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوں میں
غم سے کچھ کچھ آپ کے محرم ہوا ہوں میں

دیکھے نہیں ہیں جس نے ابھی تک گیہوں کے بال
قربِ جوار اس کے گرد گھر لیا ہوں میں

عشقِ مژگاں میں خوار ہوتے ہیں
حق میں ہم اپنے کانٹے بوتے ہیں

دے کو جی میں بچارتے ہیں
ہر گھر میں شراب اتارتے ہیں

گئے دن رندی و شوخی کے اے فیض
فقط اک انزوا ہے اور میں ہوں

شہر میں کیا ہے اے جناب جنوں
چلئے منگل منائیں جنگل میں

غمِ شیریں میں جو جو کوہکن نے رنج جھیلے ہیں
بہت سے عاشقی میں پاپڑ ایسے ہم نے بیلے ہیں

کعبہ میں کیا ہے اور شوالے میں کیا نہیں
پر چشم حق شناس تجھے واعظا نہیں

وہ ہنس کے کہتے ہیں کبک دری سے چلتے ہوئے
یہ خاصہ نہیں قطع غرض وہ عام نہیں

تمھاری بزم میں نیچ اونچ جو جو آتے جاتے ہیں
زمین و آسماں کے بیٹھے قلابے ملاتے ہیں

بلال عید ہے ساقی نمود بادل میں — مہ صیام گیا لا شراب بوتل میں
ایک ہی چیز ہیں مشغول بھی شاغل دونوں — دیکھ لیں آئینہ کو رکھ کے مقابل دونوں
افشاں رخ پر جمار ہے ہو — تارے دن کو دکھا رہے ہو

این مطلع غزل آخری از مصنفاتِ حضرت ممدوح است ؎

مرض ہو گیا عشق کا آپ کو — اثر کیا کرے گی دوا آپ کو
کہتے ہیں لب کو وہ نبات ہے یہ — واہ وا کیا مزے کی بات ہے یہ
کام کیا پاس ہو یا ہو کئی منزل کعبہ — دل بھی اک کعبہ ہے ای قبلہ برب الکعبہ
کس طرح مجھ سے رکیں قاتل خونخوار کے ہاتھ — دو مرے ہاتھ ہیں اور سینکڑوں تلوار کے ہاتھ
رکھ دیا کاٹ کے سر کو قدمِ قاتل پر — کی نماز[1] ہم نے ادا اپنی قضا سے پہلے
عیش باغ اپنے دلِ گل خواہ کی تحصیل ہے — چشم گوہر بار سے آب آب موتی جھیل ہے
زمانہ ہو گیا آخر ولیکن نام ہے روشن — کرامت فیض کی جاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے
مری وحشت میں جذب کہربا ہے — تن کا ہیدہ تنکے چن رہا ہے
کون ہوں کیا ہوں مجھے آپ نے سمجھا کیا ہے — کہیے اس خاک کے پتلے میں بھلا کیا کیا ہے
تم نے سب جائے ظہور اپنا کیا خوب کیا — سیر کثرت میں ہے وحدت میں تماشا کیا ہے
کل پہ موقوف نہ رکھ آج ہی کر لے سب کچھ — زیست کہتے ہیں جسے اوسکا بھروسا کیا ہے
کیا کروں جاکر حرم کو دیر ہی بس ہے مجھے — بیتِ ابروئے بتاں بیت المقدس ہے مجھے
دل تپ غم سے بخارا شہر ہے — چشم جاری ماورار النہر ہے
قدرت ہے خدا کی جو دل اوس بت کا صفا ہے — پتھر مری تقدیر سے آئینہ بنا ہے

---

[1] نماز میں سے ایک حرف ساقط ہو گیا ہے۔

پست ہمت ہیں مگر قاتل اربابِ ہوس
عنکبوتوں کو مزہ خونِ جرس[۱] دیتا ہے

ہو رہے ہیں بتوں کے دیوانے
ہو گیا کیا ہمیں خدا جانے

بے شعوروں کو ہے راحت بیقراری میں حصول
باعثِ آرام طفلاں جنبشِ گہوارہ ہے

خط ہم اوس مہ رو کو لکھوانے لگے
دور کے مضمون پاس آنے لگے

یوسفِ مصری کی قیمت گھٹ گئی
آپ جب بازار میں آنے لگے

کیا چھپے راز وصل کی شب کا
بولتی اون کی چارپائی ہے

غزل پڑھ کر مری کہتا ہے وہ فیضؔ
یہ کس کا خط ہے اور کس کی زباں ہے

بحرِ مواج ہر حباب میں ہے
عین بے پردگی نقاب میں ہے

خوش رہو گے اگر خفا ہو گے
منہ کہاں ہے جو ہم سے بولو گے

لَو لگ رہی ہے دل میں جنابِ امیر کی
ساقی شراب دے مجھے خمِ غدیر کی

چشمِ دریا بار کا افضال ہے
ابر کا جھالا مرا رومال ہے

خفا ہو شوق سے دو چار گالیاں بھی دو
لڑائی میں کہیں بٹتی نہیں مٹھائی ہے

کرو نہ تکیہ عناصر پہ عہدِ پیری میں
بہت پرانی یہ اے فیضؔ چارپائی ہے

صدقے ہم اس کلام کے اس بول چال کے
لیکن حضور بات کریں منہ سنبھال کے

فیضؔ ہیں کشتۂ ابروِ قاتل
گاڑ دے کھیت میں تلواروں کے

کیا تم نے کھا دی چھری سے حلال
حقوقِ نمک سب ادا ہو گئے

بنات النعش موتی کی بعینہ چارپائی ہے
شبِ فرقت نہیں آئی ہماری موت آئی ہے

مشہد میں چھوڑیے نہ طمنچے تیمور کے
اٹھیں گے چیختے ہوئے مردے قبور کے

---

[۱] جرس غلط معلوم ہوتا ہے شاید اس جگہ مگس ہو گا (مرتب)

تجھ کو یاد ابروئے خمدار کی ہے — موت تقدیر میں تلوار کی ہے
یہ کیسا اختلاف الفیض کیا سِرّ الٰہی ہے — شوالے کو کوئی جاتا ہے کوئی کعبہ کا راہی ہے
ناصح کی سنے نہ کوئی گپ شپ — بے گھر طوطی یہ بولتا ہے
نہیں ہے غیرِ حق موجود کوئی — قسم کھا کے میں کہتا ہوں خدا کی
سُنی ہے جیسے چڑیا کی کہانی — حکایت بھی ہے ویسی ماسوا کی
ترے دل جلوں کے جو گھر جائے گی — زباں کھینچ کر شمع مرجائے گی
صدائے قُم ترے منہ سے جہاں نکل آئی — زبانِ حضرت عیسیٰ سے ہاں نکل آئی

حرف القاف

قادرؔ ۔ مولوی نورالحسن

قادر تخلص افضل الفضلا و اعلم العلما، مولوی نورالحسن صاحب مخاطب به قادر جنگ قادر الدوله مرحوم بطرف نکات علوم و وعظ بسیار شاغل و گاه گاه بدیں ہم مائل[1] او راست سه

صبح پھر وعدہ آنے کا ہوا جو شام کا — رنگ اپنی روح میں پایا چراغِ شام کا
گرم خرام ہو جو ترا قد فتنہ ساز — بیٹھے پکڑ کے سرو بہشتِ ارم کمر

---

[1] " بہ جاگیر و منصب ممتاز و دم الفقر فخری می زند و نی سنہ.... حصاجل کشت حیاتش را درو کرد" (ب میں زائد)

قاضی ۔ احمد علی

قاضی تخلص احمد علی از شاگردانِ حضرت فیض پدرش از حضرت ممدوح مدتہا کسبِ تزکیہ باطن نمود ۔ ایں دو سہ شعر کہ او نجاطر است از وست ؎

بار ابجے پہ چاہیں سگے ہم وصل یار کا ۔۔۔ زاہد تو پڑھ نماز تہجد دعا کو چھیڑ
مرگئے غنچہ دہن کے واسطے ۔۔۔ برگ گل ہووے کفن کے واسطے
جس کو قاضی شاعری کہتے ہیں لوگ ۔۔۔ ختم ہے اپنے دکن کے واسطے

قائم ۔ مرزا قائم

قائم ۔ مرزا قائم بیگ از قریبان نارنولی بذریعہ تہنیت یارالدولہ بہا در بسرکار جناب مدارالمہام سرکار عالی مستدعی ملازمت و تقرر ماہوار بود در ہمیں امید وفات یافت اوراست ؎

وہ نو عروس کا ہے بعدِ مرگ بھی جو خیال ۔۔۔ کہ بوئے عطر دولھن ہے مرے کفن کے بیچ
یوں کرے ہے کنج زنداں میں دلِ دلگیر شور ۔۔۔ ساتھ اُس کے کر اٹھے ہے حلقۂ زنجیر شور
ان دنوں قائم نصیبِ دشمناں کیا ہو گیا ۔۔۔ کر اٹھا جو یکبیک تیرا دلِ دلگیر شور

قدر ۔ غلام حیدر

قدر تخلص غلام حیدر ساکن مدراس شاگرد رجا اوراست ؎

اُن کے دروازے پہ جاتے ہی کچھ ایسے بن گئے ۔۔۔ نام تک لکھنا نہ یاد آیا ہمیں دیوار پر

قدرت ۔ نصیر الدین خاں

قدرت تخلص مولوی نصیر الدین[1] خاں اوراست ؎

بنا ہے دل بیادِ شعلہ رو گرداب آتش کا ۔۔۔ خیال ماسوا کیونکر نہ ہو سیماب آتش کا

---

[1] خیرالدین خاں (ب)

قدسؔ ۔ غلام دستگیر

قدسؔ تخلص غلام دستگیر صاحب کلیم اللہی مولدش رای ویلور ستوطن محمد پلہ عرف آرکاٹ حال ساکن حیدرآباد شاگرد مولوی پیران محی الدین مرحوم اشعار من افکارہ ؎

دفترِ عمر کو تمام کیا — کام آنے کا کچھ نہ کام کیا
گر بند قبا کھول دے وہ گلبدن اپنا — گلزار میں گل چاک کرے پیرہن اپنا
شکل گلرو کو کہو کون قلم سے کھینچے — جبکہ بولے ہے یہاں مانی و بہزاد کہ بس
عاشق نہ اک فقط ترے ناز و ادا کے ہیں — مفتوں دو لب دو چشم دو زلفِ رسا کے ہیں
برق برق رشکِ صبا اور فلک خرام — اے شہسوار نام ترے باد پا کے ہیں

قصدؔ ۔ حسن مرزا

قصدؔ تخلص حسن مرزا صاحب مرحوم شاگرد حضرت فیض و رسالہ نسخہ در فن عطر کشی نوشتۂ اوست در زمرۂ منصب داران ملازم بود وبعمر طبعی رسید الحال بگور آرمید۔ ایں اشعار از و ثبت گردید ؎

شمع کیا چیز ہے ایسا ہوں میں شیدا تیرا — سر کٹے پر بھی رہے گا مجھے سودا تیرا
باریک اس قدر ہے تری اے صنم کمر — بہزاد سے نہو سکے ہرگز رقم کمر
ہاتھ وحشت نے بڑھائے جو گریباں کی طرف — پاؤں پھیلائے جنوں نے مرے داماں کی طرف
گور پر قصد کی آ کر اے گل — جائے گل کانٹے چڑھاتے ہو تم
ہے جب سے اس رخ پرنور کا بیان منہ میں — برنگِ شمع ہے گویا مری زباں منہ میں
یہاں تلک ترے گیسو کی میں نے کی تعریف — کہ شانہ بن گئی گویا مری زباں منہ میں۔
اکبار ہی کیا کچھ ہم اے یار بنے بگڑے — گردش سے زمانہ کی سو بار بنے بگڑے

گر پلاوے ثواب قاتل ہے　　آب خنجر میں جان بسمل ہے

قلزم - سید بندہ علی خاں

قلزم تخلص سید بندہ علی خاں بہادر خلف الصدق عسکر جنگ بہادر غنچۂ نوشگفتہ شاگرد مرزا مسیتا صاحب منتہی من افکارہ طبع خوش دارد ؎

یہ جھگڑے پڑ گئے آپس میں ہیں شیخ و برہمن کے　　کوئی بت کہتے ہیں اسکو کوئی اللہ کہتے ہیں

تو ہی آتا ہے نظر ہر جا پر　　کعبہ و دیر یا کلیسا ہو

ہزاروں بن کے دیوانے ہیں پھرتے چشم جادو کے　　تڑپتے سینکڑوں بسمل ہیں انکی تیغ ابرو کے

قلق - سید امام الدین خاں

قلق تخلص سید امام الدین خاں بقولے کرنولی و بقولے اہل بیگن پلی غزل خود بنظر اصلاح حضرت فیض مے آورد از دست ؎

ہے اہل علم کی آفاق میں ہنر میراث　　ز روئے بحر صدف کی بنا گہر میراث

ہو کیوں نہ جلوہ گری کی شب قمر میراث　دکذام　رخوں کے حسن رکھے زلف سیمبر میراث

ہے طفل بحث تیز زباں دشمن کا غذ　　مقراض سے ہوتی ہے قلم گردن کاغذ

قمر - قمر الدین خاں

قمر تخلص قمر الدین خاں مخاطب قطب یار جنگ بہادر شاگرد حضرت نعیق از امرائے حیدر آباد در مہر گنی و تیر اندازی ید طولی میداشت و خط شفیعا و نستعلیق زیبا می نگاشت بعد از زیارت حرمین شریفین قمر حیاتش ہبوط نمود و جہاز عمرش طوفانی شد از نتائج طبع والائے اوست ؎

یہاں بیخودی ہے اور خود آرائیاں وہاں　　وہ اپنے حال میں ہے تو ہم اپنے حال میں

عاشق کو کنویں جھکار ہے ہو　　یا حسن ذقن دکھار ہے ہو

صحن وادی چمنستان کی فضا ہوتا ہے   خار تک پھر گذر آبلہ پا ہوتا ہے
دہنِ زخم مرا دیکھ کے مت ہنس ظالم   کچھ نمک اور چھڑک دے کہ مزا ہوتا ہے
شاخِ سدرہ سے تو گزری ہے مری آہِ رسا   ایک دو نالوں میں پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

قمر ۔ میر بندہ حسن

قمر تخلص ۔ میر بندہ حسن اکثر با قطب یار جنگ قمر مقابلہ و مناظرہ می کرد در دورۂ راجہ چندولال شاداں از ہند آمدہ بود حالیا در زیر زمیں پنہاں شد از وست ؎

آزاد خضر بھی نہیں قید حیات سے   پاؤں میں سلسلہ ہے شہور و سنین کا
عہدِ طفلی سے ہے بختِ عاشقِ دلگیر شور   حسرت شیریں دہن نے کر دیا تھا شیر شور
دل میں عاشق کے لبِ معشوق ہوجاؤں لگا میں   یوں لبِ سوفار سے کرتا ہے اوسکا تیر شور

قنبر ۔ قادر حسین عرف غلام قنبر

قنبر تخلص ۔ قادر حسین عرف غلام قنبر از مردم اینڈیار شاگرد نادر حسین نادر پرگوئیش مشہور کلامش از رطب و یابس معمور از بے تعلقی روزگار بتوکل می گذراند و در ہر مشاعرہ شریک مطارحہ می شود از وست ؎

دل ما روش نہ کیونکر رہے پیچ و تاب میں   زلفِ سیاہِ یار کو دیکھا ہے خواب میں
الفت میں نمودار یکا ڈھب اور ہی کچھ ہے   یہاں رمز و کنایہ کا سبب اور ہی کچھ ہے

قیس ۔ محمد صدیق

قیس تخلص محمد صدیق شاگرد شیر محمد خاں ایمان گویند کہ نام دیوان خود پیش کار نہادہ اتفاق ملاحظہ اش نشدہ از شعرار متوسط حیدرآباد است سلیقہ سخنش بسیار بدرستی معلوم می شود او راست ؎

کان کا دُر یوں لٹکتا ہے بتِ مغرور کا   جس طرح جھولے ہے گہوارہ میں بچہ حور کا

دل ہے دیوانہ کس کے بالوں کا　　سر پہ بلوا ہے میرے کالوں کا
دیکھے بچّوں کا حسن جو اوس رشکِ حور کا　　ساقی ٹپک دے ہاتھ سے ساغر بلور کا
یوں نمایاں زلف کے حلقہ سے خال یار ہے　　حلقۂ پرکار میں جوں نقطۂ پرکار ہے

قیصر۔

قیصر تخلص ...... اوراست ؎

خدا کشتی کا میری ناخدا ہے　　نہ خضر و نوح سے کچھ مدعا ہے

حرف الکاف

کاشف......

کاشف تخلص شخصے است ازوست ؎

میل ہے گیسوئے معنبر کا　　یا کہ نافہ ہے مشکِ اذفر کا

کرار۔ حیدر حسین

کرار تخلص. حیدر حسین منصب دار خلف محمد شاکر مرحوم جوان نوخواستہ از سکنائے اینڈیار نسبت تلمذ بہ محمد حفیظ الدین پاس میدارد اکثر مشق رباعی میکند این قطعہ وسہ رباعی ازوست ؎

در پردہ ہو رہا ہے اشارہ حباب کا　　ہے عالمِ حدوث نمونہ سراب کا
کرار اس طلسم خیالی سے باز آ　　مضمونِ کائنات تماشا ہے خواب کا

جب تذکرۂ زلفِ چلیپا ہو جائے　　ہنگامہ سیہ کاروں کا. برپا ہو جائے
کہتے ہیں اسے سلسلۂ زلفِ سخن　　سودا بھی اگر آئے تو کالا ہو جائے

ہر داغ میں نور ماہتابی دیکھا ہر ذرہ میں رنگ آفتابی دیکھا
در پردہ کوئی شکل نہ ٹھہری کرار آنکھوں میں بھی اک مردم آبی دیکھا

غفلت میں نقودِ عمر کھویا تونے کس نیند میں بے خیال سویا تونے
اب خواب ہے محمل کی تمنا کرار رویا میں بھی افسوس نہ رویا تونے

کریمؔ ۔ کریم الدین

کریم۔ تخلص محمد کریم الدین[1] اوراست سے

ہوتی صفت ہے یوں تری اکثر رقم کمر قد ہے قیامت اور ہے اوسپر ستم کمر
نیساں کی ہو گئی جہاں درِ یتیم ہو کہتے ہیں طفل اشک کہ باندھیں گے ہم کمر

کمالؔ ۔ کمال الدین خاں

کمال تخلص ۔ کمال الدین خاں اوراست سے

بے قراری سے اڑا جاتا ہے دل ہے یہ سیمابی کبوتر دیکھئے

کمترؔ ۔ کمتر شاہ

کمتر تخلص کمتر شاہ درویشے بود ہندوستانی دریں بلدہ وفات کرد شعر بدستی می گفت گویند کہ غزل خود بنظر میر مصطفیٰ صاحب سخن می آورد دیگر از حالش واقف نیستم ازوست سے

بلبل سے جاکے باغ میں گل کی لگائی بات غنچوں نے چٹکیوں میں صبا کی اڑائی بات
قفس کا کر گیا اوس نے جو دربند (کذا) تڑپتے ہیں پڑے شام و سحر بند
خموش اس لئے رہتا ہے باغ میں غنچہ تلاش میں ہے تری گل، سراغ میں غنچہ

---

[1] شاگرد غلام امام خاں تجر (ب)

کوکب ۔ مکند رائے

کوکب تخلص مکند رائے شاگرد جناب فیض اوراست ؎

دربار سے کوکب کو تو فرصت نہیں دم بھر
اور اس کی حضوری سے جو دیوان دکن ہے
لیکن بھی لکھے اوس نے کئی شعر غزل کے
معلوم ہوا اس سے اسے شوق سخن ہے

حرف الکاف فارسی

گرم ۔ شجاعت علی

گرم ۔ تخلص ۔ میر شجاعت علی تلمیذ رشید حضرت فیض در فنون سخنوری گوی سبقت ربودہ فکرش چوں نکہت است کہ گلہائے کس نچیدہ ازاں می خیزد و اندیشہ اش چشمۂ فردوس کہ جوئے شیر ازاں می ریزد اکثر باستادان ہم عصر خود مقابلہ می داشت نیک و بد جہاں کمتر دیدہ چشمش از نظارہ بر بست افسوس ہمیں است کہ گل زیست در عین بہار پژمردہ اوراست ؎

جب لگا اڑنے شرر آہِ دلِ رنجور کا
آگیا زیرِ زنخداں ہاتھ شمعِ طور کا
حارصوں سے لقمۂ زاہد کبھی بچتا نہیں
بند ہوتا ہے بڑے دانہ سے روزن مور کا
دفن ہیں جب سے بہشتِ کوچۂ جاناں میں ہم
سنبل اپنی خاک سے اگتا ہے زلفِ حور کا
شگفتہ داغِ دل سے ہے نو بہار نفس
برنگِ نکہتِ گل ہے مرا غبار نفس
دالنے نہ آپ سبحۂ وسمن کے دیکھیے
منکے ڈھلے ہوئے مری گردن کے دیکھیے
ہوں وہ گنہگار کہ جوں آفتاب حشر
گٹھری مرے گنہ کی لبِ بام پہ کھلی
کیفیت اوس کے شقۂ پیکانِ تیر کی
جی پر کھلی جگر پہ کھلی جان پر کھلی
. . . .
بادام کی گرہ نہ سنگ آن کر کھلی

طاہر اگرچہ مرے اشک کا وہ ثانی ہے
درِ غلطاں کا دل اندر سے مگر پانی ہے

بارشِ اشک کی اس طرح سے طغیانی ہے
ابر سمجھے ہے کہ سر پر مرے بارانی ہے

منہ چھپائے ہوئے جاتا ہے وہ قاتل کہدو
ہاں خبردار کہ صورت تری پہچانی ہے

دل پھر کسی ناداں سے لگانے کے دن آئے
جی کھونے کے اور جان کھپانے کے دن آئے

سبزہ چمن چہرۂ جاناں پہ اُگا ہے
ریحاں مری تربت پہ لگانے کے دن آئے

تقصیر جو تھی یکسر معفو ہوئی گرمؔ
استاد کو پھر شعر سنانے کے دن آئے

یاد جس دم عدن میں یہاں کی فضا آنے لگی
گلشنِ جنت کی آدم کو ہوا آنے لگی

کوچۂ سفاک کی سرحد میں رکھتے ہی قدم
رنگ سے میرے شکستن کی صدا آنے لگی

گرمؔ ہر اک سفلہ طینت ہو گیا عالی مزاج
اب تو ہر مکھی کو پروازِ ہما آنے لگی

خاک کی اُن سے بھلائی میں نے
کی زمانے سے برائی میں نے

تم تو کہتے ہو کہ ہو گا نہ وصال
یہ مصیبت جو اٹھائی میں نے

گرمؔ وہ آپ ہوئے جاتے ہیں گرم
آگ تھوڑی سی لگائی میں نے

اسلام کی امید تو اب مجھ سے ہے عبث
بندہ پھرے بتوں سے یہ قدرت خدا کی ہے

محفلِ دیوانگی میں آ اگر فرزانہ ہے
طائرِ سدرہ ہے جو شمع پر پروانہ ہے

خاکِ شہیدِ لب سے جو اس کے چمن اُگے
ہمراہ برگِ گل کے عقیقِ یمن اُگے

سایہ جہاں پڑے خط و زلف عذار کا
سبزہ اُگے بنفشہ اُگے یاسمن اُگے

اے گرمؔ یہ کرشمہ ہماری زباں میں ہے
ہم تھوک دیں جہاں تو نہالِ سخن اُگے

گستاخ - طالعمند خاں

گستاخ - تخلص - طالعمند خاں افغان کرنولی از شاگردان حضرت فیض ادراست

ساقی نے کب ملایا ہے پانی شراب میں
یعنی رکھا ہے سحر سے آتش کو آب میں

گنہ کرنے کی اس امید پر انگیز رکھتا ہوں	بس اک لاتقنطو کی کیسی دستاویز رکھتا ہوں

گوز۔

گوز۔ نامش معلوم نیست مسخرۂ بود کہ در مشاعرۂ عباس علی خاں مجنوںؔ غزلش می خواند شرم و حجاب از دلش دور طبعش از خلق و ادب مہجور از دست سے

جاتی ہے سوئے فلک جو چیز ہوتی ہے لطیف	گوز صاحب کا ارادہ کیوں نہ ہوئے بام کا

حرف اللام

لائقؔ۔ ثانی اسد اللہ

لائق تخلص۔ ثانی اسد اللہ شاہ مزاجتہ۔ بطرف مسلسل گوی و غزل در غزل گفتن بسیار مائل و در ۱۲۵۱ھ غزلیات شعرائے دکن بطور گلدستہ مرتب ساختہ اوست من افکارہ سے

بالی کا اس کی عکس نہ رخسار میں بندھا	گویا ہلال مہر کے زنار میں بندھا

دل ہے اسیر طرۂ جادو طراز کا	میں معتقد ہوں حضرت گیسو دراز کا

کاوش ہے سد ادل سے مرے دیدۂ تر کو	ایک روز ڈباتا نظر آتا ہے یہ گھر کو

لطفؔ۔

لطف تخلص شخصے از طبقۂ پیشین ست اور است سے

ٹک ہستی میں آئے تھے سفر کر کے عدم سے	دیکھا تو عجب گرم ہے بازار نگہ کا

لطفؔ۔

لطف[1] تخلص شخصے زمانہ حال است از وست سے

---

[1] میر لطف علی خاں فرزند داور علی خاں مہتمم مطبع امیر کبیر بہادر شاگرد حضرت فیض

دل لگی ان کے گھر میں ہو کیونکر | اب تو بازار کی لگی ہے چاٹ
غیروں کو گھر بلا رہے ہو | مجھ کو رستہ بتا رہے ہو
گر وہ روٹھے ہیں تو تم بھی چپ رہو | لطفؔ صاحب اب مناتے ہو کیسے

حرف المیم

مائل ۔ احمد حسین

مائلؔ[1] تخلص ۔ احمد حسین فرزند محمد رضا حسین رضاؔ وطنِ او مدراس حال ساکن بلدہ حیدرآباد شاگرد محمد سرفراز علی وصفیؔ مرد ذکی الطبع است و از است ؎

یاد جب دستِ حنائی ترا قاتل آیا | قبر میں جوش پہ خونِ دلِ بسمل آیا
بت جو تم لیتے ہو سجدہ یہ خطا ہے کہ نہیں | تمکو پیدا کیا جس نے وہ خدا ہے کہ نہیں
مری آنکھوں میں شکل ابروئے خمدار پھرتی ہے | گلوئے مردمک پر یار کی تلوار پھرتی ہے
تماشا دیدنی ہے مار سے دل چھین لیتا ہے | ادا دامن اٹھائے ہمرہِ دلدار پھرتی ہے

متینؔ ۔ غلام محی الدین خاں

متین تخلص، غلام محی الدین خاں تلمیذ جناب حافظ محمد تاج الدین مشتاق علیہ الرحمۃ در سرکار پائگاہ یعنی نواب شمس الامرا امیر کبیر بہادر ملازم بود در تدریس فارسی بغایت ملکہ داشت و در عروض علم امتیازے افراشت چند سال گذشت کہ رخت ہستی بر بست طرز کلامش نیکوست و ایں اشعار از وست ؎

---

[1] (ب) میں "نومسلم" زائد

دل نے رسوا سر بازار کیا کیا تدبیر | اشک نے عشق کو اظہار کیا کیا تدبیر
ہر جگہ ہر گھڑی ہر جائی مٹیں کو پیارے | تیری الفت نے گرفتار کیا کیا تدبیر
قابل دید ہے اور جائے تماشا ہے یہ | دل پر داغ سے ہیچشم ہیں طاؤس کے پر

مجنوں - خواجہ عباس علی خاں

مجنوں تخلص - خواجہ عباس علی خاں شاگرد حضرت فیض - بزمانہ قادر الدولہ قادر مرحوم در ۱۲۶۵ھ خانہ خود در ہر ماہ مدتے مجلس مشاعرہ منعقد می داشت او راست ؎

رخ سے جا کر زلف میں کہتا ہے دل میں جاؤں گا
مت نکالو شام کو ہوں میں مسافر شام کا

محب - میر جنید علی

محب تخلص - میر جنید علی صاحب کہیں پور میر عبد العلی خاں مرحوم از طبقۂ عمائد ایں بلدہ و بجاگیر و ماہوار و منصب مفتخر و ممتاز سلیقۂ نوشتن انشا بر درستی میدارد واز فہمیدن بد و نیک شعر اذراحرف بر دیگر صرافاں معانی است خود ہم بمقتضائے موزونی طبع خیال شعر ہندی میکند آنچہ گفتہ بہ حقیر نمودہ ماسوائے شاگردی دوستی بسیار بایں خاکسار دارد عمرش از بست و پنج متجاوز ست - او راست ؎

دل تفتیدہ سے نکلے ہے شرار آپ سے آپ | آتش افروز ہو جس طرح چنار آپ سے آپ
خواہ مجھ سے کرے وفا نکرے | بت سے پھر جاؤں یہ خدا نکرے
اے طبع رسا جودت تقریر دکھا دے | اے تیغ زباں جوہر شمشیر دکھا دے

مرد - محمد فیاض الدین

مرد تخلص محمد فیاض الدین شاگرد محمد حبیب اللہ ذکا او راست ؎

مرد جو تم سے مانگے غزل | ہاتھ میں اس کے ...... دو

مزاؔ - احمد مرزا

مزا تخلص - احمد مرزا کہیں پور حسن مرزا صاحب قصدؔ مرحوم ساکن محلہ شکر گنج - از وست سہ

سانس لینا ہمیں محال ہوا ناتوانی کا یہ کمال ہوا
ان کے چاہِ ذقن کا نام نہ لو پانی پینا پڑے گا بارا گھاٹ
جلوہ آتے ہوئے ان کا دیکھا پھر نہیں ہوش مجھے کیا دیکھا
او بتو دل کو دکھاتے ہو تم بخدا کعبہ کو ڈھاتے ہو تم
ہجر میں بس وطن ہی غربت ہے غم سوا کوئی روشناس نہیں
ہونی جو ہو ادِھر کہ اُدھر کچھ نہ کچھ تو ہو سر جائے یا مہم ہو یہ سر کچھ نہ کچھ تو ہو
اس دہر بے ثبات میں کیا خاک گھر بناویں رہنے کو لوگ کہتے ہیں گھر کچھ نہ کچھ تو ہو
عقبیٰ کی فکر کچھ بھی ہے اب وقت کوچ ہے مزا بغل میں زادِ سفر کچھ نہ کچھ تو ہو
نہ چلی سینہ کی سپر داری عشق کا تیر ہو گیا کاری

مروتؔ - مرزا فتح علی بیگ

مروت تخلص، مرزا فتح علی بیگ منصب دار از اہالی ایندیار شاگرد حافظ محمد تاج الدین مشتاقؔ اوراست سہ

منظور تو پھر مجھ کو فلک کا ہے ڈبونا سنتے ہو مرے اشک کے طوفان کا باعث

مزاؔج - حکیم محمد مظفر الدین

مزاج تخلص، حکیم محمد مظفر الدین متوطن بلدہ اورنگ آباد من مضافات حیدرآباد شاگرد حضرت فیض نباض سخن و بقراط ایں فن است از سالہا مشق سخن دارد و صاحب دیوان در زمرۂ علاقہ داران نواب صمصام الملک بہادر منسلک

و در محلہ مغل پورہ مقیم و طبابت می کند۔ اوراست ؎

ہو گیا موقوف میخانہ میں چرچا جام کا — یا الٰہی ہو بُرا ایام ناقدر جام کا
مرگِ ہستی حشر کا باعث ہے کیونکہ خوش نہوں — ہے مبارکباد مجھ کو شور اذنِ عام کا
مشتاقِ چشم یار ہیں پریوں سے حور تک — القصہ شہرہ حُسن کا ہے دور دور تک
اک بات نوشن جایئے دروازہ تک آ کے — کیا پوچھتے ہو کون ہو بندہ ہیں خدا کے

مستؔ ۔ مولوی فضل رسول

مست تخلص مولوی فضل رسول صاحب بداؤنی در عہد ریاست نواب افضل الدولہ مغفرت مکان والئی حیدر آباد بذریعہ محمد یار خاں محی الدولہ صدر الصدور بلدہ قائز شدہ از سرکار آصفیہ پنج روپیہ روزینہ بسفارش خان موصوف بنامش مقرر گردید خان موصوف بسیار از معتقدانش بودند بعد انتقال خاں موصوف بہ وطن خود رفتہ ہمدر انجا مرد اوراست ؎

چاک کس دن شبِ فرقت کا گریباں ہو گا — وصل کا کب وہ مرے ہاتھ میں داماں ہو گا
شام سے ذکر نبیؐ میں جو سحر کرتے ہیں — نورِ مازاغ سے وہ کحل بصر کرتے ہیں
مجنوں نہ فقط ایک اویسؓ قرنی ہے — خون عشق محمدؐ میں عقیق یمنی ہے

مستؔ ۔ مرزا اویس بیگ

مست تخلص مرزا اویس بیگ اوراست ؎

چادر گُل کا کفن دینا مجھے اے دوستو — ہوں میں کشتہ اوس پری کے عارض گلفام کا

مستؔ ۔ حسین محی الدین

مستؔ، تخلص حسین محی الدین متوطن ارکاٹ اوراست ؎

پھرتی ہے دوشِ صبا پر مشت خاک — کیا مرا برباد ہے گھر دیکھے

مست ۔ رتن لال

مست تخلص رتن لال ؎

مسرت ۔ میر وزیر علی

مسرت تخلص، میر وزیر علی از ہند فائز ایں بلدہ فرخ شدہ بود در ینولا از حقیقتش آگہی نیست اوراست ؎

وہ رشکِ قمر رات جو ہمخواب نہ ٹھہرا	سر اپنا سیر بالشِ کمخواب نہ ٹھہرا
کبھو رہیگا نہ دل تنگ باغ میں غنچہ	ہے مشتِ زر کی بدولت فراغ میں غنچہ

مسکین ۔ مولوی محمد مہدی

مسکین تخلص مولوی محمد مہدی صاحب کہ واصف تخلص ہم میدارند ۔ صاحب تالیف متعددہ است دیوانش ملاحظہ شدہ از پرکن لایخلو واز سقم مملو اصلش ازمدراس و قریب عمر طبعی رسیدہ و کان ذلک فی سنہ ۱۲۷۰ھ چند اشعار ازاں انتخاب یافت ؎

کیا دیکھتا ہے گردشِ ایام کی طرف	دل کو لگا تو دورِ مے و جام کی طرف
اے عندلیب ہے تجھے گلزار کی ہوس	دل میں ہے اپنے کوچۂ دلدار کی ہوس
کس شعلہ رو کے حسن سے ہے شرمسار شمع	مانندِ دودِ آہ ہوئی بیقرار شمع

مشتاق ۔ عبید الرحمان

مشتاق ، نامش عبید الرحمان المعروف بہ عبید اللہ متوطن ذیلور صاحب مطبع، حالا جلوہ افروز ایں بلدہ است علم سلوک از خدمت شاہ محی الدین صاحب جواہر السلوک حاصل کرد در نظم فارسی و ہندی ہر دو دستگاہے دارد و اوراست ؎

ہم نے قرآن میں اینما دیکھا	سب جہاں میں جہاں نما دیکھا

سیر میں عرش وفرش کی ہم نے ، وہی ارض اور وہی سما دیکھا

مشتاق ۔ محمد تاج الدین

مشتاق ، اسم شریفش حافظ محمد تاج الدین میرٹھی تلمیذ رشید خواجہ میر درد دہلوی علیہ الرحمۃ چشم پاکش از حلیۂ بصر عور بود استاد مسلم ست۔ میر دلدار علی فرزندش می گفتند کہ حسب الطلب میر امام پسر سید پہاڑی مرحوم بنا بر طبع قرطاس ہائے سخن ایشاں نزد میر موصوف رسانیدم ، میر موصوف اجزا ایش را شیرازہ بند گمنامی کردند و در شکنجۂ پریشانی کشیدند بعد چندے باظہار ایں معنی پرداختند حافظ صاحب موصوف دریں بلدہ مدتہا ماندہ وفات یافتند۔ بارے از تزکیہ نفس ایشاں وانجام یا باخلاقِ حسنہ لب کشایم یا بہ بیان فہم سخن و نکات آں پردازم یا بذکر قوتِ طبع و حافظۂ ایشان سازم ۔ ایں چند ابیات یادگار از ایشاں ست ؎

کوہکن و پرویز کو قصے اپنے اپنے سنانے دو ، ہے یہ وہی افسانہ شیریں ایک پری دیوانے دو[1]
ہم جو کہیں ایجان جہاں مشتاق بھی تم پر مرتا ہے ، کہنے لگا وہ یاں تو ہزاروں مرتے ہیں مرجانے دو
کیوں پوچھے ہے قاتل کا گھر دیدۂ و دانستہ ، مرنا ہے تو اے غافل مر دیدۂ و دانستہ
اگرچہ غنچۂ و گل کا شگفتہ ہے مضموں ، نہ اس قدر کہ ہو منقار زاغ میں غنچہ
جس کو چتون تری تیکھی نظر آئی ہوگی ، بے اجل اوسنے کنی ہیرے کی کھائی ہوگی
اس میں اور مجھ میں سبب کیا جو لڑائی ہوگی ، یہ لڑائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی
جب تک کہ تھی رات بام پہ سوار تلے چلے ، اب دن ہوا بس آپ رہیں ہم تلے چلے

حافظ صاحب موصوف سہ سراپا یکے در حسن دیگے در لباس و یکے در زیور کہ ایں ہر سہ سراپا سر مشاعرہ بمقابلہ قلندر بخش جرات تحریر فرمودہ بودند۔ منجملہ آں

---

[1] "ہے وہی اک" (ب)

چند ابیات کہ بنظر در آمد بطور یادگار مرقوم شد ؎

کنگھی میں کھچاوٹ جعد ستم چوٹی کی لٹک پھر دیسی ہے
وہ سیدھی مانگ قیامت ہے زلفوں میں لچک پھر دیسی ہے
پیشانی سے اس کی ہزاروں کے بے مرگ قضا ہے پیش آتی
اور اس پر اُمنگ جوانی کی ہے چمک دمک پھر دیسی ہے
ہے قہر وہ سرمہ تلا تلا کچھ زہر وہ کاجل گھلا گھلا
اُس چشم کی چشمک اُف رے غضب اور منہ کی مہک پھر دیسی ہے
وہ خلد کے نازک سنگترے وہ رشکِ انارِ باغ ارم
وہ عرش بریں کے خاص کلس تسپر وہ جھلک پھر دیسی ہے
وہ پھرنا اوسکا لٹک لٹک وہ ہم سے چلنا بہک بہک
وہ ظالم سب سے مٹک مٹک دامن کی جھٹک پھر دیسی ہے
وہ خمار سے آنکھیں جھکی جھکی وہ حجاب سے باتیں رُکی رُکی
کہنے کے اشاروں سے کہنا وہ سرک سرک پھر دیسی ہے

مشتہر۔ سید نعمت

مشتہر۔ تخلص سید نعمت صاحب تلمیذ حضرت فیض پدرش سید جلال قادری قرآن شریف، بقوانین تفنگ اندازی و پرانیدن طیور شکاری از قسم بازو جرہ و شاہین وغیرہ خیلے واقف علی الخصوص ۔ در علم تکسیر نمودن تعویذ فلیتہ و برآوردن شیاطین از شخص آسیب زدہ و جن وغیرہ اقسام فنون ممتاز و سوائے ازیں مشغلہ سخن از آوان صبا میدارد من افکار اوست ؎

قطرہ ہے مرے اشک کا جو غیرتِ انگور　　کس چشم خماری کا ہے دل تاکنے والا

اوسکی تلوار میں جوہر ہے چمن بندی کا ہے مگر مثل سپر یار کی شمشیر میں گل
عشق میں رنگِ خزاں حسن میں ہے رنگ بہار میری تصویر میں کانٹے تری تصویر میں گل
گر غرق یادِ گل میں ہوں گہ ذکرِ خال میں رہتا ہوں محو شام وسحر اس خیال میں
لکھتا ہوں مشتہر میں صفت اوسکی چشم کی نامہ لپیٹیے مرا آہو کی کھال میں
حسن کی گرمی سے ہیں وہ دیدۂ میگوں سیہ تابش خورشید سے آخر ہرن کالے ہوئے
ہوش اڑائے یک بیک کس کے خرام نازنے کیوں ہیں طاؤس گلستاں گردنیں ڈالے ہوئے

مصدق ۔ بڑے میاں

، مصدق تخلص بڑے میاں صاحب کرنولی دریں بلدہ مدتہا ماندہ ہمدرینجا وفات کرد ۔ از وظیفہ خواران مائدۂ نوال یوسف خاں جمعدار متخلص یوسف و ہم اُستادش بود صاحب دیوان است ملاحظہ اش میسّر نشدہ وکان ذلک فی سنہ
ازوست ؎

کیا ہوں مصرعۂ ابرو کو بسم اللہ دیوان کا بندھا شیرازۂ محکم تری زلف پریشاں کا
الف کے جا ہر اک جا کھینچتا ہے قامت موزوں قلم کو بھی بندھا ہے دھیان شاید قدِ جاناں کا
کھیت ہی رہ گئے بس ہم ترے اک وار کے بیچ ہے غضب جوہر تیرش تری تلوار کے بیچ
مور کے پر سے رکھو مرہم زنگار یہاں زخم ہے سبزۂ خط کا دل افگار کے بیچ
شرر کی جا ہر اک پتھر سے قطرہ خوں کا نکلے ہے شہید ناز خوباں کے میں دیکھا ہوں ہزاروں کو
باغ محفل میں جو ذکر رخ و کاکل نکلے شجرِ شمع سے گل دود سے سنبل نکلے

مضطر ۔ مہدی صاحب

مضطر تخلص مہدی صاحب شاگرد حضرت فیض ادراست ؎

چھوڑنا لازم ہے جانِ زار جسم زار کو متصل رکھتے نہیں بیمار کے بیمار کو

مطلب ۔ خواجہ جمال الدین

مطلب، تخلص خواجہ جمال الدین صاحب از اولاد خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ علوم[۱] ظاہر و تصفیہ باطن از خدمت حضرت فیض کسب نمودہ حالا خلیفۂ حضرت موصوف اند ۔ و مطلب الحق ترجمۂ کلمۃ الحق در ریختہ ریختہ کلک ایشان است و مثنوی مولانائے روم بروز پنجشنبہ می خوانند و مردم ہا برائے شنیدنش بمکان ایشان فراہم می آیند باخلاق حسنہ موصوف و بصلاح و تقوی مالوف من افکارہ ؎

بہم گر جمع ہو جائیں مرے آہ و فغاں دونوں
ابھی زیر و زبر ہوویں زمین و آسماں دونوں

مجھ سے اوس یوسف کے پھرتے ہی زمانہ پھر گیا
بھیڑیا رفتار کہیے دہر کی رفتار کو

ارے آنسو کرو کچھ تو اثر اب — تمھارا کام کیسا بھیگتا ہے
میری نابودی بھی عین بود ہے — بندہ کیا شے ہے خدا موجود ہے
کسے وہ خود نما پہچانتا ہے — مگر آئینہ صورت آشنا ہے

---

[۱] (ب) میں عبارت بالکل مختلف ہے یعنی " علوم ظواہر از میر بندہ علی والد میر احمد علی صاحب عصر از ابتدا تا انتہا و تصفیہ باطن از خدمت حضرت فیض کسب نمودہ اگرچہ قبل ازیں از حسن علی شاہ درویش بیعت کردہ ہیچک مفید نیفتاد و ترجمہ کلمۃ الحق کہ ریختہ کلک حضرت ممدوح ست بنام خود مشہور ساختہ و مثنوی مولانا روم بروز پنجشنبہ میخوانند و مردم ہا برائے شنیدنش بمکان ایشان فراہم می آیند باخلاق حسنہ موصوف و بصلاح تقوی مالوف من افکارہ "

معروف - سید شاہ مرشد

معروف تخلص سید شاہ[1] مرشد صاحب فرزند سید صاحب حسینی قدس سرہٗ ساکن ٹنیکماں شاگرد میر احمد علی عصر اور است ؎

ہمیں کچھ اور تمنا نہیں سوا اس کے
جو نکلے دم ترے قدموں میں نازنیں نکلے

معز - درویش محی الدین

معز تخلص درویش محی الدین عرف محمد عمر خلف محمد غوث عزم - جوان نوخاستہ لیئق اور است ؎

افسوس کہ ان سے وہ ملاقات نہیں اب
سابق کی جو کچھ بات تھی وہ بات نہیں اب

رہ بھول کے آئے ہو ادھر آج جو صاحب
کیا بندہ بھی مشکور ملاقات نہیں اب

معلی - محمد منظفر الدین

معلی - تخلص محمد منظفر الدین حسین شاگرد حیدر حسین خاں حیدر اور است ؎

میں جو لپٹا تو وہ جھنجلا کے کہا
بس جی بس پیار تمھارا دیکھا

معنی - محمد وجہ الدین خاں

معنی تخلص، محمد وجہ الدین خاں کلیم طور معنی پروریست و مسیح معجز سخنوری اگر ایشاں را محقق زبان عجم خوانند رواست واگر از اُستادان مسلم الثبوت دانند بجاست، در دری زبان دستگاہ معقول داشت در تدریس کتب متداولہ فارسیہ ادراملکۂ و تدقیق غوامض دقوتیکہ حاصل بود دیگر یرا دیدہ نشد در بندش تلازمات

---

[1] " در صدر ٹپہ خانہ سرکار عالی ملازمت می دارد و ہم طالب علمی می کند (ب)

وتناسبات بے نظیر وقت خویش بود و[۱] رسالہ جدید التواریخ و غزلیات تصنیف کردہ وے کہ راقم آثم بانی ترتیب آں گردیدہ بریں مدعا گواہ ۔ پدرش غلام محی الدین خاں در حیدرآباد بمناصب عالی مفتخر بود اصلش از ارکاٹ و وے دریں بلدہ بوجود آمدہ نشو و نما یافت از راجہ شنبھو پرشاد عرف غلام رسول خاں مرحوم یو جے آزردہ شدہ ترک روزگار خواند مدتہا بیکار خانہ نشین ماند در عہد وزارت نواب مختار الملک بہادر دام اقبالہٗ و اجلالہٗ بعہدۂ دوم تعلقداری[۲] مامور بود ۔ بعد چندے از بیماری آبلہ پشت فی ستہ وثمانین و مائتان والف یعنی ۱۲۸۶ھ وفات یافت و گاہ گاہ شعر ہندی ہم می گفت اوراست ؎

جس شمع کو مقراض ہے پروانہ کے پر کی
یہ بتی ہے کس قاتلِ عشاق کے گھر کی

مفتوں ۔ میر شریف

مفتوں ۔ تخلص میر شریف چوں اندکے در سلیقہ سخی درست می نماید حوالہ کاغذ کردہ شد ۔ اوراست ؎

مفتوں تجھے مشقت بیجا سے کیا حصول
اوٹھتا ہے مشکلات سے بنجر زمین کا

گر بوؤں تخم اشک تو ہو آہ کا نہال
دستور یہ قدیم ہے اس سرزمین کا

دفانہ کام ترا نئے مرے فرشتے کا
سلام کیجیے تجھ کو تو کس سرشتے کا

ملک ۔ عبدالملک

ملک ، تخلص عبدالملک پور محمد زین العابدین مرحوم صدر مدرس دارالعلوم در فارسی دستگاہ کامل میدارد و در محاورات ہندی ہم چیزے واقفیت حاصل

---

[۱] "دم سانولی عاشقتم" ، می زد(ب) میں زائد ۔ [۲] "ضلع رائچور دوآبہ" (ب)

شاعر خوش تقریر است و این ابیات از و زیر تحریر است ؎

اے دل کدورت آئینہ رویوں کو تجھ سے ہے
کیوں تو غبارِ خاطر اہل صفا ہوا

کیا چل سکیں تصورِ مژگانِ یار میں
کانٹے بچھے ہوئے ہیں رہ انتظار میں

کب خاکساری سے نہ رہا مرتبہ بلند
مٹی سے اونچی کب مری تربت نہیں رہی

منتہی ۔ مرزا مسیتا

منتہیؔ، نامش مرزا مسیتا شاگرد خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی از خوانِ نوال نواب شاہ یار الملک رونق وظیفہ خوار بود چند سال گذشتہ کہ بطمع نقد چند اوباش بے باک زیر تیغ بے دریغ کشیدند و بہ شب شربت مرگ چشانیدند صاحب دیوانِ شعر ہندی و فارسی میگفت او راست ؎

گلیم فقر اگر منتہی کے ہاتھ آتی
تمھیں کہو کہ وہ لے کر دو شالہ کیا کرتا

ایک نظروں میں مرے کعبہ، کلیسا ہوگیا
دل مرا جب گھر نصیری کے خدا کا ہوگیا

رہ کے آنکھوں میں سمایا دل میں وہ ساقی مرے
جام خالی ہوگیا لبریز مینا ہوگیا

تجھ کو کہتا ہے ہر اک پیر و جواں
نہ سنا ایسا نہ ایسا دیکھا

گھر ہے غیروں کا دلِ یار میں اب
کعبہ ہے قبضۂ کفار میں اب

فصل گل ہے ترے دیوانوں کی
دھوم ہے کوچہ و بازار میں اب

ناصح یہی پتے مرے قاتل کے گھر کے ہیں
پرزے خطوں کے ٹکڑے پڑے نامہ بر کے ہیں

روح کو میری دیا جسم گلی والے نصیب
خاک میں صانع قدرت نے ملایا مجھ کو

منصف ۔

منصف، تخلص، شخصیست از حالش خبر ندارم او راست ؎

دل تشنۂ وصال کا جینے سے ہٹ گیا
آکر گلے پہ خنجر قاتل اُلٹ گیا

منوّر - سید منوّر میاں

منوّر، تخلص سید منوّر عرف منوّر میاں شاگرد بڑے میاں صاحب مصدق و حضرت فیض ساکن چنچل گوڑہ طبع نیکو دارد او راست ؎

لخت دل یوں دوڑتا ہے آنسوؤں کے تار پر
آبجو میں جس طرح چڑھتی ہے مچھلی دھار پر

ناک کٹواتے تھے آگے بات پر جاسوس کی
اب سُنا ہے کان رکھتے ہیں مرے اخبار پر

محنت نہیں ہے تیز مزاجوں کی چال میں
کب آبلے کو دخل ہے پائے خیال میں

مضمون نازکوں کی کمر کا نہ بندھ سکا
ربطِ گرہ محال ہے چینی کے بال میں

رونے ہی گزری مجھ کو منوّر تمام رات
یاد آگئے جو ہجر کے صدمے وصال میں

سُرخ مہندی سے ہیں آفت جو طرح دار کے ہاتھ
دل گرفتار ہے جوں دزد حنا یار کے ہاتھ

اُس مسیحا سے کہو، جلد قدم رنجہ کر
سینہ پر جوڑ دیئے ہیں ترے بیمار کے ہاتھ

موافق - میر تراب علی خاں

موافق تخلص، میر تراب علی خاں او راست ؎

ہر چند شب وصال کی ہم نے چھپائی بات
رو کے سے اپنے کچھ نہ رُکی منہ پر آئی بات
نظر پڑا نہ کبھی پھر فراغ میں غنچہ
کسی دہن کے ہے شاید سراغ میں غنچہ

مولائیؔ ۔ شمشیر خاں

مولائیؔ تخلص، شمشیر خاں سپید پوش گویند کہ شاگرد محمد حسین شیفتہؔ بود
ازوست ؎

عاشق ہوا ہوں جب سے میں اس نازنین کا — دنیا کا میں ہوا نہ ہوا آہ دین کا
بات اس سے میں کروں یہ تھی دل میں سمائی بات — جب اس کے روبرو ہوا کچھ بن نہ آئی بات

مہرؔ ۔ سید عبدالقادر سقاف

مہرؔ تخلص، سید عبدالقادر سقاف شاگرد غلام محی الدین خاں رجاؔ متوطن
مدراس الحال ساکن حیدرآباد ادراست ؎

مر کے جنت میں نہیں اہل صفا جاتے ہیں — کوچۂ یار میں بن بن کے ہوا جاتے ہیں
عاشق کا نام لیتے ہی دیتے ہیں گالیاں — طرفہ محاورہ ہے یہ اونکی زبان میں

مہرؔ ۔ یٰسین خاں

مہرؔ، تخلص یٰسین خاں از سکنائے ایں بلدہ فرخ است و ایں یک بیت
ازوست ؎

جان ہے آنکھوں میں جاناں کھول کر دل اتوبل
بعد مرنے کے مرے ملنا ترا کس کام کا

حرف النون

ناثر۔ رائے ٹوک چند

ناثر۔ تخلص رائے ٹوک چند تلمیذ حضرت فیض از مردم این دیار از وست ؎

بالا خانہ تیار ہے ہو — بیٹھے فتنے اٹھا رہے ہو

نادان۔

نادان۔ تخلص مردم قدیم۔ اور است ؎

اجازت دوں اگر اے ہمدمو میں آہ سوزاں کو
تو اک دم میں ابھی دے پھونک اس گردون گرداں کو

نادر۔ نادر حسین

نادر۔ تخلص نادر حسین از سکنائے حیدرآباد شاگرد جناب حافظ محمد تاج الدین مشتاق۔ در جرگۂ ملازمان راجہ چندولال شاداں بہ تقرر دو روپیہ روزینہ ملازم بود، ایں اشعار از افکار اوست ؎

آشوب ہے بلا دل اندوہگین کا — پایا ہلایا آہ نے عرشِ برین کا
وصال اہل حلاوت ہے ربطِ جسمانی — شکر کی شیر ہے اور شیر کی شکر میراث
نحافت کے سبب مجھ سے نہیں زنجیر اٹھتی ہے — رکھو چند بے خدا کے واسطے صاحب نظر بند
چپکے چپکے جان دے مکر تو شبے تدبیر شور — ہو نہ آب خنجر قاتل دل دلگیر شور
تڑپے یہاں تلک قلق دل کے ساتھ ساتھ — ہم لوٹتے چلے گئے قاتل کے ساتھ ساتھ
نہ سونگھ بہر خدا صحن باغ میں غنچہ — کرے زکام مبادا دماغ میں غنچہ
دماغ بلبل وگل اور ہی کچھ رنگ پر ہووے — اگر سرسبز نالہ اس مرے آہنگ پر ہووے

ناظم ۔ میر ممتاز علی

ناظم ۔ تخلص میر ممتاز علی از سکنائے اینڈیار تلمیذ حضرت فیض اوراست ؎

حکم کرتی ہے مژہ کافر کے قتل عام کا ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ سر کو نیزہ و نپر مزا ملتا ہے بیر بام کا

ناظم ۔ شیخ محمود علی

ناظم ۔ تخلص، شیخ محمود علی از مردم اینڈیار در موسیقی دستگاہے میدارد۔ وقصائد نعتیہ بہ خوش الحانی میخواند شاگرد میر سرفراز علی وصفی ۔ اوراست ؎

کسی کے رخ پہ جو گیسوئے مشک فام نہیں ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بیاضِ صبح میں پیدا سوادِ شام نہیں

نامؔ ۔ خواجہ سمیع اللہ

نام ۔ تخلص خواجہ سمیع اللہ بن خواجہ امیرالدین بن خواجہ فخراللہ نبیرۂ خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ متوطن بلدۂ احرار حال بلدہ حیدرآباد ملازم نواب شمس الامرا امیر کبیر بہادر متعین دکار پرداز ڈیوڑھی عصمت شاہی جنابہ بسم اللہ بیگم صاحبہ صاحبزادی صاحبہ نواب ممدوح شاگرد میر احمد علی صاحب عصرؔ جوان خوش اخلاق منشی بے نظیر شاعر خوش فکر اوراست ؎

مطلب کی کبھی سنتے وہ یک بات نہیں اب ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ مقبول مری ہوتی مناجات نہیں اب

آرائش گیسو میں رہا کرتے ہیں اکثر ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ قدموں کی قسم ملتے وہ ہیہات نہیں اب

جان دینا سہل ہے مطلق نہیں مشکل مجھے ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ آزمالے آزماتا ہے اگر قاتل مجھے

نیلے پیلے پارچے کا کیوں ملا مجھ کو کفن ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ کس بُتِ رعنا شمائل نے کیا بسمل مجھے

جو جو فرماتے ہیں وہ ارشاد لاتا ہوں بجا ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ مل گئے ہیں حضرتِ دل مرشدِ کامل مجھے

نامؔ کا ہوں کام کا ہوں حاضر و غائب ہے ایک ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ہم سفر کہتے ہیں میرے صاحبِ منزل مجھے

نجم۔

نجمؔ لہ۔ تخلص شخصیست نامش معلوم نیست او راست ؎

میں نے اک بُت کو خدا یا دیکھا — تیری قدرت کا تماشا دیکھا
آپ کا حسن کہوں کس منہ سے — حسن یوسف کا سنا تھا، دیکھا

نشاطؔ۔ رائے تلجا پرشاد

نشاطؔ۔ تخلص، رائے تلجا پرشاد متوفی خزانچی سرکار آصفیہ حال انتقال کرد شاگرد حضرت فیضؔ او راست ؎

ہے مشام آج معطر کہ لکھا ہے اوسنے — عطر کا دے کے مرے نامۂ ابلاغ پہ داغ
اگر تم حکم فرماؤ ہماری آہِ سوزاں کو — تو اک پل میں جلا دے پھونک دے کوہ و بیاباں کو

نشترؔ۔ محمد بڈھن خاں

نشترؔ۔ تخلص، محمد بڈھن خاں شیرانی تابت خیل قوم افاغنہ۔ ساکن بیرون دروازہ بشیر پورہ عرف چادر گھاٹ دیوان پور معروف بہ ملک پیٹھ۔ از دوستان راقم ثم شاگرد میر احمد علی شہیدؔ۔ در فن تیراندازی ستار ید طولیٰ دارد و خط نستعلیق

لہ (ب) تخلص مہر علی داماد سید عبدالوہاب وہاب داروغہ مطبخ جناب مدار المہام سرکار عالی مشق سخن از محمد حبیب اللہ ذکاؔ داشت او راست ؎

بندش تمھارے جوڑے کی ہم کیا سمجھتے ہیں — سربستہ ایک عقدہ ہے اتنا سمجھتے ہیں
اپنا جو بُت ہر ایک کو بندا سمجھتے ہیں — اللہ ہی جانے بندہ کو وہ کیا سمجھتے ہیں
اُس ناک کے خیال نے آدھا بنا دیا — سب لوگ جس کو نیم کا تنکا سمجھتے ہیں
اُس سنگدل کے دل میں ہماری کہاں ہے جائے — ہم جائے جو سمجھتے ہیں بیجا سمجھتے ہیں

زیبا می نگارد، اوراست ؎

اُڑ جائے عندلیب نہ کیونکر چمن سے آج
ہر غنچہ دل گرفتہ ہے اوس کے دہن سے آج

رشکِ گلزار پہ بلبل سے فدا ہوتے ہیں
شوق میں جان فدا کر کے ہوا ہوتے ہیں

تیرے کوچہ میں قیامت کا ہے ہنگامہ سب کو
حشر اور نشر ابھی دیکھئے کیا ہوتے ہیں

نصیر۔ شاہ نصیر الدین

نصیر تخلص۔ شاہ نصیر الدین عرف کلو میاں دہلوی از شاہجہان آباد قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎

گو ہیں سپر تیغ و سناں شمس و ہلال و کہکشاں

پر ہیں ترے قبضہ میں ہاں شمس و ہلال و کہکشاں

تا ہشتاد شعر نوشتہ در خدمت مہاراجہ چندو لعل شاداں فرستاد۔ راجہ موصوف در جائزہ اش دہ ہزار روپیہ تبلیغ داشتہ متکلف قدم رنجہ فرمائی اینطرف شدند، شاہ موصوف جواب نوشت اگر بدرقہ بفرستند خواہم آمد۔ راجہ موصوف پانزدہ ہزار روپیہ برائی زادراہش فرستادند آنگاہ شاہ موصوف در بلدہ حیدرآباد رسید بماہوار یکہزار دو صد روپیہ مامور شد و دربار یافتگان راجہ موصوف عز امتیاز حاصل کرد بعد ماندن دو نیم سال مستدعی رخصت از راجہ موصوف گردید۔ گفتند کہ چرا میروید و چہ تکلیف است شاہ موصوف گفت کہ در ماندن اینجا از الفاظ گی و بھی زبانم کوڑہ خواہد شد۔ راجہ موصوف پانزدہ ہزار روپیہ زادِ سفر عنایت فرمودہ مرخص کردند باکثر معمور ہائے مشہور مثل لکھنؤ و بنارس وغیرہا رفتہ با شعرا مشتہر ہر دیار مطارحہ و مشاعرہ کردہ باستادی نام برآوردہ و زمین ہائے سنگلاخ طرح میکرد کہ بدیگراں در بندش آں دقت رومی داد و در دہلی وفات یافت

در تذکرۂ نوشتہ کہ نصیر تخلص پیر زادہ از اولاد میر صدر جہاں و در دیگر تذکرہ گفتہ کہ یکے از خلفاء میر صدر جہاں است واللہ اعلم بالصواب لہ من الاشعار سے

ڈرے موج و حباب ابدل نہ یہ دھکی نہ وہ دھمکا
ہوئی بحر کمک در پے نہ یہ ہمکی نہ وہ بمکا

نگہ کہتی تری ابرو کا زنگ آلود تیغہ ہے
گیا دھوکے میں دل مارا نہ یہ چمکی نہ وہ چمکا

نکلی تھی دمِ تیشہ زنی سنگ سے آواز
فرہاد یہ دشمن ہے تری جان کا لوہا

قیامت آپ کا قد اُس کے دلپذیر ہوا
چھڑی سے سرو چمن بے نوا فقیر ہوا

چُرائی چادر مہتاب شب مکیش نے جیحوں پر
کٹورا صبح دوڑانے لگا خورشید گردوں پر

قدم نہ رکھ مری چشم پر آپ نے کے گھر میں
بھرا ہے نوح کا طوفاں حباب کے گھر میں

سب سے ملاؤ ابرو وہم سے نفاق رکھو
اس دوستی کو اپنی بالائے طاق رکھو

اس کے آنیکی جو شہرت گلِ شاداب اُڑی
بیضۂ غنچہ سے اِک بلبلِ نایاب اُڑی

شوق نظارہ ترا کھینچ کے لایا تھا وسے
گرچہ تھی قیس کے پاؤں میں سلاسل بھاری

دیکھ لیتی جو اٹھا کر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ
لیلیٰ ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

دل کا کیا مول بھلا زلفِ چلیپا ٹھہرے
تیری کچھ گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا ٹھہرے

جنبشِ لب یہ قیامت ہے کہ جی اٹھے ہم
آج اک بات میں تم رشکِ مسیحا ٹھہرے

دیکھنے بیٹھا جو وہ مہ اپنے گھر کی چاندنی
جب تلک بیٹھا رہا ہرگز نہ سر کی چاندنی

در پردہ آنکھ یار سے لڑتی ہے رات سے
تارِ نگہ کو رشتہ ہے چاکِ قنات سے

حدیث سنبل و ریحاں جہاں نکل آئی
اسیر زلف یہ تڑپا کہ جاں نکل آئی

نطق ۔ محمد علیم اللہ

نطق ۔ تخلص، حافظ محمد علیم اللہ شاگرد حضرت فیض مولد و منشائش دار السرور برہان پور ۔ ہمراہ والد خود وارد ایں بلدہ شدہ الحال در دفتر منصب داران ملازم

اور است ؎

درد اکہ نہیں درد کی رکھتے ہیں دوا ہم | خواہانِ شفا کھتے ہوئے بیمار شفا ہم
سینہ جو ہوا ناوک مژگاں سے مشبک | انگے کے عوض رکھتے ہیں جالی کی قبا ہم
اے نطقؔ جو اُن کے لب جاں بخش کے ہیں سیر | رکھتے نہیں جی میں ہوس آب بقا ہم
مرے دل کو کس کی پڑی جستجو ہے | گزر جاؤں جی سے یہی آرزو ہے
رہوں نا امید اس کی رحمت سے کیونکر | مجھے یاد اے نطقؔ لا تقنطو ہے

نظمؔ ۔ سید غلام دستگیر

نظمؔ ۔ تخلص سید غلام دستگیر صاحب صبغۃ اللہی از ذودمانِ کریم و از اکابر بزرگان فخیم اندارا کاٹ وطن حیدرآباد مسکن مردے ذی حافظہ و خوش کلام و ماہر فنون عربیہ و فارسیہ و اردو من افکارہ ؎

کیا تھا تمنے وعدہ کس دن اُس کے گھر کو آنے کا
عبث اب شکوہ سنج عاشق بےخان وماں کیوں ہو
مکانِ یار کو فردوس کہنا محض دعویٰ ہے
جہاں کا پاسباں مالک ہو وہ باغِ جناں کیوں ہو

گل فام کے یہ معنی ہیں بس رنگ مل گیا | رکھی جو تن پہ یار نے پتی گلاب کی
تم میرے گھر کو آکے اگر نادپر بخاؤ | کیا خاک آبرو رہے چشم پر آب کی

نفیسؔ ۔ بھوانی پرشاد

نفیسؔ تخلص، بھوانی پرشاد شاگرد میر سرفراز علی وصفیؔ بسر بردہ خود بوکالت میکند اور است ؎

دل گنوایا عقل کھوئی جان دی | اس پری کے عشق میں کیا کیا کیا

نقش ـ نصیر الدین

نقش ـ تخلص، راقم آثم مقدم نشین صف نعال و گرد پائے اہل کمال از کم وزنی نمی خواست کہ در ترازوئے کمال پیش ارباب ہنر بجیلہ شود اما بر جام کرم کرام الناس کہ ہنر را ہنر میدارند و صواب را صواب انگارند لختے بگفتار خویشتن می پردازد و بدین منوال گذارش کیفیت خود می سازد کہ نسب فقیر بہ بنی عباس میرسد و تاریخ پیدائش د برکات الحق نصیر الدین (احمد) است از آوان صبا مائل علوم عالیہ و فنون شریفہ ماندہ چوں ربط بدیں فن از دیگر اشغال و اذکار باز میدارد لہذا اولاً زمانے در تعلم علوم عربیہ و فنون غریبہ مصروف ماندو سالے در تعلیم کتب متداولہ فرس و تحقیق محاورہ و اصطلاح مالوف لبعد ازاں بدیں شغل لطیف کہ تکملہ دیگر علوم است متوجہ بودہ اندے سمند شوق دریں دشت اشعار پارسی می تاخت و چندے علم ذوق در پیدائے غزلیات ریختہ افراخت اکنون از دیر باز بجہت خدمت مہتمی و کثرت کار سرکاری مجال عرق پاک کردن بنود طائر سر دکارم از دستم پرواز نمود مگر وقتیکہ شنیدن را ذائقہ از کلام ہم جلیساں میرسد عنان دل بر سخن سرائی پارسی میکشد ہما ناکہ آتش سخن در تنور دل خوابیدہ است و از عمر طبعی در سیر خیابان عشرہ سوم است اگر اقامت پرسند در محلہ پولچی پورہ از الاؤ خاتون جنت رضی اللہ عنہا متصل و باہم است دریں اثنا اینچہ تالیفات و تصنیفات از قوت بفعل رسید تفصیلش اینست ـ دیوان فارسی ـ دیوان ہندی ـ تخلیۃ الشعرا در محاورات اردو فرہنگ خسروانی ـ تحقیقات المصطلحین در ہندی و فارسی مطالب غرا در اصلاح ذومعنین ـ شطرنج اخلاص ـ قوانین اردو ـ دستور دانش وران در ضوابط تذکیر و تانیث ـ شرح کافیہ ـ شرح تہذیب فارسی ـ مثنوی ذوبحرین ـ اینچہ

درچمنستان ازل بخش من داشتند از دست آبیار سخن حضرت فیض بدامنم انداختند و
این چند ابیات ذیل از خیالاتِ پریشان خود بخدمت ناظرین عرضه میدہد و از عرض
مزخرفات خویش سامعہ خراشی میکند ؎

بتوں کے عشق میں اللہ سے شرما رہا ہے دل — کہ ہے غیرت فزائے حجلۂ یوسف حجاب اوسکا
وہ بگوڑے سادہ رُخاں دل مرا سفر کرتا — سکندر آئینہ کو لا قفا میں تر کرتا
آنا یہ کہیں پکار آیا — اپنے سے گیا میں یار آیا
زلف سیہ کا اوسکی ہے "تار" "تار" سودا — ہے حسب حال میرے اک سر بزار سودا
حضرت عشق کی دولت یہ پھری ہے جھاڑو — نام کو بھی نہیں باقی مرے گھر میں تنکا
بعید حسن خال میں ہے تیرے — گرچہ مانا ہے صفر خالی کا
شب غم میں یہ رویا میں نے گھر میں — چڑھا پانی بلبنڈی اولتی کا
وصل کی بات کیجے آہستہ — کان نکلا ہے چارپائی کا
مجھ سا دنیا میں کوئی عاشق ناشاد بھی تھا — یوں تو وامق بھی تھا مجنوں بھی تھا فرہاد بھی تھا
او زلیخا انقلابِ عشق دیکھ — اور یوسف کو کنوئیں جھکوا ئیگا
ہے یہ متاعِ روئے دکاں شوق حسن میں — سودائے عشق گوہر جیب زباں ہوا
ایک ہی اوک میں بیخود ہوا میں — میں نے خیر آب رکھا نام شراب
زاہدا مسئلہ عشق نہ پوچھ — دیکھ لے عارض جاناں ہے کتاب
کس قدر حیرتی ابرو ہے — نقش دیوار ہے ہر اک محراب
اوسکی رفتارِ مبارک کا یہ ہے اک معجزہ — بن گیا نقش قدم ہر رہگذر میں آفتاب
نکل گھر سے اگر ہے طالب قدر — کہاں قیمت صدف میں ہو گہر بند
سرا ہوں کیوں نہ اشک و خونِ دل کو — وہ نورِ چشم گریہ ہے جگر بند

اک بوسہ خیر وہ بھی ملا زور شور پر ‏ ماری ہے لات آپ نے حاتم کی گور پر

ہے وہ آب اس ابروئے خمدار پر ‏ مار دے تلوار کو بھی دھار پر

سنا گلشن میں جو افسانۂ خط ‏ سبزہ ہے صورتِ مستانۂ خط

مدّاح ہے ان کا ایزد پاک ‏ لولاک لما خلقت الافلاک

تیغ؎ ابروئے یار مہر جمال ‏ ماہ نو کو کرے ہلال ہلال

کیا ہوئے ہیں اک ترے رونے کو ہم ‏ آنسوؤں سے منہ لگے دھونے کو ہم

رہ گیا کھیت کوئے قاتل میں ‏ دل کا ارمان رہ گیا دل میں

میرے نالے کو اثر ہے کہ نہیں ‏ نخل ماتم کو ثمر ہے کہ نہیں

ہے دل پر شرار پہلو میں ‏ یا ہے نخلِ چنار پہلو میں

اسی ٹٹی کی آڑ دل میرا ‏ کھیلتا ہے شکار پہلو میں

سردِ مہری سے اوسکی طفلک دل ‏ مرگیا پسلی مار پہلو میں

زلف کی ہے ہر اک لپیٹ میں پاؤں ‏ سانپ کی طرح اسکے پیٹ میں پاؤں

لب شیریں میں ترے غیرتِ جلوہ سوہن ‏ سلک دنداں سے رکے جلتے ہیں بریا سوہن

کہاں ہے ساقی مہوش شراب شیشہ میں ‏ اتر گیا ہے کوئی آفتاب شیشہ میں

قطرہ قطرہ خون پرو ئے ہے مژہ ‏ اللہ اللہ سبحۂ سجادہ ہوں

پڑے گر عکس گیسوئے بتِ بے پیر پانی میں ‏ حیا سے موج ڈوبے صورتِ زنجیر پانی میں

لب جو تک سخن شست رواں کا تیرے جو گزرا ‏ ہوا گردابِ دیدہ حلقہ رہگیر پانی میں

لئے تیشہ کھڑا ہے کوہ پر فرہاد ڈھلنے کو ‏ غمِ شیریں میں ہاتھی سے لگا ہے گنّے کھانیکو

لب اظہار پہ آتا نہیں کین ابرو ‏ ہوگئی قفل زباں بند ہے چینِ ابرو

؎ تبر (ب)

ہر ایک مژہ ہے تیر قرعہ
طرفہ ہے کمان خالِ ابرو

رکھتا ہے براتِ عاشقاں کو
جوں شاخ سیر غزالِ ابرو

کئی دن سے جو ایک بوسہ پر
کس لئے چھچلیاں کھلاتے ہو

اُس کی زلفوں میں پھنسا ہے جو مثالِ شانہ
دیکھتا ہوں دل صدچاک سے فالِ شانہ

کرے گر اضطرابِ دل نظارہ
دل سیماب ہوئے پارہ پارہ

قتل کر لطف سے اے یار نہ از قہر مجھے
گڑ دئے سے ترے مرتا ہوں نہ دے زہر مجھے

منّتِ آبِ بقا خضر نمط میں نہ کروں
زندگی عشق نے بخشی ابدالدہر مجھے

سہتا ہوں جور و جفا ان کی لب پر شور ہے
کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا نمک کا پاس ہے

اُس حیا انداز کا ہو باغ میں کیونکر گذر
چشمِ انساں میوۂ مرغوب عین الناس ہے

سیب کا سیبِ ذقن سے کب یہ لڑتا[1] رنگ ہے
خربزہ کو دیکھ کر خربزہ پکڑتا رنگ ہے

ہجر میں بڑھتا چلا ہے شوقِ وصل
فی المثل یہ روغن و دیباہ ہے

گر نہیں کوئی زخم کاری ہے
کوڑی کے کام کی کٹاری ہے

وہ کبھی کھاتے ہیں جو ہنستے پان
ایک اک بولتی سپاری ہے

خموشی ہو گئی مہرِ دہاں ہے
یہ کہنے کو میرے منہ میں زباں ہے

ناز کا توسن اگر تیز رہے
غمزہ کو جنبش مہمیز رہے

یار تا چند مرے دیکھنے سے
چشمِ بیمار کو پرہیز رہے

طفل بدخو نے پڑھایا ہے کچھ
کیوں الف اوسکا نہ شبدیز رہے

بو لگی ابروئے خمدار کی ہے
آنچ ہوتی بری تلوار کی ہے

مری آہ کیا بے اثر جائے گی
کبھی نہ کبھی کام کر جائے گی

لہ (ب) میں بدلتا۔

یوں ہی دمبدم اشکباری رہے
تو آب آب ابر بہاری رہے

کرو قصد کعبہ کا اگروز نقش
بہت دیر میں بن پوجاری رہے

رخ عرقِ حجاب ہو رہا ہے
گل ہو کے آب ہو رہا ہے

مرچیں چلے دل کو لگ رہی ہیں
طیار کباب ہو رہا ہے

یاد جس دم اسکے کوچہ کی فضا آنے لگی
گرمیاں کرتی ہوئی ٹھنڈی ہوا آنے لگی

ناتوانی کھینچتی ہے زرد رنگی کی طرف
کاہ میں بھی وضع جذب کہربا آنے لگی

مجھے مجنوں نہیں کیا جانتا ہے
ولی کو بس ولی پہچانتا ہے

وہ ہوں میں قابض ارواح سختی
ترا خنجر بھی لوہا مانتا ہے

سنگِ گہر بتیسی ہے
لعل لب میں بسی ہے

خوب لگی ہے پاؤں سے
مہندی پکی پیسی ہے

نوع سافل ہے ساق یا اُس کی
قامتِ یار جنس عالی ہے

حسن برجا شوخی و شنگی میں ہے
عشق بی شرمی و بے ننگی میں ہے

مطربا ساز خموشی کو بجا
نالۂ پُر غم خوش آہنگی میں ہے

یاد ئے دل میں بھری ہوتی ہے
بند شیشہ میں پری ہوتی ہے

گھس کے کس طرح لگا دو نے صندل
مجھ کو اک دردسری ہوتی ہے

ہم نے تصدیق تصور سے کیا
کب بدیہی نظری ہوتی ہے

زلف کس باغ کی مولی ہے یہ
خط یہ کس کھیت کی ترکاری ہے

کیا وصف کہہ سکے کوئی دندان یار کے
موتی بنے ہوئے ہیں یہ بتیس دھار کے

لیتے تھے بو علی کی کتابوں کا درس کل
وہ آج کان کاٹتے ہیں رگو شیار کے

آنکھ سوئے رُخ خوش دوڑی ہے
دل کو اس وجہ اڑا گوڑی ہے

اوسکے کوچہ میں جو رم جانے لگے   ہاتھ پاؤں اپنے انجانے لگے
ترے رُخ سے زلفوں کو یوں میل ہے   کہ سورج مکھی پر امربیل ہے
دل کے تعقیب روح و جان چلے   جب چلے بھیڑیا دہسان چلے
وصفِ زلفِ دراز ہیں اس کے   قینچی کی طرح پر زبان چلے
سر کو جھنائے رہتا ہے عاشق   آدمی کا ہیکو جھنا سر ہے
جو گیا بن گیا برہمن سا   کوچہ اوس یار کا بتیسر ہے[١]

غزل

جانِ شیریں عشق میں کھوتا ہے کیا   سنگ منزل کو نکمن ڈھوتا ہے کیا
جو صبا کرتی ہے خاک اپنی خراب   بال بیکا زلف کا ہوتا ہے کیا
تیرگی ہے محو دل غفلت نہ کر   جھٹ پٹے کا وقت ہے سوتا ہے کیا

[١] (ب) میں یہ اشعار زائد ہیں ـــ

باغ میں ہے نرمیٔ شیریں کا ذکر   گل .... بوتا ہے کیا
صبح نومیدی میں خواب غافلی   دن نکل آیا ہے اب سوتا ہے کیا
ہو رہا ہوں میں فراقِ یار کا   ہوتے ہوتے دیکھئے ہوتا ہے کیا

یاد ابرو میں کتابی رو کے   طاقِ نسیاں پہ دہری ہوتی ہے
ابر کی طرح پہ روتا ہوں میں   کشت اُمید ہری ہوتی ہے
ابرو وہ لڑ رہے ہیں لگھیلوں کی طرح پہ (کذا)   دل بھی سپرد کردوں میں اس ٹگ دولار کے
ثنائے رخ سے ہے آئینہ وضع حیرانی   خیال زلف سے ہے مجموعۂ پریشانی
خیال دل میں رُخِ پُر عرق کا یوں آیا   کہ جیوں حلول ہو طریانی اور سریانی
تصور اُس کا ہوا مجھ کو عین ماہیت   یہی ہے یار کا معقولِ اوّل و ثانی

باغ میں ہے نرمیِ شیریں کا ذکر — گل زر پرویز کا بوتا ہے کیا
ہجر میں کیا کچھ ہے جواب کھائیگا — آنسوؤں سے منہ بہت دھوتا ہے کیا
نالہ کرتا ہے دل آہن کو موم — حضرتِ داؤد کا پوتا ہے کیا
خود بخود دل میں خارِ خارِ ہر مژہ — تخم کانٹوں کا کوئی بوتا ہے کیا
تربیت سے لختِ دل کی کیا حصول — بولنا بندوق کا توتا ہے کیا
لختِ دل سے کہتے ہیں آنسو مرے — ہاتھ بہتی ندی سے دھوتا ہے کیا
چھیڑتے ہیں وہ نہیں ٹسوے بہا — دل ہنسی میں بھی کوئی روتا ہے کیا

نقش ہل سے کم نہیں تیرا قلم
کھیت لاکن فکر کا جوتا ہے کیا

نگین ۔ محمد برہان الدین

نگین تخلص محمد برہان الدین[1] برادر عزیز راقم این عجالہ در سیاق و سباق طاق و فارسی مسبوق السیاق گاہ گاہ فکر شعر ہم میکند او راست[2] ؎

---

[1] (ب) میں یہ اشعار بھی ہیں ؎

باندھا ناسور نے آنکھوں میں ہے گھر ان روزوں — غم میں رہتے ہیں مرے دیدۂ تر ان روزوں
ہوں کسی چشم کا وحشی جو نکل جاؤں کبھی — گھیر لیتے ہیں چراگاہ میں آہو مجھ کو
ہے خدا کا شکر ہر ہر دم کے ساتھ — بت بھی غم کرتے ہیں میرے غم کے ساتھ
مرتبہ ہر ایک کا یکساں نہیں ہے خلق میں — بوم کا سایا کہاں ظلِ ہما کے سامنے
ہجر کا دل پہ ابھی میرے قلق باقی ہے — گو مرے جینے میں دم ایک رمق باقی ہے

[2] (ب) میں یہ عبارت قلمزد ہے اس کی جگہ لکھا ہے (بو میہ وارد صیغہ دار صفائی)

پھر بتوں کو سلام کیجئے گا
ظلم کو رام رام کیجئے گا

دیکھ لیوے جگر کی گر آتش
ہو سمندر بھی نعل در آتش

جب ہوئی شہرت صفات اشکِ چشم زار کی
زیر دنداں آگئی انگلی درِ شہوار کی

فرہاد کی خاطر میں یہ کیا بات ٹھنی ہے
جو موش بر آوردنی و کوہ کنی ہے

نور - طالع مند خاں

نور تخلص، طالع مند خاں ساکن بلدہ[1] اوراست ؎

پردہ رخ صنم سے جو اک بار ہٹ گیا
رخ مہر کا پلٹ گیا اور بدر گھٹ گیا

نہیں ہے مغربی تلوار دست قاتل جاں میں
نمایاں ہے مہ نو پنجۂ مہرِ درخشاں میں

جو عالم نور کے شعلہ کا ہے داغِ جوانی میں
تو گویا ہم خلیل اللہ کی ہیں باغبانی میں

نیاز - رائے بھوانی لعل

نیاز تخلص، رائے بھوانی لعل اوراست ؎

سیاہ چشم سبھی آشنائے مطلب ہیں
کہا جو حال میں اپنا تو منہ کو موڑ لیا

مت برا مانو اگر کرتے ہیں بے تقصیر شور
بیقراروں کا مقرر ہے گریباں گیر شور

نیک - میر جعفر علی

نیک تخلص میر جعفر علی از ارشد تلامذۂ حضرت فیض است وضعش مرغوب وطبعش نیک دیوانش ملاحظہ شدہ اشعار ذیل ازاں انتخاب گردید ؎

اٹھ جائے اوس کے رُخ سے جو گوشہ نقاب کا
ہو جائے رنگ زرد ابھی آفتاب کا

تمھارے سوزِ محبت کا یاں چراغ رہا
ہمیشہ لالۂ احمر سا دل پہ داغ رہا

---

[1] (ب) میں "جمعدار بن میر طاہر علی" زائد ہے

خوشنما ہے کس قدر ہر پیچ ہر خم زلف کا ‏ — ‏ رام ہو جاتا ہے افعی دیکھ عالم زلف کا
کیوں نہ حاصل ہو مزہ اوسکی نمک پاشی میں نیک ‏ — ‏ ہر دہانِ زخم کو میرے نمکداں کر دیا
دل روشن کو ہے یوں زلفِ گرہ گیر پسند ‏ — ‏ جس طرح آئے ہے جگنو کو شبِ تیر[۱] پسند
کرتا ہے خاک کیا ہوس کیمیا گری ‏ — ‏ تسخیر خلق چاہے تو کسبِ کمال کر
تو آج پوچھے ہے مدت کے بعد اے ظالم ‏ — ‏ دنوں گذر گئے ہیں تیرے نیک کو مر کر
شیخ غش ہے سبحہ پر اور برہمن زنار پر ‏ — ‏ مجھ کو آتی ہے ہنسی ہر کافر و دیندار پر
کرے ہے ابرو مژگاں تری تیر و کماں کا کام ‏ — ‏ نگاہِ دیدۂ خوں ریز سے بھی لے سناں کا کام

حرف الواوٗ

واثق ـ

واثق ـ تخلص ـ شخصے قدیم است ازوست ؎

کہے ہے دیکھ کر واعظ مرے حالِ پریشاں کو ‏ — ‏ رکھے قابو میں دل کو اپنے یہ لازم ہے انساں کو

واصل ـ محمد احمد اللہ

واصل ـ تخلص ـ محمد احمد اللہ پور محمد تقی حسین رفعت عمرش قریب بست سال خواہد بود طبعزاد اوست ؎

ہر اک کے دل میں رہتے ہو حسرت کی طرح تم ‏ — ‏ ڈھونڈوں تمھیں کہاں کہ تمھارے ہیں گھر بہت

---

[۱] (ب) میں تیر ہے۔

کوئی دولت نہیں مجھ طالب دیدار کے پاس
ایک دل تھا سو وہ موجود ہے سرکار کے پاس
خاک مزار شیخ سے تعمیر مے کدہ
کیسی خدا پرست کی مٹی خراب ہے

واقف ۔ بابا شاہ حسینی

واقف تخلص بابا شاہ حسینی عرف میراں صاحب مصنف قصہ چندر بدن و مہ یار و مجموع العاشقین و صاحب دیوان ست از سکنائے بگین پلی و کرنول حال از جہان گذران وداع شد و کان ذلک فی ۱۲۰۵ھ او راست ؎

کندا ہے ترا نام میرے دل کے نگیں پر
شاہی ہے دو عالم کی مجھے روئے زمیں پر
اب خاک شرف اس سے بھی کیا ہوگا زیادہ
ساجد ہوئے آدم کے ملک عرش بریں پر
ہر شے میں جلوہ فرما اے یار تو ہی تو ہے
جس گل میں دیکھتا ہوں تیرا ہی رنگ و بو ہے
ظلمت میں ڈھونڈتا ہے چشم سکندر آسا
آنکھیں تو کھول پیارے آئینہ رو برو ہے

وداد ۔ احمد بیگ خاں

وداد تخلص احمد بیگ خاں مخاطب بہ معظم جنگ بہادر داروغہ شکار خانہ سرکار آصفیہ از امرائے حیدرآباد او راست ؎

قاتل سے ہے خیال شکایات کا غلط
دعوائے خوں غلط طلب خوں بہا غلط
بے جا نہیں صفائے رخ جان جاں رقم
لکھتا نہیں میں خامۂ اہل صفا غلط
عنصر ہیں میرے رنج و غم و ماتم و الم
ہے ربط خاک و آتش و آب و ہوا غلط
خالی ہیں زاہدوں کے ہوائے بتاں سے دل
ٹھہرایا ہے فلاسفہ نے کیوں خلا غلط
وقت محن شریک کسو کا کوئی نہیں
خلق و سلوک و شفقت و مہر و وفا غلط
کوئی وداد میں نہ ملا قول کا درست
اس وجہ ابتدا ہے غلط انتہا غلط

وزیر۔ وزیرالدین علی

وزیر تخلص[۱] وزیرالدین علی صاحب[۲] صاحبزادہ فرزند بابر جنگ مرحوم عرف میر سنگ علی علی بادشاہ نبیرۂ نواب صمصام الملک بہادر عم رئیس دکن جوان صلاحیت شعار و خوش اطوار است مکارم پسندیدہ و اوصاف حمیدہ دارد اصلاح سخن از میر[۳] احمد علی عصر و میر افتخار علی وطن میگیرند و اور است ؎

عالم غیب و شہادت ہے نمایاں اسمیں ۔۔۔ ہم نے مردم کو طلسمات کا پتلا دیکھا

سامنا ہے جو روئے دلبر کا ۔۔۔ آئینہ گھر بنا ہے ششدر کا

وصف۔ محمد عمادالدین

وصف۔ تخلص محمد عمادالدین عرف پاپا میاں صاحبزادہ حضرت فیض از نتائج طبع ازکی ایشان است ؎

وصف لکھنے کو میانِ یار کا ۔۔۔ پھر قلم باریک چھلواتے ہیں ہم

آئینہ کہتا ہے کیا منہ میرا ۔۔۔ شکل اپنی جو دکھاتے ہو تم

قامت قیامت لائے ہے چتون غضب برسائے ہے

چتون غضب برسائے ہے قامت قیامت لائے ہے

وصفی۔ محمد سرفراز علی

وصفی تخلص محمد سرفراز علی ہمشیرہ زادہ غلام امام شہید اکبر آبادی دکان

---

[۱] (ب) میں "میر" زائد [۲] (ب) میں " بادشاہ صاحب زادہ داماد افضل الدولہ بہادر والی دکن" زائد

[۳] (ب) میں " اصلاح سخن در اوایل از میر افتخار علی وطن و در آخر از میر احمد علی صاحب عصر میگیرند و هم علم عروض و نکات شاعری از میر موصوف حاصل کردہ و اور است"، زاید ہے

خود فروشی می چنید و بشاعری کاکوی مفاخرت میکند - در ریختہ شاگرد مولوی وحید و
در فارسی تلمیذ غلام امام شہید صاحب دیوان است دو رسالہ در زبان فارسی مسمی
بہ ترانۂ بلبل و نغمۂ عندلیب از تالیفات اوست وطنش لکھنؤ خوش باش الہ آباد فی الحال
بہ نظر معیشت مقیم بلدہ حیدر آباد است و در داوری گاہ یعنی صدر مجلس مرافعہ ملازمت
میدارد - اوراست ؎

دیکھ کر آئینۂ عارضِ زیبا تیرا — دلِ حیرل بنا بلبل شیدا تیرا
راہ چلتے وہ غرورِ حسن سے ٹھکرائے گا — پاؤں پڑنا اور کبھی سر پر خرابی لائیگا
خلق انساں ہوئے سب جی سے گذر جانیکو — پھول اس باغ میں سب پھولے ہیں کملانیکو
وہ بگڑے میرے اظہارِ بیاں سے — نہیں معلوم کیا نکلا زباں سے
مجھے اُردو میں اے وصفیؔ خوش فکر — تلمذ ہے وحید نکتہ داں سے
اضطراب اے دل مضطر تجھے ایسا کیا ہے — پہلے خط تو مجھے پڑھنے دے کہ لکھا کیا ہے

وصلؔ - غلام صمدانی

وصل تخلص، غلام صمدانی عرف بھولے صاحب از مریدان سید معین الدین
عرف شاہ خاموش مرحوم اند و نسبت تلمذی بحضرت فیض میدارند صاحب دیوان
مردم آراستہ فلاح و پیراستہ صلاح ایشان راست ؎

کیا غم ہے گر خیال بتاں دل میں جم رہا — برسوں خدا کا گھر بھی تو بیت الصنم رہا
بوسہ دے قاتل مجھے تا شر مٹے — ورنہ تجھ پر خون بہارہ جائے گا
جب تلک صورت نہ وہ دکھلائے گا — دل مرا آنکھوں ہی میں رہ جائے گا

وطنؔ - میر افتخار علی

وطن تخلص میر افتخار علی بن میر کاظم علی استاد نواب صمصام الملک بہادر

رسالہ نورالبصر عجیب المثال ازوست ملاحظہ شدہ ۔ صوفی مشرب دستِ ارادت
بہ شہ اکبر دہلوی خوشنویس کہ حسب اسند عاثر راجہ چندو لال متوفی آمدہ بود دادہ"
خدایاد خود فراموش است و در سخنوری تلمیذ حضرت فیض من افکارہ ے
معنوی ایک نہیں عارف لفظی ہیں بہت قال کرتے ہیں مگر حال نہیں دم بھر کا

جوں آئینہ ہوں اوس کے میں روبرو ہمیشہ وہ مجھ کو دیکھتا ہے میں اوسکو دیکھتا ہوں
دیکھا نہ کچھ جہاں کا میں نے وطن تماشا آنکھیں کھلی ہیں جب سے اپنے کو دیکھتا ہوں
پھر آمد ہے جنوں کی ٹھوکریں کھانیکا ساماں ہے ہمارے پاؤں سے لپٹا ہوا صحرا کا دامن ہے

وقت ۔ محمد حیات

وقت تخلص محمد حیات بہ شاگردی میر احمد علی عصر امتیاز دارد اوراست ے

سر میں سودا ہے زلفِ دلبر کا مانگتا ہوں میں حسن کے در کا
یاد خط میں ہے خیال رخِ جاناں مجھ کو خضر دکھلانے لگے چشمۂ حیواں مجھ کو

وہاب ۔ سید عبدالوہاب

وہاب تخلص سید عبدالوہاب مرد خوش وضع و اخلاق داروغہ مطبخ نواب
مختار الملک بہادر مدارالمہام سرکار آصفیہ اصلش از اراکاٹ از مدتہا بوجہ
آب و خور درین بلدہ سکونت میدارند سابق اصلاح سخن از محمد حبیب اللہ ذکا
میگر فتند الحال شاگرد مرزا دبیر لکھنوی اند اکثر توغل بہ سلام میدارند الشان است ے

نثار ابروئے پرخوں کا ہے خیال مجھے سلامی چاہیئے ہر شب کو اک ہلال مجھے
خدا کے حفظ و حمایت میں وہ رہے وہاب خدائی کہتی ہے جس کا نمک حلال مجھے
رہے مدام مدارالمہام ملکِ دکن یہی ہے وردِ شب و روز ماہ و سال مجھے

لے د ب میں وہلوی نہیں ہے ۔

حرف الہاء

ہجر۔ غلام امام خاں

ہجر۔ تخلص، غلام امام خاں پور محمد مشہور خان سپاہی زادہ از قوم افغان موسیٰ زئی مولد و منشایش بلدۂ حیدر آباد در علوم لطیفہ و فنون شریفہ دستگاہے داشت و تاریخ رشید الدین خانی در اردو بہ نہج شگرف و حادی جمیع سیر دکن نوشتہ ابواب فرحت بروی نظارگیان کشادہ و اندراج کوائف آن آئینہ حیرت برروے جام جہاں نما بستہ۔ "للہ درمن قال العلم للمتاخرین" و در تسوید تاریخ مذکور ملک تخلص هم میکرد در ۱۲۸۵ھ ازین دار فانی سوئے عالم جاودانی ہجرت کرد و صاحب دو دیوان و تالیفات متعددہ دارد، او راست ؎

تیرے ابرو سے نمایاں ہے اثر صمصام کا — کام کر جاتی ہے مژگاں خنجر بہرام کا

ہجر ہوں میں عاشقی کا لطف میرے دم سے ہے — شاعروں میں جابجا چرچا ہے میرے نام کا

بفیض فیض مرا ہر سخن دکن کے بیچ — رکھے ہے لذت قند و شکر دہن کے بیچ

خدا نے دی ہے یہ عظمت مرے سخن کے بیچ — اٹھی زبان بھی تعظیم کو دہن کے بیچ

بخیہ سے سدا دور ہے چاک تن کاغذ — مرہم کو ندے جائے کہیں روزن کاغذ

دور ہے وضع مقدر عشق کی تکلیف سے — آج تک کرتی نہیں ہے بلبل تصویر شور

ہدایت۔ شیخ ہدایت اللہ

ہدایت، تخلص شیخ ہدایت اللہ او راست ؎

نے جم رہا جہاں میں نہ وہ جام رہ گیا — مردوں کا اس جہاں میں مگر نام رہ گیا

ہشیار۔

ہشیار تخلص شخصیست ازیں دو بیت ازوست ؎

کشتہ ہوں کسی کے عشوہ و انداز و ناز کا — زخمی ہوا ہوں نیمچۂ خانہ ساز کا
بات پر جان کا دینا ہے بہت مشکل بات — منہ سے کہنے کو کسی شخص کا کیا جاتا ہے

ہمدم - گلاب چند

ہمدم تخلص - گلاب چند متوفی از شعرائے قدیم اینڈ یار است و او راست ؎

گرے ہے اشک گلگوں چشم سے جوں دانۂ انگر
الٰہی دیدہ سوزاں ہے یا ہے دانۂ انگر
شرار سینہ سے میرے جو دودِ آہ اٹھتا ہے
دل پر داغ ہے میرا کہ ہے کاشانۂ انگر

ہوس - خواجہ لطف اللہ خاں

ہوس تخلص خواجہ لطف اللہ خاں او راست ؎

گئے جی سے تو فائدہ اتنا ہوا غم و عشق کا رنج و محن نہ رہا
دلے کاوش دست جنوں یہ رہی کہ موئے پہ بھی تارِ کفن نہ رہا

ہوش - سید محمد

ہوش تخلص، سید محمد از شاگردان حضرتِ فیض او راست ؎

برباد ہو گئے پہ مری مشتِ خاک کو — لیجا کے آسماں پہ بٹھایا تو کیا ہوا
تل جو ابرو کے ہے تلے اس کو — لوگ اوپر کے کہتے ہیں تل گھاٹ
اس قدر روتے ہو جو دیدۂ تر — کیا مرا نام ڈبوتے ہو تم

ہوش - رائے منا لال

ہوش تخلص رائے منا لال متوفی مشورہ سخن از میر تفضل حسین عطا میکرد او راست ؎

ہے گریہ سے پانی دلِ بیتاب میں زنجیر — جوں موج سے پہنے ہے کنول آب میں زنجیر

یوں آہ کی دل میں ہے تڑپ میرے کہ جس سے　　بجلی کی گرے چشمۂ سیماب میں زنجیر

حرف یائی تحتانی

یاسؔ ۔ محمد عبدالقادر

یاسؔ تخلص محمد عبدالقادر صاحب عرف بنو میاں نظر بہ بیوفائی دنیا از چندے باسم قادر علی شاہ موسوم شدہ وضع درویشانہ میدارند و درعمل پری خانی مشہور و بلا کسب نفقے مامور از ایام صبا طبعش بہ طرف شعر میلانِ تمام داشت آخر گفتہ گفتہ پُرگو شدہ دراں زمان مشقِ سخن از میر شجاعت علی گرمؔ حاصل کردہ لیکن از زبانیش چنیں است کہ من از حضرت فیضؔ کہ استاد اوست استفادہ کردہ ام خیر ہرچہ باشد بیک سلسلہ است عمرش از شصت سالہ متجاوز خواہد بود در کنڈلی کٹ راستہ پتھر گٹی محل مقیم است ایں ابیات از سفینہ اشعارش ملتقط شدہ ؎

فراق یار کے ایسے ہیں داغ تن کے بیچ　　کہ جیسا تختۂ لالہ کھلے چمن کے بیچ
کانوں میں چمکتے ہیں جو اوس حور کے پتے　　ہلتے ہیں ہوا سے شجرِ طور کے پتے
کب پست طبیعت میں مضامین بلند آئیں　　ٹوٹیں قد کوتاہ سے کب دور کے پتے
وصف چشم یار لکھتا ہوں ابھی اے یاسؔ میں　　موئے مژگاں ہو جو بدلے خامۂ تحریر کے
لیا ہے یار نے شیشے شراب کے اب کے　　چھٹیں گے ہاتھ سے اوس مستِ خواب کے اب کے
نکتہ بڑھا محیط ہوا کائنات کا　　دریا بہا ہے بوند ٹپک کے سحاب کی

یاورؔ ۔

یاورؔ نامش معلوم نیست وایں یک بیت از دست ؎

ذکر ہے اوس شعلہ رو کا جا بجا　　آگ کیا پھیلی ہے گھر گھر دیکھیے

یتیمؔ ۔ غلام حسین

یتیم تخلص غلام حسین از طبقۂ پیشینیاں است از وست ؎

دامن پہ نہیں گرتے ہیں یہ اشک کے قطرے
پھولا ہے یہاں اور ہی گلزار نگ کا

یحیٰیؔ ۔ یحییٰ خاں

یحییٰ تخلص، یحییٰ خاں از شاگردان جناب حافظ محمد تاج الدین مشتاقؔ اوراست ؎

قمری تجھے ہے اپنے دل آرام کی تلاش
مجھ کو ہے اپنے سروِ گل اندام کی تلاش

سحر جو چٹکے ہے اس طرح باغ میں غنچہ
رکھے ہے کچھ تو خلل یہ دماغ میں غنچہ

یکساںؔ ۔

یکساں از اہالی این دیار اوراست ؎

چشم کا کیا ذکر ہے اے راحتِ جان عزیز
بن ترے آسودگی ہرگز نہیں پانے کی روح

نہ آسودہ رکھا اک روز دل کو بھی مری جاں کو
نہ جانوں کیا بلا کی دشمنی تھی مجھ سے دوراں کو

یوسفؔ ۔ یوسف خاں

یوسف تخلص، یوسف خاں فرزند شاہ عالم خان بابوزئی سپہ دار سرکار آصفیہ، شاگرد بڑے میاں صاحب مصدق در ۱۲۷۱ھ ازیں جہانِ فانی بہ عشرت کدۂ جاودانی نقل کرد چنانچہ منشی تفضل حسین عطاؔ تاریخش نوشتہ تاریخ ؎

رفت خلق از خلق یوسف خاں چو رفت
او نرفتہ نیک خوئی رفتہ آہ

سال تاریخش عطاؔ کلکم نوشت
یوسف از مصر نکوئی رفتہ آہ

۱۲۷۱ھ

ایں اشعار از وست ؎

آنکھیں کہتی ہیں مری دانۂ انگور ہیں ہم ‌ ‌ نگۂ ساقیٔ بدمست کے مخمور ہیں ہم
یہ بلبلوں سے نکل آئیں گے یقیں بلبل ‌ ‌ صد ہزار کی ہے حوض کے ہزارے میں
اگر پڑے ترے دنداں کی تاب پانی میں ‌ ‌ تو پاوے گوہرِ بے آب ، آب پانی میں
ہر اک حباب ہو فانوس شمع سا روشن ‌ ‌ نہاوے گر وہ بہارِ شباب پانی میں

حواشی و تعلیقات

آصف - میر گوہر علی خاں مبارز الدولہ

آصف ۱۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے (تزک محبوبیہ) علم و فضل میں یکتا اور سپہ گری میں کامل تھے۔ سید احمد بریلوی سے عقیدت رکھتے تھے اور ان کی تحریک آزادیٔ وطن کے سرگرم مؤید تھے نوجوانی میں ایک ہزار سواروں کے ساتھ انگریزی ریزیڈنٹ سے جنگ کر کے اُسے شکست دی تھی - ۱۹ رمضان ۱۲۷۰ھ کو وفات پائی اور درگاہ برہنہ شاہ میں دفن ہوئے۔ سات لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں -

کتب خانے کی بیاض ۱۵۱۵ میں آصف کا ایک قصیدہ ہے جس میں نظام عہد کی تعریف اور راجہ چندو لال دیوان کی ہجو کی گئی ہے۔ اس قصیدے کے صرف (۱۶) اشعار مل سکے کیونکہ بعد کے صفحات پھٹ گئے ہیں عنوان میں قصیدہ مبارز الدولہ بہادر لکھا ہوا ہے قصیدہ یہ ہے :

چہرے سے ہویدا ہے ترے شانِ ریاست
پھر کیوں نہ کہیں ہم تجھے سلطان ریاست

اے لختِ دلِ بادشہِ ملک دکن، ہاں
موقع ہے اگر کہیے تجھے جانِ ریاست

اے ابرِ کرم، بحرِ سخا، منبعِ احساں
سرسبز ہے تیرے سے گلستانِ ریاست

ہے کون ترے دائرۂ حکم سے باہر
یاں سب ہیں ترے تابعِ فرمانِ ریاست

تابندہ رہے کوکب طالع ترا تا حشر
روشن ہے تری ذات سے ایوانِ ریاست

جب تک خمِ شمشیر، مہ نو سے ہے ظاہر
دشمن ترے ہوتے رہیں قربانِ ریاست

افضال سے قہّار کے، شمشیر کے بل سے
اس عاصی کو مدّت سے ہے ارمانِ ریاست

یک روز مجھے سوجھے ہے مہاراج پہ واللہ
میں دل سے اُسے گر کہوں شیطانِ ریاست

مہاراج کے ظلموں سے خلائق کیے افسوس
بالکل نہ رہی جان نہ کچھ آن ریاست

جاگیر و محالات جو بکتے ہیں بہ رشوت — دانا اُسے کہتے ہیں کہ دیوانِ ریاست
محتاج بھلے آدمی اور فوج بھی واللہ — ہر طرف سبھی پھرتے ہیں گریانِ ریاست
سب مُلک کو اور فوج کو یوں لُوٹ کے مہاراج — منگل کو کیا کرتے ہیں وہ دانِ ریاست
مہاراج کا فرزند جو ارشد ہے اُسے سب — عاقل یہ کہا کرتے ہیں نادانِ ریاست
یوں حُکم جو ہو جائے ترا مُلک کے اوپر — مختار بدستور ہو دیوانِ ریاست
تیار ہو سب فوج ترا ملک ہو آباد — معمور (مامور) ہوں خدمات پہ ارکانِ ریاست
ہیں جتنے بھلے آدمی کر حُکم کہ ان کو — ملتی رہے صدقے سے ترے نانِ ریاست

آفاق ۔ فریدالدین خاں

خلف سید بہاء الدین شاہ سلیمان المتخلص بہ اولیا دہلوی کے قرابت دار۔ اصلاً کشمیری اور حکیم ثناء اللہ خاں فراق کے شاگرد تھے ۔ دکن جا کر نواب مشیر الملک ارسطوجاہ (۱۲۱۹ھ) کے ملازم ہوئے ۔ ڈاکٹر زور کا بیان ہے کہ حکومت آصفیہ نے انہیں عیسیٰ خان کا خطاب دیا تھا ۔ مولف گلزار آصفیہ نے لکھا ہے کہ "آفاق نے اپنے استاد قائم کی غزل کی تضمین کی تھی لیکن قائم کی شاگردی کا ذکر کسی اور تذکرہ نویس نے نہیں کیا۔ ۱۲۵۳ھ میں وفات پائی فیض حیدر آبادی نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا جس کا آخری مصرع یہ ہے ۔

زانقضائے آفاق ، آفاق رفت
۱۲۵۳ھ

دیوان ریختی ۔ مثنوی خواب و خیال ۔ گلدستۂ مجلس اور کلیات ان کی تصنیفات ہیں داستان ادب حیدر آباد ص ۱۲۴) اپنے بھائی امیر بخش شہرت کی معیت میں مثنوی دانش افروز بھی لکھی تھی جس کا مخطوط انجمن ترقی اردو کے کتب خانۂ خاص میں ہے ۔

آثم ۔ میر نواب علی

گلدستۂ چمنستان لکھنؤ میں ان کا نام مرزا نواب علی خوش نویس لکھا ہے اور مرزا عباس حسین ہوش لکھنوی ۔ شاگرد بتایا ہے ۔

احمد۔ سید احمد حیدر آبادی

۱۲۷۹ھ میں راہی ملکِ بقا ہوا۔ یہ شعر یادگار رہا ؎

نہ آیا کر کے وہ اقرار شب کا گھر مرے ہمدم
جو اب رستے میں ملتا ہے تو وہ نظریں چراتا ہے

(خزینۃ العلوم ص ۹۹)

ادیب ۔ فیاض الدین خاں

نواب فیاض الملک مہتمم میز خانہ نظام حیدر آباد دکن (تمخانہ جاوید جلد اول ص ۲۴) ۔
ادیب کا ایک سلام ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد کی بیاض ص ۴۳، ۵ میں ہے۔ مطلع یہ ہے ؎

السلام اے شاہِ شاہاں السلام   السلام اے جانِ ایماں السلام

(تذکرۂ مخطوطات ۔ سوم ص ۱۵۹)

اسد ۔ مولوی نور المرتضیٰ

مولوی حیدر لکھنوی کے لڑکے اور مولوی ظہور علی سحر کے بھائی تھے فیض مرحوم کے قطعہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۲۷۰ھ میں ان کی شادی ہوئی تھی ۔ قطعہ یہ ہے ؎

مقتدائے جہاں ظہور علی   شد چو از شادیٔ برادر شاد
فیض تاریخ شادیش بنوشت   میمنت شادیٔ برادر باد
۱۲۷۰ھ

(مرقع فیض)

اشفاق ۔ مرزا احمد علی

اشفاق اکبر آبادی کا ایک دیوان ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد میں ہے جس کا سنہ کتابت ۱۲۵۰ھ ہے وہ غالباً انہیں کا دیوان ہے (تذکرۂ مخطوطات ۔ سوم ص ۲۹۱) اس دیوان میں فارسی و اردو دونوں زبانوں کا کلام ہے ۔ نور مرحوم نے لکھا ہے کہ تذکرہ قائم میں ان کا تذکرہ ہے لیکن قائم کا تذکرہ "مجموعہ نغز" طبع ہو چکا ہے اس میں اشفاق تخلص کے کسی شاعر کا ذکر نہیں ہے ۔

اشفاق کی ایک مثنوی "راحتِ دل" کتب خانہ سالار جنگ میں ہے ۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۴۴ھ ہے ۔

اشک ۔ علی حسن

ان کے بزرگ نواب مبارز الملک سربلند خاں صوبیدار ارکاٹ کے قرابت دار تھے ۔ اشک لکھنو کی تباہی کے بعد ۱۲۸۰ھ کے قریب حیدرآباد چلے گئے تھے اور مختار الملک نواب سالار جنگ کی سرپرستی میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی بعمر ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۳۰۱ف میں وفات پائی ۔قطعہ تاریخ وفات سید احمد افسر نے لکھا ہے

روزۂ عاشورہ چوں افطار کرد ناگہاں آں نیک باطن مُرد آہ
گفت افسر مصرع سالِ وفات اشکِ نکتہ سنج مومن مُرد آہ
۱۳۰۱ف

دو دیوان موسومہ 'دستور الشعرا' اور 'معیار نظم' یادگار ہیں

اشہر ۔ مرزا غلام سجّاد

اصلاً طہرانی تھے ۔والد کا نام مرزا حسین علی تھا جو حسین نواز خاں کہلاتے تھے ۔اشہر ۱۲۵۶ھ میں پیدا ہوئے ۔سید محمد علی نجفی سے تحصیل علم کی ۔شاعری میں منشی تفضل حسین عطا سے شرف تلمذ حاصل کیا ابتدا میں دارالعلوم حیدرآباد کے مددگار مدرس رہے اس کے بعد تحصیلداری پر قائم ہوئے قدیم اسلحہ جمع کرنے کا بہت شوق تھا آصف جاہ ششم میر محبوب علی خاں کی طرف سے شش صدی منصب حاصل تھا ۲۸ صفر ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی ۔ ان کے خواجہ تاش ناجی نے تاریخ وفات لکھی

دو پارہ ہے جگر تیغ الم سے گیا لطفِ حیات اشہر کے ہمراہ
یہ ہے ناجی کے لب پر ...... چھٹا باون برس کا دوست صد آہ
۱۳۲۱ھ

اصفیا ۔ نور الاصفیا

مولوی نور العلی کے تیسرے صاحبزادے تھے بیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور والد ماجد سے خرقۂ خلافت پایا ۔نواب الف خاں کے زمانے میں کچھ مدت کرنول میں رہے ۔آخر نواب شمس الامرا کی تحریک سے حیدرآباد واپس آگئے ۔مہاراجہ چندو لال کی جانب سے تیس ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی جاگیر عطا ہوئی تھی ۔۲۰ ذی قعدہ ۱۲۵۵ھ کو دار فانی سے رحلت کی ۔پرانی عیدگاہ کے باغ میں دفن کیے گئے ۔مولوی نور الحسین قادر جنگ ان کے اکلوتے لڑکے تھے

(محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن جلد دوم صفحہ ۱۰۵)

نور الشہدا۔ نور المبین۔ نور القلوب تین کتابیں یادگار ہیں لیکن یہ فارسی میں ہیں۔ اصفیا کا ایک طویل قطعہ تاریخ کتاب "میر عالم" کے ص۱۵۸ میں درج ہے۔

اعزاز۔ مرزا دین محمد بیگ کابلی

مرزا دین محمد بیگ کابلی نام جنید عالم تھے۔ دہلی سے ٹونک اور ٹونک سے حیدر آباد چلے گئے تھے۔ سنہ ۱۲۷۷ھ میں جلگاؤں ضلع اکولہ میں پیوند خاک ہوئے۔ اخلاق محمدی، شہنشاہ نامہ، فتاوائے نسائی، دیوان، عجائب الکلمات اور مرأۃ الخصائل۔ یہ چند کتابیں ان کی یادگار ہیں (تذکرہ شعرائے دکن حصہ اول ص۲۴۲) مصنف شعرائے دکن کا بیان ہے کہ منشی رام سیوک گہربار نے قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا اور "دریغا وا ے ویلا" سے سنہ وفات نکالا تھا لیکن اس کے عدد ۱۲۷۹ ہوتے ہیں ۱۲۷۷ نہیں ہوتے۔ ۲ کے تخرجہ کا کوئی اشارہ بھی نہیں ہے۔

افسوس۔ میر شیر علی

افسوس کا نام میر شیر علی تھا ان کے والد میر مظفر خان اپنے وطن نارنول سے دہلی آگئے تھے۔ افسوس یہیں پیدا ہوئے میر مظفر خاں نواب شجاع الدولہ والئ اودھ کی سرکار میں تین سو روپے ماہانہ پاتے تھے، اس زمانے میں افسوس کی عمر گیارہ سال کی تھی لکھنؤ کی علمی فضا میں ان کے جوہر کھلے۔ شعر کہنے کا شوق پیدا ہوا تو میر حیدر علی حیراں سے اصلاح لینے لگے بعض تذکروں میں انہیں میر حسن، میر تقی، اور میر سوز کا شاگرد بھی بتایا گیا ہے۔

میر مظفر خاں لکھنؤ سے مرشد آباد اور مرشد آباد سے حیدر آباد دکن گئے اور وہیں وفات پائی لکھنؤ میں میر شیر علی افسوس نے سالار جنگ، مرزا جواں بخت اور سرفراز الدولہ حسن رضا خاں کے یہاں بیس سال کے قریب گزارے پھر کلکتے چلے گئے اور ڈاکٹر گلکرائسٹ کی ماتحتی میں فورٹ ولیم کالج کے مدرسے میں تصنیف و تالیف کے کام پہ مامور ہوئے۔ دو سو روپیہ تنخواہ پاتے تھے۔ سنہ ۱۲۲۴ھ میں وفات پائی۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے ؎

از جہاں رفت میر شیر علی   کرد ہر پیر ہر جواں افسوس
بود افسوس چوں تخلص او   ہمہ کردند شاعراں افسوس
گفتم از روے درد تاریخ   "رفت افسوس زیں جہاں افسوس"
۱۲۲۰ ــ ۱۲۲۴ھ

افضلؔ ۔ نجم الدین خاں خلف منشی محمد حسین راقمؔ

افضلؔ کا سال پیدائش ۱۲۵۵ھ ہے جملہ علوم وفنون میں ماہر اور نظم فارسی و اُردو میں کامل تھے ۱۲۹۶ھ سے ۱۳۱۸ھ تک حکومت نظام کے مختلف محکموں میں ملازم رہے۔ نظم نگاری میں اپنے والد سے فیض پایا تھا۔ سال وفات کا علم نہ ہو سکا۔ ایک مکمل کلیات یادگار ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ ضوابط الجمل، مخزن الانساب اور تواریخ اہل اللہ کے مصنف بھی ہیں۔

امانیؔ ۔ خواجہ امامی

خواجہ امامی نام خواجہ آثمی کے لڑکے اور دہلی کے باشندے تھے۔ وطن چھوڑ کر مرشد آباد چلے گئے تھے اور مرثیہ خوانی سے گزر اوقات کرتے تھے ۱۱۷۷ھ کی ایک مجلس عزا میں شدت گریہ سے بے ہوش ہو کر وفات پائی۔ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہؔ اور مرزا علی لطفؔ نے ان کا تخلص امانی لکھا ہے نیز لطفؔ نے سال وفات ۱۱۷۸ھ بتایا ہے۔ خمخانہ جاوید جلد اول کے صہ۲۴ میں ان کے حالات موجود ہیں اور ان کے ۲۷ منتخب اشعار میں دیگر اشعار کے ساتھ یہ مطلع بھی شامل ہے جو مصنف عروس الاذکار نے درج کیا ہے کسی تذکرہ نویس نے ان کے دکن جانے کا ذکر نہیں کیا۔ گلشن ہند میں یہ مطلع اس طرح ہے ؎

اُس کے کوچے سِتی غبار اُٹھا ۔ کون ساواں سے خاکسار اُٹھا

اُمیدؔ ۔ اعظم علی خاں

صاحب خمخانہ جاوید نے ان کے والد کا نام مرزا فتح علی خاں ہروی رسالہ دار شاہی لکھا ہے اور میر شجاعت علی رئیس مدراس کا نواسہ بتایا ہے۔ محمد صادق نزہتؔ لکھنوی اور حسن علی خاں ہوی کے شاگرد تھے۔ ملا محمد شریف امیدی سے شرف بعیت حاصل تھا۔ بڑے پُرگو شاعر گزرے ہیں، رہنے والے غالباً مدراس کے تھے لیکن حیدر آباد آ گئے تھے۔ مہاراجہ چندو لال شاداں کے مشاعروں میں شریک ہوتے تھے "مجموعہ اعظمی امید" ان کے اُردو فارسی کلام کا مجموعہ ہے یہ مجموعہ مطبع صبح صادق مدراس سے ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوا تھا "مجموعہ اعظمی امید" کا ایک ضمیمہ بھی ۱۲۸۰ھ میں مطبع رحمانی حیدر آباد میں چھپا تھا۔ امید کا ایک رسالہ اعظم القصائد نام کا بھی تھا یہ ۱۲۷۰ھ میں مرتب ہوا تھا عبدالعلی والہ نے اس کی یہ تاریخ لکھی ہے ؎

از حضرت اعظم امیدم   نظم و شرح پدید آمد
از و آلہ مستند سالش   نظم گہر امید آمد
۱۲۷۰ھ (دیوان والہ)

امید کے لڑکے کا نام محمد اکرم علی تھا اس کی ولادت ۱۸ محرم ۱۲۷۶ھ کو ہوئی تھی۔
قطعہ تاریخ ولادت یہ ہے جو خود امید نے لکھا ہے ؎

ہزار شکر بنعم البدل کہ فرزندم   بفضل خویش عطا کرد خالق عالم
زسال تونام او جستند دوست باسر دل   بگفت امید سن و اسم اکبر اعظم
۱۲۷۶ھ

امیر ۔ میر حسن علی خاں

امیر کا پورا نام میر حسن علی خاں تھا وہ میر محمد حسین خاں خلف سید غلام محی الدین کے لڑکے تھے۔ ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں سرفراز علی صفی سے اصلاح لی اُن کے انتقال کے بعد مرزا داغ دہلوی سے تلمذ اختیار کیا۔ ترکِ محبوبیہ اور خمخانہ جاوید میں ان کے حالات موجود ہیں اور اشعار کی کافی تعداد دی گئی ہے۔ دربار آصفیہ سے پچاس روپیہ ماہوار منصب ملتا تھا اور ایک موضع جاگیر میں تھا۔
صفر ۱۳۵۲ھ میں انتقال کیا (سخنوران دکن صہ ۱۰۹)

انور ۔ مہابلی پرشاد

رائے راج بلی اوج کے چھوٹے بھائی اور توکل لکھنوی کے بیٹے تھے: تذکرہ خوش معرکہ زیبا (نسخہ انجمن) میں اُن کا یہ شعر درج ہے ؎

کڑوی نگاہ سے جو کیا قتل یار نے   کھایا نہ میری لاش کو خاکِ مزار نے

اوج ۔ رائے راج بلی

توکل فارسی گو کے بڑے لڑکے کائستھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اجداد کا وطن لکھنؤ تھا ان کے والد نے حیدرآباد میں بود و باش اختیار کر کے راجہ شیو راج بہادر کے خاندان میں رشتۂ ازدواج قائم کر لیا تھا۔ اوج نے بھی اپنے بھائی انور کی طرح دوست علی خلیل کی شاگردی اختیار کی تھی۔ نظام کالج کے پہلے دور کے طالب علم تھے، فارسی و سنسکرت میں اچھی استعداد تھی۔ ان کے لڑکے رائے گور سرن بلی آزاد بھی شاعر ہیں اور کرپا شنکر حشم سے تلمذ رکھتے ہیں۔ آزاد کا تذکرہ صاحب سخنوران دکن نے کیا ہے۔ اوج کا کلام مکان کی چھت گرنے سے ضائع ہوگیا (دکنی ہندو اور اردو صہ ۹۲)

ایمانؔ ۔ شیر محمد خاں

ایمانؔ کے والد کا نام محمد عاقل خاں نایک تھا ۔ عربی و فارسی میں ذی استعداد، حکومت آصفیہ میں سربراہِ وقائع نگاراں اور ارسطو جاہ وزیر اعظم حیدر آباد دکن کے مصاحب اعلیٰ تھے ۔ دکن کی ادبی تاریخ میں ایمانؔ کا مرتبہ نہایت رفیع ہے ۔ مولوی محمد باقر آگاہ، میر غلام علی آزاد، میر تقیؔ اور لچھمی نرائن شفیقؔ کے معاصر تھے ۔ عام طور پر سنہ وفات ۱۲۲۰ھ مشہور ہے لیکن خمخانہ جاوید اور گلزار آصفیہ کے مصنفین نے ۱۲۲۱ھ تحریر کیا ہے ۔ گلدستہ گفتار (مطبوعہ) کلیات اور متعدد مثنویاں یادگار ہیں ۔ محمد حفیظ حفیظؔ ماہ لقابائی چنداؔ اور محمد صدیق قیسؔ ان کے نامور تلامذہ ہیں ۔

باقیؔ ۔ گردھاری پرشاد

باقیؔ کا خطاب بنسی راجہ تھا ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے ۔ ان کے بزرگ چھپرا مئو ضلع فرخ آباد کے رہنے والے تھے ۔ جشن سالگرہ نظام دکن ۱۳۱۲ھ میں محبوب نواز ونت خطاب، سہ ہزاری منصب، اور دو ہزار سوار و علم و نقارہ حاصل کیا تھا (دربار آصف) ڈاکٹر زورؔ نے باقیؔ کا سنہ وفات ۱۳۱۲ھ بتایا ہے (داستانِ ادب حیدر آباد ص ۱۴۵) اور نصیر الدین ہاشمی ۱۳۱۴ھ تحریر کرتے ہیں (دکنی ہندو اور اردو ص ۱۱۶) ۔ خمخانہ جاوید جلد اول میں سنہ وفات ۱۹۰۰ء درج ہے ص ۵۳۵

لالہ سری رام کہتے ہیں ۔ سنسکرت اور فارسی کے ماہر تھے ۔ سلطنت آصفیہ کے ایک معزز رکن، جاگیردار اور نظام کے سچے خیر خواہ تھے ۔ دولت آصفیہ کی باقاعدہ فوج کے سررشتہ دار اور دفتر خانسامانی کے مہتمم تھے ۔ شاہی تقریبات کا انتظام بھی انھیں کے سپرد تھا ۔ فارسی خوب کہتے تھے فن سخن کے دلدادہ اور ارباب سخن کے بڑے قدردان تھے ۔ مرزا داغؔ کے مقام حیدر آباد کے ابتدائی زمانے میں ان کی بڑی امداد کی تھی (خمخانہ جاوید) ۔ کثیر التصانیف تھے ۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں :۔

بھاگوت فارسی ۔ توشۂ آخرت ۔ دیوان بقائے باقی ۔ کلیات یادگار باقی ۔ قصائد باقی ۔ تنبیہاتِ باقی ۔ مکتوبات منظوم ۔ ضرب الامثال ۔ کنوز التواریخ ۔ تحقیقات سیاق باقی ۔ پیرایۂ عروض ۔ آئینۂ سخن ۔ زمزمۂ باقی ۔ (تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر ہفتم ص ۲۹)"

بدر۔ سید کاظم حسین

سید عبدالوہاب وہاب مدراسی کے لڑکے مرزا محمد جعفر اوج خلف مرزا دبیر کے شاگرد تھے۔ ان کے لڑکے سید مصطفےٰ حسین ہلال کو بھی اپنے والد کی طرح مرزا اوج سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

برق

شاید ان کا نام سید احمد شاہ تھا جو شاہ کمال لکھنوی کے لڑکے تھے۔ ان کا یہ قطعہ تاریخ ولادت سرفراز علی خاں ضیغم جنگ خلف سید ابراہیم علی خاں تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر اول صفحہ ۲۱۹ میں درج ہے

داد خالق بہ ابراہیم علی خاں پسرے | شد مسمیٰ بہ سرفراز علی نور العین
برق ایں مصرع تاریخ ولادت بنوشت | سید رہبر و فرزند نجیب الطرفین
۱۲۷۳ھ

برہان۔ میر برہان الدین

برہان کا کلام ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد دکن کی ایک بیاض میں ہے (تذکرۂ مخطوطات حصہ اول صفحہ ۲۹۳) وہ دکن کے باشندہ تھے اور خود کو دکن کا سب سے بڑا شاعر خیال کرتے تھے۔

بقا۔ میر بادشاہ علی لکھنوی

میر بادشاہ علی نام، مرزا سلامت علی دبیر کے داماد بھی تھے اور ان سے استفادہ سخن بھی کیا تھا آخر عمر میں سرطان کا عارضہ ہو گیا تھا، آپریشن ہوا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ دربار حسین کے مصنف نے لکھا ہے کہ ۱۳ رجب ۱۳۲۳ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی لیکن ان کے شاگرد امیر حسن فروغ نے اپنے استاد کی وفات کا جو قطعۂ تاریخ لکھا ہے اس سے ۱۳۲۲ھ برآمد ہوتے ہیں اس قطعہ کا آخری مصرع یہ ہے۔

بقا فنا شد و باقی ست نام وے ز کلام

بقا کے کافی شاگرد تھے جن میں فروغ اور سید طالب حسین طالب مشہور ہیں۔ مرزا اوج کے بیٹے اور جانشین مرزا محمد طاہر رفیع بھی غزل میں انہیں کے شاگرد تھے۔ نیز ان کے بھائی میر عابد علی رسا کو بھی جن کا انتقال ۷۵ سال کی عمر میں ۱۹۱۸ء میں ہوا اپنے بڑے بھائی بقا سے تلمذ تھا۔

بلبل

حافظ شمس الدین فیض کے خواجہ تاش اور حافظ تاج الدین مشتاق کے شاگرد تھے فیض کے پہلے

عرس منعقدہ ۱۲۸۴ھ کے مشاعرے میں انھوں نے جو غزل پڑھی اس میں لکھتے ہیں ؎

گھرانا ایک مذہب ایک، استاد ایک اے ہمدم　　نہ کوئی یار تھا یہاں مجھ سا دگر فیض صاحب کا
قدیموں میں رہا کوئی نہیں افسوس کی جا ہے　　مجھے بلہار کہتے تھے برادر فیض صاحب کا

بلہار افضل الدولہ کے ہم عصر تھے ایک نظم میں ان کے لئے دعا کرتے ہیں ؎

جو ہے افضل الدولہ سلطان دکن کا　　دیکھو شاد و خرم محب آپ کا ہے

یہ نظم کتب خانۂ خاص کی ایک بیاض میں ہے۔

بندہ - میر فیاض الدین خاں

مشہور نعت گو تھے سنہ ۱۲۸۲ھ میں انہیں اپنے پیر خواجہ میاں کی سجادہ نشینی ملی تھی۔

<u>بندگی کرنے سے بندہ خواجہ محتشم ہوا</u>
۱۲۸۲ھ

۱۵ رجمادی الثانی ۱۲۸۵ھ کو فوت ہوئے۔ حضرت برہنہ شاہ کی درگاہ کے قریب دفن ہیں ہر سال عرس ہوتا ہے (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص ۱۵۱) قصائد بندہ مطبوعہ چشتیہ پریس حیدرآباد موسومہ آفتاب دکن و مہتاب دکن کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص میں موجود ہے۔

بیباک

بیباک ہزل گو تھے۔ ان کے دیوان کا مخطوطہ کتب خانۂ خاص میں موجود ہے لیکن کلام اس قابل نہیں کہ انتخاب کیا جاسکے۔ اس دیوان میں چند مقطعے ایسے بھی ہیں جن میں تخلص "مرد" نظم ہوا ہے ممکن ہے کہ فیاض الدین مرد ہی کا تخلص بیباک بھی ہو۔ مرد کا تذکرہ اسی میں ہے۔

بیتاب - محمد محی الدین

محمد محی الدین نام تھا اور سید علی حسن اشک سے تلمذ رکھتے تھے۔ ان کا یہ قطعۂ تاریخ دیوان مائل میں چھپا ہے۔ اس سے ان کا ۱۳۱۰ھ تک موجود رہنا ثابت ہے ؎

مائل سا کس جگہ ہے استاد فصیح　　صدقے تحفے پہ ہے فصیحوں کی نگاہ
میں نے ہاتف سے یہ سنا اے بیتاب　　<u>اچھا یہ دفتر فصاحت ہے واہ</u>
۱۳۱۰ھ

پاس - حفیظ الدین

سخنوران چشم دیدہ کے مصنف نے ان کا نام "حفیظ الدین" لکھا ہے مستند شاعر تھے۔

ستر سال کی عمر پا کر ۱۳۳۳ھ میں وفات پائی۔ ترک علی شاہ ترکی نے ذیل کے مصرع سے تاریخ وفات برآمد کی ہے۔

پاسباں شد زقصر جنت پاس
۱۳۱۳ھ

اپنے استاد کے سچے عقیدت مند تھے ایک مقطع میں کہتے ہیں ؎

کلام پاس ہے پابند جادۂ استاد　　　خیال فیض کہیں دل سے دور ہوتا ہے

پاسؔ کے ایک لڑکے رشید الدین تھے جو رشیدؔ تخلص کرتے تھے دوسرے لڑکے محمد معین آغائی تخلص کے تھے

تاباںؔ۔

قدیم شعرا میں میر عبدالحی تاباںؔ تخلص کرتے تھے لیکن ان کے دیوان (مطبوعہ) میں عروس لاذکار والا شعر تو درکار اس زمین کی غزل بھی نہیں ہے۔ اس تخلص کے کسی اور شاعر قدیم کا تذکرہ نظر سے نہیں گزرا۔

تپاکؔ

تپاکؔ کے حالات کسی تذکرے میں نظر سے نہیں گزرے البتہ ان کا ایک شعر انجمن ترقی اُردو کراچی کے کتب خانہ خاص کی بیاض میں ملا ہے جسے یہاں درج کیا جاتا ہے ؎

حنائی دست نے ابر سیہ سے موتی برسائے　　　شب تاریک جب گزری تو اک سورج ہوا پیدا

تصدیقؔ۔ سید ابراہیم

تصدیقؔ کے والد کا نام سید علی غازی اور دادا کا نام سید ابراہیم تھا۔ صاحب علم و فضل، پولیس کے محکمے میں امین تھے تحقیق زبان کے شوق میں لکھنؤ کا سفر کیا تھا اور کچھ روز وہاں اقامت گزیں رہے تھے۔ ان کا ایک مقطع ہے ؎

تم سے گلہ ہے آنا کہ پوچھا نہ اس قدر　　　تصدیقؔ رنگ زرد ہے کیسا مزاج ہے

ان کے لڑکے سید جلال الدین توفیقؔ تخلص کرتے تھے (مرقع سخن جلد اول ص ۲۴۹) توفیقؔ کو کاظم علی شعلہ سے تلمذ تھا (دیوان شعلہ) توفیقؔ کا دیوان ان کے لڑکے سید امیر الدین توصیفؔ نے "فانوس خیال" کے نام سے ۱۳۴۰ھ میں مطبع شمس المطابع حیدرآباد سے طبع کرایا ہے۔

تمکین - بچولال حیدر آبادی

تمکین مدت تک راجہ چندو لال شاداں کے بھائی راجہ گوبند بخش کی سرکار سے وابستہ رہے۔ پیرانہ سالی میں راجہ نرندر بہادر کے زیر سایہ زندگی گزاری۔ فارسی کے بہت اچھے شاعر اور حافظ شمس الدین فیض کے تلمیذ رشید تھے۔ ۱۳۰۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے استاد بھائی محمد نقی نقی نے تین قطعات تاریخ وفات لکھے ہیں ان میں سے ایک قطعہ یہاں لکھا جاتا ہے ؎

رائے بچو لال تمکیں زیں جہاں ۔۔۔ چوں قضا شد یک جہان شعر رفت

سال تاریخش بطرز تعمیہ ۔۔۔ ہاتفے فرمود "جانِ شعر رفت"

(دیوان نقی مطبوعہ)

تمکین کا دیوان ۱۳۰۱ھ میں مطبع مرغوب دکن سے شائع ہو چکا ہے۔ تمکین کی ہفت سیر حاتم فارسی (نمبر ۳ ق ف ۲۸۲) اور مواعظ نادر اردو (۴/۷۹) کے مخطوطے کتب خانہ خاص میں ہیں۔

تمیز - بدرالدین خاں

ان کے والد کا پورا نام محمد فخر الدین خاں اور خطاب امام جنگ شمس الدولہ شمس الملک شمس الامراء تھا۔ سال پیدائش ۱۲۲۰ھ ہے انتقال ربیع الاول ۱۲۶۹ھ میں ہوا کوئی اولاد نہیں تھی۔ کلیات تمیز۔ تمیز اللسان۔ وقائع معظمہ ان کی تصنیفات ہیں۔ تمیز کی خطاطی کا ایک نمونہ "عمل ناخن تمیز" ہے یہ سلطان عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن تانا شاہ کی تصاویر ہیں جو ۱۲۵۹ھ میں بنائی تھیں۔ (مرقع سخن جلد اول)

حدیقۂ آسماں جاہی کے مصنف رائے تیج رائے نے سال وفات ۱۲۵۹ھ لکھا ہے۔

تمیز - منشی غلام احمد

اصلاً ہندو تھے ان کا نام رام دیال اور باپ کا نام خیالی رام تھا۔ رام پور کے باشندے تھے اسلام لانے کے بعد غلام احمد نام قرار پایا۔ آغاز شاعری میں نظام شاہ نظام رام پوری سے اصلاح لی آخر میں مرزا داغ کے شاگرد ہو گئے مصنف خمخانۂ جاوید کا بیان ہے کہ چلبلی طبیعت اور شوخ زبان پائی ہے۔ مذاق شستہ ہے۔ انتخاب یادگار میں جو ۱۲۹۰ھ کی تصنیف ہے ان کی عمر ۴۴ سال بتائی گئی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ گیارہ برس سے حیدر آباد میں نوکر ہیں کسی عدالت میں نائب محافظ دفتر

پس اس حساب سے وہ ۱۲۶۹ھ میں بعمر ۲۳ سال حیدرآباد پہنچے ہوں گے۔ تمیز اچھے کاتب تھے۔ اور حج بیت اللہ شریف کا شرف بھی حاصل کیا تھا۔ ۱۳۱۷ھ میں وفات پائی۔ قطعہ تاریخ وفات تذکرہ کاملان رام پور سے نقل کیا گیا ہے

تھے جو وہ حاجی غلام احمد تمیز   صوفی صافی و عالی مرتبت
ہو گئے جس دم نہاں زیر زمیں   ایک عالم آیا بہر تعزیت
سالِ رحلت ہے یہ گر پوچھے کوئی   ڈوبا ہے ہے آفتاب معرفت
۱۳۱۷ھ

عروس الاذکار میں ان کا جو شعر دیا گیا ہے وہ انتخاب یادگار میں اس طرح ہے

سامنے اس نے بلایا مجھے بہر تعزیر   کام آئیں تو کچھ آخر کو خطائیں آئیں

جذب ۔ اکرام علی

پسر لطف اللہ خاں بہادر، سید فتح اللہ خاں عالمگیری کی اولاد میں تھے ۱۲۵۰ھ میں بمقام حیدرآباد دکن پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تو ان کے ماموں محمد فخرالدین حیدر خاں نے متبنیٰ بنا لیا۔ میر تفضل حسین عطا سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ مدت حافظ شمس الدین فیض سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ۱۲۶۰ھ میں حیدرآباد سے کرناٹک چلے گئے تھے (گلزار اعظم ص ۱۵۲) نقش کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کرناٹک سے ہندوستان وارد ہوئے۔ فارسی و اردو دونوں زبانوں کے شاعر گزرے ہیں۔ فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے

افسوس کہ از وطن جدا افتادم   زاں ساں کہ ز فردوس جدا شد آدم
آدم چو خوردہ ترک فردوس نمود   من ترک وطن در طلب جو دادم

جذب صاحب تلامذہ تھے۔ ان کے ایک شاگرد محمد قاسم غم بنگلوری متوفی ۱۳۰۹ھ خلف غلام حسین نے اپنے استاد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

غم میں ہوں سیف اللسان فیض جناب جذب کے   کام کرتا ہے مرا ہر اک سخن شمشیر کا
(نوائے ادب اکتوبر ۱۹۵۹ء ص ۵۶)

جری ۔ شجاعت خاں

صحیح نام محمد شجاعت خاں تھا۔ شاعری میں حافظ شمس الدین فیض سے تلمذ تھا اور مولوی میر

اشرف علی مجذوی سے طریقۂ قادریہ میں بیعت کی تھی۔ فارسی دیوان مطبوعہ "مراۃ الخیال" انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں ہے۔ ۲۰ محرم ۱۳۱۲ھ کو وفات پائی۔ ان کے لڑکے محبوب خاں محب نے "دخل الخلد ابی" سے تاریخ نکالی۔ فخرالدین سیفؔ شاگرد احمد علی عصر نے بھی ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے ؎

بہ دکن حضرت شجاعت خاں　　واہ بہ روند گوئے ناموری
سیفؔ تاریخ گفت از سرِ آہ　　نیک خلق و کریم بود جری
۱۳۱۲ھ

جگرؔ ۔ غلام محی الدین خاں

صاحب خزینۃ العلوم نے ان کا نام ہدایت علی لکھا ہے اور یہ شعر درج کیا ہے ؎

گہہ کعبہ گاہ دیر کے پتھر سے ہے غرض　　ایک اُس کے واسطے مجھے ہر ہر سے ہے غرض

مصنف تاریخ النوائط لکھتے ہیں :-

اصل نام مولوی ہدایت محی الدین خاں تھا تاتلی لقب ابن غلام محی الدین ابن تاج الدین خاں بہادر۔ سلسلۂ نسب ابراہیم عرب کے توسط سے حضرت جعفر طیار تک پہنچتا ہے۔ حیدرآباد میں پیدا ہوئے تحصیل علوم کے بعد فن سخن سے خاص دلچسپی رہی آخری عہد میں نواب مرزا خاں داغؔ کی شاگردی اختیار کرلی تھی حوصلہ مند اور صاحب خلق و مروت شخص تھے۔ ۴۵ سال کی عمر میں بمقام حیدرآباد وفات پائی۔ محمد علی۔ احمد علی اور قادر علی تین صاحبزادے ہیں (ص۳۳۵) عمر یافعی مرحوم نے عبدالقادر خاں ساکن مغل پورہ حیدرآباد دکن کو بھی ان کا بیٹا لکھا ہے۔

جمالؔ ۔ جمال علی میرٹھی

یہ وہی جمالؔ ہیں جن کا ذکر اعظم الدولہ نے کیا ہے قوم بنی اسرائیل کے ایک فرد، میرٹھ کے باشندے اور غلام محی الدین عشقؔ میرٹھی کے شاگرد تھے۔ اعظم الدولہ کا بیان ہے کہ "از چندے برائے تلاش روزگار طرف حیدرآباد رفتہ است"۔ (عمدہ منتخبہ ص۱۸۳) اس تذکرے میں ان کے نام سے دو شعر درج ہیں ؎

کب تلک جور و ستم کیجئے گا　　کبھی ہم پر بھی کرم کیجئے گا
کثرت داغ سے دل کو اپنے　　غیرت باغِ ارم کیجئے گا

ان کا ذکر طبقات سخن میں بھی ہے۔ (ہماری زبان ۸ رفروری ۱۹۶۰ء)

جنؔ - حکیم محمود علی

نسخہ الف میں صرف تخلص درج ہے مگر نسخہ (ب) میں حکیم محمود علی نام بھی درج ہے۔ دونوں میں ایک ایک شعر تھا ہم نے انہیں یکجا کر دیا ہے۔ جنؔ کا کلام گلدستہ سخن میں اکثر شائع ہوتا تھا۔

جولاںؔ - میر حسن علی خاں

جولاںؔ کا نام میر حسن علی خاں تھا (سخن شعراء صـ۱۱۷) سرکار عالی نظام کے منصب دار اور ذی علم شخص تھے (شعرائے دکن جلد اول صـ۳۲۲) کلام سنجیدہ اور بامحاورہ ہوتا تھا استاد کے نام کا پتہ نہ چلا ممکن ہے کہ مرزا حیدر علی گرمؔ کے شاگرد رہوں کیونکہ دونوں تخلصوں (گرم و جولان) میں معنوی ربط ہے مجموعہ نغز کے مصنف نے ان کا ہر قسم کا کلام کافی مقدار میں دیا ہے ارسطو جاہ کے مداحوں میں گزرے ہیں (قصیدہ حمیدیہ) ان کی ایک تصنیف "قواعد جولاں" کا مخطوطہ کتبخانہ خاص میں ہے یہ عروض کا رسالہ ہے

جوہرؔ - ملک محمود

قاضی محمد عیدروس کے لڑکے اور فاضل خاں نائطی کے پوتے تھے نواب کرنول کے مصاحب اور وہاں کے جاگیردار تھے۔ سرکار نظام سے بھی منسلک رہے۔ تاریخ النوائط کے مصنف نے ان کا تخلص جواہرؔ لکھا ہے۔ "جوہر عشق" نام کی ایک مثنوی لکھی تھی جس کا مخطوطہ کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو میں ہے ملک محمود کے بڑے لڑکے غلام حسن گوہرؔ تخلص کرتے تھے اور دوسرے لڑکے غلام حسین کا تخلص شہوارؔ تھا۔ شہوارؔ تاریخ رؤسائے بنگن پلی (غیر مطبوعہ) کے مصنف ہیں شہوارؔ کے لڑکے غلام محی الدین بھی شاعر تھے اور شہریارؔ تخلص کرتے تھے ان کو ترک علی شاہ ترکیؔ سے تلمذ تھا۔

چنداؔ - ماہ لقا بائی

چنداؔ کا دیوان نظام المطابع سے ۱۳۲۴ھ میں شائع ہو چکا ہے اس میں کوئی غزل (۵) اشعار سے زیادہ کی نہیں ہے مطبوعہ نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانۂ خاص میں موجود ہے۔ یہ دیوان صرف (۳۸) صفحات کا ہے۔ اس کے مرتب غلام صمدانی خاں گوہرؔ مصنف دربار آصف، تزک محبوبیہ وغیرہ تھے۔ گوہرؔ نے حیات ماہ لقا کے نام سے بھی ایک رسالہ لکھا ہے جو اسی نظام المطابع میں ــــــھ میں چھپا تھا

حبیب ۔ حبیب یار خاں

حکیم الحکما محی الدولہ رابع احمد یار خاں کے لڑکے اور حکیم الحکما عزت یار خاں کے پوتے تھے۔ حبیب علی شاہ کہلاتے تھے تزک محبوبیہ کے طبقہ مشائخ میں ان کا ذکر کیا گیا ہے حافظ محمد علی خیرآبادی سے خلافت حاصل کی تھی۔ تاریخ پیدائش یکم جمادی الثانی ۱۲۴۵ھ اور تاریخ وفات ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ ہے وفات بمبئی میں ہوئی تھی مگر حیدرآباد لاکر دفن کئے گئے عالی شان مقبرہ محلہ کشن منڈی میں ہے۔ چار لڑکے یادگار چھوڑے جن کے نام رحیم یار خاں، ہدایت یار خاں، کریم یار خاں اور محمد علی خاں ہیں ان کی ایک مطبوعہ تصنیف حبیب العارفین کتبخانہ خاص میں موجود ہے۔

حشمت ۔ میر حشمت علی

میر حشمت علی کے والد کا نام میر حیدر علی اور دادا کا نام میر عباس علی تھا ۱۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے مولوی مظفر الدین معلی سے تعلیم پائی اور سید حسین حیدر سے شاعری میں اصلاح لی۔ سررشتہ ڈاک میں میر منشی تھے۔ ترتیب تذکرہ شعرائے دکن ۱۳۲۹ھ تک حیات کا پتہ چلتا ہے اگرچہ ڈاکٹر زور مرحوم نے سال وفات ۱۳۲۶ھ لکھا ہے (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۲)

حفیظ ۔ شیخ حفیظ الدین

نقش نے حفیظ کو "از مردم قصبہ اودنی من مضافات بلدۂ حیدرآباد و شاگرد شیر محمد خاں ایمان لکھا ہے۔ شاگرد ایمان لکھنا تو خیر صحیح ہے۔ ان کے دیوان اول میں یہ مقطع ملتا ہے ؎

حفیظ انگشت خضر راہ ہے یہ مصرع ایماں — بتوں سے پھر گیا جی، اعتقاد اللہ پہ آیا

لیکن باشندہ اودنی ہونا قابل تسلیم نہیں سعادت ناصر خاں نے خوش معرکہ زیبا میں باشندہ رائے بریلی تحریر کیا ہے (خوش معرکہ زیبا ص ۵۳۳) اگر وہ رائے بریلی کے باشندے نہ بھی ہوں تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دکن کے باشندے تھے کیونکہ اپنے ہندوستانی ہونے کا ذکر خود ایک مقطع میں کر دیا ہے ؎

اردوئے خاص کیوں نہ ہو میری زباں اے حفیظ — ساکن ملک ہند ہوں، اہل دکن تو میں نہیں

حفیظ اپنے وطن سے کب نکلے اور دکن کس طرح پہنچے اس کے بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی لیکن اتنا معلوم ہے کہ وہ پہلے اورنگ آباد میں راجہ مہیت رام کے پاس رہے ان کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا تو حیدرآباد چلے گئے یہاں مہاراجہ چندو لال شاداں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اپنی مصاحبت

کا شرف بھی بخشا اور ایک ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ بھی مقرر کر دی ۔ ان کے دونوں دیوان مہاراجہ چندو لال کی تعریف و توصیف سے بھرے پڑے ہیں ۔

سید محمد خاں ایمان کا انتقال ۱۲۲۱ھ میں ہو چکا تھا اور مرزا علی لطف لکھنؤ سے حیدرآباد پہنچ چکے تھے حفیظ نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانا مناسب سمجھا اور اُن سے منسلک ہوئے ایک مقطع میں کہتے ہیں ؎

حفیظ الطاف ہے مرزا علی لطف کا مجھ پہ   سبب یہ ہے کہ بندہ ہوں جناب شاہ مرداں کا

لیکن آخر تان یہاں ٹوٹی کہ شیخ امام بخش ناسخ کے شاگرد ہو گئے ۔ ان کو اپنے آخری استاد ناسخ سے بے پناہ عقیدت تھی جس کا اظہار (۱۰) اشعار کی اُس غزل سے ہوتا ہے جو دیوان دوم میں ہے اس کا مطلع یہ ہے ؎

ناسخ نے مہربانی کیا مجھ پہ سرسری کی   تھا آفتاب تاباں اک ذرّہ پروری کی

حفیظ کے شاگرد ناسخ ہونے کا ثبوت خوش معرکہ زیبا سے بھی ملتا ہے ۔ سعادت خاں ناصر نے بسلسلہ حالات چندو لال شاداں ان کا ذکر کیا ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ حفیظ ابتدا میں فوج میں ملازمت کرتے تھے ؎

سُنا جو لطف نے فرمایا آفریں اُس کو   حفیظ شعر بھی کہتا ہے اور سپاہی ہے

حفیظ کا انتقال ۱۲۴۷ھ میں ہوا

ان کے دو خطی دیوان ہیں اور دونوں انجمن ترقی اُردو کے کتب خانہ خاص میں موجود ہیں چند اشعار نسخہ ب میں زائد لکھے گئے ہیں انہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے ؎

گو ہیں انگشت ہر دو دست جدا   ربط پھر کس قدر ہے آپس میں
نظر آتے ہیں لاکھ پر بھاری   جب تلک اتفاق ہے دس میں

دل افسردہ کو مانگے ہے چشم یار کس کو دوں   کہ ہے تبرید کا جام ایک، سو بیمار کس کو دوں
حفیظ آنکھوں پہ حاضر رہوں ہیں جو احبا ہیں   تو پھر تکلیف بہر رفتن دربار کس کو دوں

گھوڑے حفیظ اپنے کھاتے ہیں روز راتب   دشمن کے اصطبل کی موقوف چندیاں ہیں

حکم ۔ انبا پرشاد

حکم کا فارسی دیوان ۱۸۹۰ء میں لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سال مرقومہ سے قبل وفات پا چکے تھے۔ دیوان میں انہیں راجہ گرو ہادی پرشاد باقی کا شاگرد ظاہر کیا گیا ہے لیکن بچو لال مکین کے دیوان کے دیباچے میں انہیں مکین کا شاگرد بتایا گیا ہے

حکیم ۔ میر بندہ حسن

حکیم میر بندہ حسن ابن میر عنایت علی خاں بہادر مرحوم آغا دولہ لکھنوی تحصیل علوم عربی و فارسی و طب کے بعد شعر گوئی کی۔ شاہ افتخار علی وطن کے ارادت مندوں میں شامل تھے جان سخن فی تشریح رسالہ سفر در وطن میں ان کا ایک نثری دیباچہ ہے۔ یہ کتاب ۱۲۹۶ھ میں طبع ہوئی ہے۔

حنا ۔ مہدی حسین خاں

مولوی محمد حسین خاں بریلوی کے لڑکے تھے (گلدستہ سخن اکتوبر ۱۸۸۳ء) حکیم مومن خاں مومن دہلوی اور منشی مظفر علی اسیر لکھنوی سے تلمذ تھا (گلدستہ سخن نومبر ۱۸۸۲ء) ریذیڈنسی حیدر آباد کے طلبیہ مدرسہ میں میر منشی تھے۔ ان کے لڑکے الطاف حسین الطاف تخلص کرتے تھے۔

(گلدستہ سخن اکتوبر ۱۸۸۳ء)

حیدر ۔ حیدر حسین خاں

مصنف محبوب الزمن کی تقلید میں نوّر مرحوم نے حیدر کا سال وفات ۱۲۸۵ھ لکھا ہے (تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص۲۰۳) لیکن یہ صحیح نہیں ہے درحقیقت ان کی وفات ۱۲۸۴ھ میں ہوئی۔ قطعہ تاریخ یہ ہے جو اُن کے شاگرد مظفر الدین معلیٰ کی تصنیف ہے ؎

آفتابِ برجِ چرخِ شاعری	حیدرِ معجز بیاں، غفراں پناہ
بست و سیوم اور سہ شنبہ کے دن	سہ پہر، اول جمادی کا تھا ماہ
غم میں ہم کو چھوڑ کر سوئے جناں	جب ہوا راہی وہ رشکِ مہر و ماہ
اے معلیٰ دل نے رو رو کر کہا	مر گئے اُستادِ مشفق واہ واہ

۱۲۸۴ھ

فیاض الدین مرد۔ عبد اللہ حسینی افسر۔ مظفر الدین معلیٰ اور فضیلت جنگ نوران کے مشہور تلامذہ ہیں۔

خاموش ۔ شاہ معین الدین چشتی حیدر آبادی

شاہ خاموش میراں حسینی بیدری کے فرزند ارجمند تھے سنہ ۱۲۰۴ھ میں بمقام بیدر پیدا ہوئے وہیں تعلیم و تربیت پائی بچپن ہی سے طلب الٰہی کا شوق دامن گیر ہوا۔ اجمیر شریف جا کر چلہ کشی کی۔ وہاں سے مانک پور پہنچے اور حافظ محمد موسیٰ کے مرید ہوئے۔ امروہے کے قیام کی یادگار "خانقاہ شاہ خاموش" ابھی تک موجود ہے۔

سنہ ۱۲۵۰ھ میں حیدر آباد واپس پہنچے اور نواب افضل الدولہ کے ایما سے عقب مکہ مسجد میں قیام کیا ۴ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۸ھ کو وصال ہوا۔ مدفن (نام پلی حیدر آباد دکن) پہ آسمان جاہ کا تعمیر کرایا ہوا عالی شان گنبد ہے۔ سید کاظم علی شعلہ نے یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے ؎

عارف اللہ چوں بیاد خدا　　شد ز دار فنا بہ باغ بہشت
قلم شعلہ سال رحلت او　　"شاہ خاموش پاک بود" نوشت
۱۲۸۸ھ

خرد لکھنوی

حکیم مرزا محمد علی حسین خاں نام اور حکیم انور آغا عرف تھا لکھنؤ کے ساکن اور مولوی محمد بخش شہید کے شاگرد تھے علمی استعداد بہت اچھی تھی ہزار ہا اشعار نوک زبان تھے لکھنؤ کے اساتذہ کی صحبت پائی تھی۔ تغزل کے علاوہ قصیدہ گوئی میں بھی ملکہ تھا ایران کی سیر و سیاحت بھی کی تھی آخر میں حیدر آباد دکن میں ملازم ہو گئے تھے۔ صاحب خمخانہ جاوید کا بیان ہے کہ دس بارہ سال ہوئے حیدر آباد میں انتقال کیا یہ سنہ ۱۳۳۳ھ کی بات ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ سنہ ۱۳۲۰ھ کے قریب وفات پائی ہوگی گلزار سخن حیدر آباد فروری سنہ ۱۹۱۰ء میں ان کی دو مطرحہ غزلیں شائع ہوئی ہیں۔ کیا خوب مطلع کہا ہے ؎

کچھ تو سمجھا ہوں جو خود جان کے کھویا ہے دل　　تجھ میں وہ بات ہے جس بات کا جویا ہے دل

خرم ۔ سیتل پرشاد

خرم کے جد امجد رائے لچھمی چند بیربہادر کڑا مانک پور کے دیوان تھے راجہ بھوانی پرشاد کندن (لعل چند) خرم کے دادا العہد نواب سکندر جاہ حیدر آباد دکن آ گئے تھے۔ خرم ۴ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۰ھ کو پیدا ہوئے اور پیرانہ سالی میں سنہ ۱۳۲۶ھ میں وفات پائی (تذکرہ مخطوطات سوم ص ۱۳۲) حضرت فیض کے مشاعروں میں برابر شریک ہوتے رہے۔

حیدر آباد میں سرکار نظام کا تنبول خانہ ان کے سپرد تھا اور علاقہ صرف خاص سے چالیس روپے تنخواہ پاتے تھے۔ دیوان کے علاوہ خواب نامہ بھی لکھا تھا۔ ان کے لڑکے کشن پرشاد بھی شاعر تھے اور کاتب تخلص کرتے تھے۔

خواجہ ۔ خواجہ خیر الدین

خواجہ کی تصنیف "حسن و دل" مطبوعہ کتب خانہ خاص میں موجود ہے اس میں تقریباً ساڑھے چار ہزار ابیات ہیں۔ ابتدا میں خواجہ نے اپنے حالات کی طرف بھی اشارے کئے ہیں۔ چند ابیات یہ ہیں جن سے ان کے سوانح حیات میں اضافہ ہوتا ہے ؎

دعائے خواجہ خیر الدین مسکیں — قبول خاص ہو اللہ آمین (نام)
سپاہی تھے مرے آبا و اجداد — مگر سب علم میں ممتاز و استاد
مرے والد معین الدین نامی — بزرگ و مبدۂ نازک کلامی (ولدیت)
تخلص شعر میں رکھتے تھے چشتیؔ — قسم اللہ کی بے شک بہشتی
مرے دادا کو جانے ہے خدائی — ملقب خواجہ سیف الدین ضیائی
یہ سب شہ کی عنایت کا سبب ہے — جو مجھ کو عزت و آرام اب ہے
انہیں کی میں سفارش کا ہوں نوکر — کہ ہے مہوار منصب کے بچھتر
مرا منصب بڑے آرام کا ہے — سر رشتہ راجہ دل سکھ رام کا ہے
ہمارے دین و ایماں پیر و مرشد — فقیر و حاجی و حافظ محمد
سلیماں شاہ جو پنجاب میں ہیں — وہ یکتا عالم اسباب میں ہیں
انہیں سے پیر و مرشد کو ہے بیعت — وہی حضرت کے ہیں پیر طریقت

ذکا ۔ محمد حبیب اللہ

ان کے والد کا نام حافظ محمد میراں اور دادا کا نام حافظ محمد علی تھا۔ ۱۲۴۳ھ میں مدراس میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کر کے آغاز سخن گوئی میں سید مہدی ثاقب اور سید مرتضیٰ بینشؔ سے اصلاح لی۔ ۱۲۷۲ھ میں حیدر آباد میں ملازمت اختیار کرلی تو فارسی میں مرزا اسد اللہ خاں غالب سے اور اردو میں حافظ شمس الدین فیضؔ کی شاگردی اختیار کی ۱۲۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ میر

کاظم علی شعلہ نے یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے جو اُن کے دیوان مطبوعہ میں ہے ؎

غالب نظیر بود حبیب اللہ ذکا — کش بر سخنوراں ہمہ دانند برتری
نظمش چو نظم جامی و فکرش چو فرخی — نثرش چو نثر سعدی و شعرش چو انوری
چوں قصر تن شکست رقم کرد شعلہ سال — شد جیاں زنثر ورفت شکوہ از سخنوری
۱۲۹۱ھ

ڈاکٹر زور نے یادگار ضیغم کے حوالے سے ذکا کا سنہ وفات ۱۲۹۰ھ تحریر کیا ہے (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص۱۳۳) لیکن مندرجہ بالا قطعہ تاریخ کی موجودگی میں اسے صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ذکا کا دیوان فارسی خاش و خماش طبع ہو چکا ہے اُردو کا ایک انتخاب ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد کے کتب خانے میں ہے۔

ذہین - عبدالرحیم

ڈاکٹر زور نے بحوالہ یادگار ضیغم ان کا سال وفات ۱۲۹۰ھ بتایا ہے (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص۱۳۲) لیکن لوارق حقیہ میں جو اسی سال کی تصنیف ہے ان کا یہ قطعہ تاریخ موجود ہے ؎

میر احمد علی تخلص عصر — نسخہ ساختہ بصد تدقیق
سال تاریخ وانطباعش نیز — ذہین گفتا "خزینۂ تحقیق"
۱۲۹۰ھ

راغب - میر مبارک اللہ خاں

واقب کا نام نہیں لکھا قیاس یہ ہے کہ میر مبارک اللہ خاں راغب مراد ہیں ان کا اصل نام سید احمد تھا سید عاصم خاں بہادر مبارز جنگ کے لڑکے تھے۔ راقب کے دادا سید معصوم خاں اپنے خسر سید عبداللہ خاں مصاحب نواب آصف جاہ کے توسل سے حیدر آباد آ گئے تھے۔ راغب کی پیدائش ۱۲۰۲ھ میں ہوئی مولانا آگاہ اور خیرالدین فائق کے شاگرد تھے۔ ۹ ربیع الاول ۱۲۶۹ھ کو مدراس میں وفات پائی (گلزار اعظم ص۲۰۶) فارسی بھی لکھتے تھے۔

مندرجہ ذیل تصنیفات ان کی یادگار ہیں۔ ساقی نامہ - فراق نامہ - دیوان - ان کا ایک فارسی شعر ہے ؎

گشت از مضمون خط روشن مرا — گل رخاں دارند حسن عارضی

(محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن جلد اول ص۴۸۲) اس شعر کا مفہوم وہی ہے جو

احسن اللہ دہلوی تقریباً ایک صدی قبل لکھ گئے ہیں ؎

یہی مضمونِ خط ہے احسن اللہ　　　کہ حُسن خوبرویاں عارضی ہے

رابطؔ ۔ بالا پرشاد

رابطؔ کے بزرگوں کا وطن لکھنؤ تھا یہ خود وہیں پیدا ہوئے تعلیم سے فراغت حاصل کرکے حیدرآباد پہنچے اور راجہ خوشحال چند بہادر کی صاحبزادی سے منسوب ہوئے۔ سرکار نظام سے منصب پاتے تھے سنہ وفات تحقیق نہ ہو سکا۔ رابطؔ کے واسوخت کا مخطوطہ کتبخانۂ خاص میں ہے ۔

رجاؔ ۔ غلام محی الدین

ان کی ایک مثنوی "قصہ حضرت تمیم انصاری" ساغر زیبا کے تاریخی نام سے ۱۲۸۱ھ میں مطبع اکبری مدراس سے شائع ہوئی تھی اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص میں ہے ۔

رعدؔ ۔ سید عبداللہ خاں

سید اسداللہ خاں رعد جنگ ثانی بن سید محمد منیر خاں بن سید عبداللہ خاں ولاور الملک متوفی ۱۲۰۹ھ کے لڑکے تھے ۔

رفعتؔ ۔ محمد تقی حسین

تاریخ النوائط میں ان کے والد کا نام معین الدین محمود المخاطب بہ محمود خاں بہادر بتایا گیا ہے۔ حیدرآباد میں مدارالمہام متفرقات کے دفتر میں میر منشی تھے فارسی کی استعداد اچھی تھی ۱۳۱۵ھ میں وفات پائی۔ ڈاکٹر مائلؔ نے قطعۂ تاریخ لکھا ہے جس کی آخری بیت یہ ہے ؎

کی فکرِ سالِ مرگ تو ہاتف نے دی صدا　　　جنت ہوئی مکان محمد تقی حسین
۱۳۱۵ھ

مولوی احمد اللہ واصلؔ اور محمد صبغۃ اللہ رافتؔ دونوں لڑکے بھی شاعر گزرے ۔

رمزؔ ۔ بہاری لال

ان کے والد منشی گنولال دہلی سے حیدرآباد چلے گئے تھے وہیں تعلیم و تربیت پائی اور نواب مختارالدولہ کے ملازم ہو گئے رمزؔ کو بھی ملازمت مل گئی حضرت فیضؔ کے ہم محلّہ تھے۔ جوانی میں اہل و عیال کے انتقال کر جانے کی وجہ سے ملازمت سے دست کش ہو گئے۔ اپنے استاد کے بڑے عقیدتمند تھے اور ان کے عرس کے مشاعروں میں برابر شریک رہتے تھے بقول صاحب سخنوران چشم دیدہ ایک

مشاعرے میں فارسی کی غزل پڑھ رہے تھے ۔جب اس شعر پر پہنچے ؎

چوں دل شد منتقل کن ہر چہ خواہی　　　کنوں گویم چہ رمز این کن کہ آں کن

تو روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی یہ واقعہ ۲ رجب ۱۳۲۵ھ کا بتایا گیا ہے ۔سیتل پرشاد خرم نے جو تاریخ وفات کہی ہے اس سے ۱۳۱۱ھ برآمد ہوتے ہیں ۔ تاریخ یہ ہے ؎

بود صاحب دل بہاری لال رمز　　　جانب خلد بریں گشتہ رواں

خرم ایں تاریخ ہجری گفتہ است　　　رمز یا اللہ رفتہ در جہاں
۱۳۱۱ھ

رونق - میر رونق علی خاں

رونق کے والد شاہ یار الملک اول ، مظفر الملک اسد علی خاں کے بھتیجے تھے ۔ صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ ان کی شادی نواب ارسطو جاہ کے پوتے سیف الملک کی لڑکی سے ہوئی تھی ۔علوم عقلی و نقلی اور علم کلام میں خاص مہارت رکھتے تھے ۔شکار کے بے حد شائق تھے (ص ۲۹۵) ۱۲۷۹ھ میں وفات پائی ۔شمس الدین فیض مرحوم کا یہ قطعۂ تاریخ اُن کے دیوان میں ہے ؎

سدھارے اس جہاں سے اُس جہاں کو　　　پندرھویں کو صفر کی ہائے ناگاہ

کہی تاریخ میں نے فیض ان کی　　　موئے رونق علی خاں آہ صد آہ
۱۲۷۹ھ

زار - محی الدین حسین

عبدالباسط عشق کے والد تھے ۔تلاش معاش میں مدراس سے حیدرآباد آئے اور ۳۰ سال نظام کی حکومت میں ملازم رہے وظیفہ پانے سے قبل حج بیت اللہ کے لیے گئے اور بغداد کربلا و نجف کی زیارت کر کے واپس آئے کچھ مدت بعد مدینہ منورہ کی خاک پاک کی کشش دوبارہ لے گئی وہاں چار سال دو ماہ بسر کیے تھے کہ ۲۵ صفر ۱۳۲۲ھ کو بروز یکشنبہ وہیں وفات پائی ۔ (ریحانۂ عشق) حبیب اللہ ذکا اور فیض سے تلمذ تھا ایک مقطع میں اس کی طرف اشارہ ہے ؎

ان قافیوں میں ایسے چمکتے ہوئے ہیں شعر　　　کیا زار تربیت تجھے فیض و ذکا کی ہے

(گلدستۂ فیض ۱۳۱۷ھ)

زکی - میر محمد زکی

عروس الاذکار میں ان کو شیخ غلط لکھا گیا ہے ۔وہ سید تھے اور بلگرام کے باشندے مگر لکھنؤ میں

آگئے تھے ان کا پورا نام سید محمد زکی اور والد کا نام سید غلام رضا تھا بڑے طباع، قادر الکلام اور مشاق شاعر تھے غزل کے علاوہ مرثیہ گوئی اور قصیدہ گوئی پر بھی کامل دسترس رکھتے تھے مرثیہ خوانی بھی خوب کرتے تھے لکھنؤ سے رام پور گئے وہاں نواب یوسف علی خاں ناظم کے لڑکے نواب حیدر علی خاں حیدر کے استاد بنے اور کئی سال بڑے عزت و احترام سے گزارے۔ رام پور سے حیدر آباد چلے گئے لیکن یہاں بھی زیادہ قیام نہ رہا۔ آخر لکھنؤ آکر ۱۲ار شعبان ۱۲۸۸ھ مطابق ۲۷ر اکتوبر ۱۸۷۱ء کو انتقال کیا۔ تذکرہ ہذا میں سال وفات ۱۲۸۱ھ تحریر ہے اور سید افضل حسین ثابت نے دربار حسین میں ۱۸۸۰ء لکھا ہے۔ یہ دونوں صحیح نہیں۔

زکی ابتدا میں شیخ گوہر علی مشیر کے شاگرد ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنے استاد مرزا سلامت علی دبیر کے سامنے پیش کر دیا۔

زکی کے شاگردوں میں نواب بنے صاحب مشاق اور غلام حسین جوش مدراسی نے اچھی شہرت پائی۔

زور - میر تراب علی

تزک محبوبیہ میں لکھا ہے کہ ان کے والد سید مہدی علی خاں خلف حکیم سید محمد یٰسین خاں، چندو لال کے زمانے میں کرنول سے حیدر آباد آئے اور خطاب خانی کے ساتھ چار سو روپے منصب سے سرافراز ہوئے زور کی پیدائش ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔ علوم متداولہ فارسی میں کامل تھے۔ ابتدا میں میر احمد علی خاں شہید سے اصلاح لی، ان کی وفات کے بعد حکیم ضامن علی جلال لکھنوی سے استفادہ کیا۔ حیدر آباد کے محلہ سلطان شاہی میں سکونت تھی۔ سرکار نظام کے خزانۂ عامرہ میں، ۳۲ سال ملازمت کر کے ۱۳۲۰ھ میں وظیفہ یاب ہوئے اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنے بھتیجے میر اکرم علی کو متبنیٰ بنالیا تھا۔ بقول مصنف خمخانۂ جاوید "زبان فصیح اور بیان شگفتہ" رکھتے تھے۔

سالک - مرزا قربان علی بیگ

ابن مرزا عالم علی بیگ حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے مگر تعلیم و تربیت آبائی وطن دہلی میں پائی غدر کے بعد کچھ مدت مہاراجہ الور کے پاس خدمت وکالت پہ مامور رہے یہاں سے حیدر آباد دکن چلے گئے جہاں ان کے چچا، نواب تارہن کے خانہ داماد بن گئے تھے اور محکمہ تعلیمات میں سررشتہ دار ہو گئے۔

مؤلف شعرائے دکن لکھتے ہیں کہ رسالہ مخزن الفوائد حیدر آباد دکن کے مرتب تھے (ص ۱۱۵) لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ مخزن الفوائد مطبع سرکاری میں چھپتا تھا مسیح الزماں خاں اس کے مہتمم تھے اور اس رسالے

کی اشاعت رہ وحشت کے سرورق پر جس کے نسخے انجمن ترقی اردو کے کتب خانۂ خاص میں موجود ہیں" مولفہ سید حسین بلگرامی" لکھا ہوا ہے۔ سالک کا نام نہیں ہے۔

صاحب شعرائے دکن نے سالک کا سال وفات ۱۲۹۱ھ بتایا ہے اور مولانا غلام رسول مہر نے نہ صرف یہ کہ اسے صحیح تسلیم کر کے بجنسہ نقل کر دیا ہے بلکہ یہ اضافہ بھی کر دیا ہے کہ اُن کے چھوٹے بھائی شمشاد علی خاں (بیگ) بھی اُس کے بعد بھائی کے غم میں چل بسے (خطوط غالب جلد اول ص۳) حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شمشاد علی بیگ رضواں نے ۱۲۹۳ھ میں وفات پائی اور سالک نے اپنے جوان العمر بھائی کے حادثۂ وفات پر بارہ بند کا ایک دلدوز مرثیہ لکھا تھا جس کے ہر بند میں (۱۲) اشعار تھے۔ یہ مرثیہ ان کے کلیات میں موجود ہے نیز یہ قطعہ تاریخ بھی شامل کلیات ہے ؎

روزیکہ برادر از جہاں رفت — گفتیم کہ وائے وائے رضواں
از عالم بیدار بگذشت — گردید بہ خلد جائے رضواں

رضواں کے اعداد (۱۰۵۷) میں خلد کے (۶۳۴) جمع کر کے" عالم بیدار" کے عدد (۳۹۸) منہا کر دیئے جائیں تو ۱۲۹۳ سنہ وفات برآمد ہوتا ہے۔

حیدرآباد کے ایک اور مصنف نے لکھا ہے کہ ۶۵ برس کی عمر میں ۱۲۹۵ھ میں راہی فردوس ہوئے (تزک محبوبیہ) یہ تحقیق بھی درست نہیں۔ دراصل سالک کی وفات نہ تو ۱۲۹۱ھ میں واقع ہوئی جیسا کہ عبدالجبار خاں اور مولوی غلام رسول مہر نے لکھا ہے نہ وہ ۱۲۹۵ھ میں فوت ہوئے جیسا کہ مصنف تزک محبوبیہ کا خیال ہے بلکہ ان کا انتقال ۱۲۹۷ھ میں ہوا جس کی تصدیق ان کے خواجہ تاش سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے اس قطعہ سے ہوتی ہے ؎

اے قدر، خواجہ تاش ما، نواب قربان علی — سالک تخلص دہلوی معجز نگار افسوس مرد
مصراع تاریخ وصال اندر رجز آمد مزال — نواب قربان علی سالک ہزار افسوس مرد
۱۲۹۷ھ

سحر۔ مولوی ظہور علی لکھنوی

سحر کے والد مولوی حیدر فرنگی محل لکھنؤ کے ارباب علم سے تھے ان کے بزرگوں کا سلسلہ مولانا عبدالعلی ملک العلما تک پہنچتا ہے۔ مولوی حیدر مولوی مبین کے فرزند تھے اپنے باپ کی زندگی میں حج کو گئے واپسی کے وقت جہاز طوفان میں آ گیا یہ جان بچا کر حیدرآباد پہنچے اور مکہ مسجد میں نہایت فصاحت و

بلاغت کے ساتھ وعظ کیا۔ لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے حضرت مغفرت منزل کا زمانہ تھا چندروز میں ایک ہزار روپے ماہانہ مقرر ہو گیا پھر اس کے عوض میں بارہ ہزار روپے سالانہ کی جاگیر مل گئی بعد میں سید نوراں صفیا صاحب کی دختر سے شادی کر لی اور ۱۲۵۶ھ میں دنیا سے سدھارے۔ ان کی وفات کی خبر سن کر ان کے فرزند مولوی ظہور بکمال بیقراری لکھنؤ سے حیدرآباد آئے اور نصف جاگیر پدری پر سرفراز ہوئے مدت تک یہ بھی حیدرآباد میں مع اہل وعیال عزت و حرمت سے رہے اور دنیا سے کوچ کیا باپ کی طرح جید عالم تھے ۲۹ رمضان ۱۲۷۵ھ کو وفات پائی مولوی شمس الدین فیض نے تاریخ وفات لکھی ؎

مقتدائے جہاں ظہور علی — عالم و حافظ کلام ودود
چوں بہ بست نہم زماہ صیام — رخت ہستی بہ ملک خلد ربود
فیض تاریخ ارتحالش گفت — بے بدل فاضل مدرس بود
۱۲۷۵ھ

(تاریخ نظام اُردو ص ۲۰۵)

صاحب سخن شعرا نے ان کا ذکر کیا ہے اور یہ دو شعر اپنے تذکرے میں درج کئے ہیں ؎

عبث دار فنا میں گھر سکونت کا بنانا ہے — کہ آخر ایک دن دار بقا کو جہاں سے جانا ہے
بعد مردن بھی مجھے رنج فراق یار ہے — گور کی ظلمت نہیں ہے کم شب دیجور سے

سخن ۔ عبدالصمد

اورنگ آباد کے باشندے۔ غزل کے سوا قصیدہ گوئی میں بھی ممتاز تھے۔ ان کا ایک مکمل دیوان قلمی کتب خانۂ آصفیہ میں ہے۔ مجموعۂ نغز میں ان کے اُس قصیدے کے سات شعر نقل کئے گئے ہیں جو سوداؔ کے مشہور قصیدے کی زمین میں ہے مطلع یہ ہے ؎

جلوۂ حسن تعالیٰ کی کہوں کیا میں مثل — آتش طور بھڑکتی ہے بہر دشت و جبل

میر احمد علی شہیدؔ کے دیوان میں ایک قطعہ تاریخ وفات ملتا ہے جس کا تاریخی مصرع یہ ہے

افسوس بدر آمدن جان سخن
۱۲۷۲ھ

ڈاکٹر زورؔ نے اسے سید محمد سخنؔ کی وفات کا قطعہ خیال کیا ہے لکھتے ہیں۔ سخن اصفہانی فارسی کے ایک اچھے شاعر تھے اور امیر الامراد ٹی ارکاٹ کے یہاں ملازم تھے حیدرآباد بھی آئے تھے محبوب الزمن

میں ان کی تاریخ وفات ۱۲۱۶ھ درج ہے۔ شہید نے بھی سخن کا قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے جس سے ۱۲۷۲ھ برآمد ہوتے ہیں (تذکرۂ مخطوطات جلد چہارم ص۵۳) اسی کے ساتھ لکھتے ہیں کہ "معلوم نہیں کہ یہ وہی سخن تھے یا کوئی اور" یہ معلوم نہیں کی بھی ایک ہی رہی۔ ظاہر ہے کہ ۱۲۷۲ھ میں مرنے والا سخن ۱۲۱۶ھ میں مرنے والا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ سید محمد سخن کا سال وفات ۱۲۱۶ھ بتانے والے بیچارے عبدالجبار خاں اکیلے "خطاوار" نہیں ہیں ان سے پہلے نواب غوث محمد خاں گلزار اعظم میں اس کا ارتکاب کر چکے ہیں یعنی

آخر کار در سن یکہزار و دو صد و شانزدہ ہجری رخت وجودش را سیلاب اجل برد (ص۲۲۹)

سخن پر عمر یافعی مرحوم کا ایک مضمون مجلہ مکتبہ اگست ستمبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔

سخی ۔ خیرات علی خاں

اصل نام میر اکرام علی اور عرف خیرات علی خاں تھا میر امیر علی خلف میر احمد علی کے لڑکے اور نصیر آباد ضلع رائے بریلی کے باشندے تھے۔ نواب روشن الدولہ بہادر (حیدر آباد دکن) نے ان کو متبنّیٰ قرار دیا تھا اس لئے حیدر آباد میں رہتے تھے۔ عربی فارسی عروض و منطق میں کافی مہارت رکھتے تھے کلام اچھا ہوتا تھا لیکن طبع نہ ہو سکا۔

ترکی کا بیان ہے کہ منصب داران سرکار نظام میں شامل تھے اور اکثر شعرا انہیں استاد خیال کرتے تھے۔ بظاہر مرد سخن گو و خوش خُو اور ذکی معلوم ہوتے تھے دس سال ہوئے ایک رات کا کھانا کھانے کے بعد سوئے اور صبح کو بعارضۂ فالج مُردہ پائے گئے وفات کے وقت ۵۵ سال کی عمر تھی" (سخنوران چشم دیدہ) تزک محبوبیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ ۴۵ سال کی عمر میں یکم رجب ۱۳۱۹ھ کو انتقال کیا۔ ان کے لڑکے میر پرورش علی سخا اور داماد میر مصطفٰے علی خاں جلی بھی شاعر تھے۔

سرور ۔ میر مصطفٰے علی

عمر یافعی صاحب نے حاشیے میں فیض کا شاگرد لکھا ہے۔ ان کا قلمی دیوان بھی اُن کے پاس تھا۔ نور مرحوم کا بیان ہے کہ میر قاسم علی کے فرزند اور میر مراد علی خاں بہادر کے استاد تھے۔ نواب صفدر الدولہ کی فرمائش پر فارسی رسالہ اسطرلاب کا ترجمہ اُردو میں کیا تھا۔ دیوان اور ترجمہ اسطرلاب

کے مخطوطے سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن میں موجود ہیں۔

شاد ۔ مرزا رحمت اللہ بیگ

مدار المہام سرکار حیدرآباد کے دفتر میں میر منشی تھے (۱۲۹۲ھ) بطور مددگار معتمد مال گذاری سرکار نظام۔ ۴۰ سال ملازمت کرکے وظیفہ یاب ہوئے مولانا محمد فہیم عرف مسکین شاہ سے شرف بیعت حاصل تھا قصیدہ غنیہ موسومہ ذوق وشوق مطبوعہ نظامی کان پور (۱۲۹۲ھ) اور مجموعہ قطعات و رباعیات مطبوعہ مطبع صاحب دکن (۱۲۱۳ھ) موسومہ ہدیہ شاد یادگار ہیں۔

شاداب ۔ سید عابد حسین رضوی

شاداب کا نام مولوی حاجی سید عابد حسین رضوی تھا۔ یہ نواب سر آسماں جاہ کی پائگاہ میں رکن مجلس انتظام تھے۔ تاریخ گوئی میں خاص ملکہ رکھتے تھے ان کے دو قطعات تاریخ نظر سے گزرے پہلا قطعۂ تاریخ گلدستہ حسن وعشق مصنفہ ابو الحسن شوقی کی طباعت کا ہے یہ کتاب ۱۲۰۲ھ میں مطبع غوثیہ مدراس سے شائع ہوئی تھی۔ دوسرا قطعہ ڈاکٹر احمد حسین خاں مائل کے دیوان موسومہ "تحفۂ دکن" کی اشاعت کا ہے یہ دیوان ۱۳۱۵ھ میں شائع ہوا تھا۔ دونوں قطعے یہاں درج کئے جاتے ہیں ؎ قطعہ اول

چو تالیف شوقی نمود ایں کتاب　　کزو عرض شد جوہر حسن وعشق
خرد گفت شاداب سالش مرا　　زہے بے بہا دفتر حسن وعشق
۱۳۲۰ھ

قطعہ دوم

کرد دیوان چو مرتب بزبانِ اُردو　　مائل ما کہ بود مطلع دیوان سخن
سال فرخندۂ آں بلبل طبیع شاداب　　بادل شاد بگفتا "چمنستان سخن"
۱۳۱۵ھ

شاداں ۔ مہاراجہ چندو لال

۱۱۷۵ھ میں بمقام برہان پور پیدا ہوئے ۱۲۳۱ھ میں راجہ بہادر خطاب پایا ۱۲۱۲ھ میں نظامت کروڑگیری پر فائز ہوئے مختلف عہدوں پر رہ کر ۱۲۴۰ھ میں وزیر ہوئے ۱۲۶۹ھ میں استعفادے دیا اور ۷ ربیع الثانی ۱۲۶۱ھ کو انتقال کرگئے۔ شاداں اپنے وقت کے حاتم تھے۔ شاہ نصیر اور شیخ حفیظ انہیں کی طلب پر حیدرآباد گئے تھے۔

شاہ ۔ میر روشن علی

مشاعرہ ہائے فیض منعقدہ ۱۲۷۴ھ کی ایک بیاض میں ان کا نام میر روشن علی اور شاگرد فیض تحریر

لیا گیا ہے یہ بیاض انجمن ترقی اردو دہلی کے کتب خانے میں تھی ممکن ہے اب علی گڑھ میں ہو۔ شائق کو حافظ شجاع الدین حسین سے ارادت تھی۔ کتب خانہ کی ایک بیاض میں ان کا ایک نوحہ ہے جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

ہفتاد و پنج اے دوستو سن تھا حضرت کا سنو　　تھے پیشوائے این و آں حافظ شجاع الدین حسین
آئی شب آدینہ جب گریاں ہوئے ہم سب کے سب　　راہی ہوئے سوئے جناں حافظ شجاع الدین حسین
تھے بکھرارے نکتہ سنج اور اس پہ دو صد شصت و پنج　　رخصت ہوئے فخر زماں حافظ شجاع الدین حسین
برلاؤ اس کا مدعا جس نے بنایا آپ کا　　یہ گنبد عالی نشاں حافظ شجاع الدین حسین
اے مومنو تاریخ تھی چہ تھی مہ عاشورہ کی　　جس دن ہوئے ہم سے نہاں حافظ شجاع الدین حسین
کم تر یہ شاہ ہے سید اتم پیشوا ہو رہنما　　دکھلا دو اسرار نہاں حافظ شجاع الدین حسین

شائق ۔ میر اعظم علی

اصل نام میر شجاع الدین تھا مگر اعظم علی مشہور تھے۔ میر احمد علی کے فرزند سعید عمدۃ العلماء محبوب نواز الدولہ کے نواسے اور احمد حسین خاں مائل کے شاگرد تھے تصوف میں شاہ احمد علی سے ارادت رکھتے تھے محمد صدیق علی خلق حیدرآبادی کے دیوان مطبوعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شائق نے خلق کی شاگردی بھی کی تھی۔ عربی و فارسی کے ماہر اور ہر صنف سخن کے شاعر تھے مگر شہرت نعت گوئی کی وجہ سے حاصل ہوئی حیدرآباد کے بہترین نعت گویوں میں شمار ہوتے تھے۔ داستان ادب میں ڈاکٹر زور نے سال وفات ۱۳۱۵ھ لکھا ہے (ص ۱۵۹) لیکن یہ صحیح نہیں ان کا انتقال ۱۳۲۸ھ میں ہوا۔ سید علی شاہ صادق کا یہ قطعۂ تاریخ اس کا شاہد ہے ؎

عالم فاضل، چراغِ اہل دیں　　مفتی شرع متین اعظم علی
بود ایں مسند نشینِ مصطفےٰ　　صاحب باطن، سخی ابن سخی
از دلِ اندوہ آمد ایں ندا　　سوئے جنت رفت مداح نبیؐ
۱۳۲۴ھ + ۴ = ۱۳۲۸ھ

ایک قطعہ تاریخ ترک علی شاہ ترکی نے بھی لکھا ہے ؎

شائق خوش کلام و صاحبِ جود　　بود ذاتش یکے کز اہل یقیں
صرف شد عمر او بہ نعت نبیؐ　　بود ہر شعر او چو درِّ ثمیں

کردہ حج چوں زکعبہ باز آمد — اجلش بود درمیان کمیں
در چہل سالگی ازیں منزل — زد قدم چوں براہِ خلد بریں
ہاتفم گفت سال او تمکی — از جہاں رفت شائقِ حق بیں
۱۳۲۸ھ

شجیع ۔ حیدر آبادی

میر بہادر علی نام تھا وہ میر حیدر علی کے لڑکے اور پرل ضلع بیڑ کے باشندے تھے ۔

شرر ۔ صحت طلب خاں

حکیم شفاعت طلب خاں سواتی کے بیٹے تھے راجہ چندولال شاداں کے مصاحب رہے بقول جناب عمر یافعی ان کو اسد علی علی خاں تمنا سے تلمذ تھا ؎

فیض سخن ہے مجھ کو تمنا سے اے شرر — کہنے لگا ہوں ریختہ ان کی صلاح سے
اے شرر شعر کے کہنے کا ہُوا دل کو شوق — ریختہ خان تمنا سے بنانا سیکھا

سنہ وفات تحقیق نہ ہو سکا ۔ (مجلہ مکتبہ حیدرآباد دسمبر ۱۹۲۹ء)

شرر کی ایک رباعی انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں بیاض ۶۴۲ میں ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے ؎

مدت سے شرر ہے اشتیاق ساقی — گر شیشہ میں ہو شراب باقی ساقی
چھاتی بھر آئی دیکھ خالی مینا — روتا ہے جی میں ہائے ساقی ساقی

شرر ۔ سید محمد علی

عبد القادر مہر سقاف نے گلزار سخن میں ان کا نام غلام محمد علی لکھا ہے اور ایک غزل نقل کی ہے جس کا مطلع و مقطع یہ ہے ؎

دیکھا ہوں کس کے گو ہر دنداں کو خواب میں — نیساں کا حال ہے مری چشم پر آب میں
راحت ملے گی مجھ کو شرر زیر خاک بھی — مرجاؤں گر میں دوستیٔ بو تراب میں

شرف ۔ میر جیون علی

نظام بادشاہ، میر معز الدین خاں شرف یاب جنگ کے لڑکے اور میر مغل علی خاں ناصر الملک ہمایوں جاہ معتقد الدولہ کے پوتے تھے ۔ ان کی شادی نواب منصور جنگ کی پوتی مبارک النساء کے

ساتھ ہوئی تھی۔ سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔ میر محمود علی اور میر تہوّر علی دو لڑکے یادگار ہیں۔
(شجرہ آصفیہ ص ۹۳)

شرق - گوہر علی

شرق ۱۳۱۱ھ تک بقید حیات تھے اِس سال کے گلدستۂ مشاعرہ فیض میں ان کی غزلیں شائع ہوئی ہیں۔

ششدر - سید عباس حسین خاں

اصل نام میر اسد علی تھا مگر سید عباس حسین کہلاتے تھے۔ والد کا نام میر عاشق حسین خاں تھا ان کے جدِّ اعلیٰ سید رضی الموسوی، نواب رکن الدولہ کے اصرار پہ شوستر سے حیدر آباد آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ ششدر کی علمی استعداد اچھی تھی۔ غزل کے علاوہ مرثیہ و سلام بھی کہتے تھے ۱۲۹۵ھ میں چند بدمعاشوں کے ہاتھ سے زخمی ہوئے زخم اگرچہ مندمل ہو گئے لیکن جنون لاحق ہو گیا اور اسی جنون میں اپنی بیوی کو قتل کر دیا جس کے نتیجے میں برسوں پاگل خانہ بسایا آخر ۱۲۹۷ھ میں کوئی اولاد نرینہ چھوڑے بغیر وفات پائی۔ ڈاکٹر زورؔ نے سنہ وفات ۱۳۱۷ھ لکھا ہے (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۳)۔ حافظ تاج الدین مشتاقؔ کے شاگرد تھے اور ان کے انتقال کے بعد حافظ شمس الدین فیضؔ سے اصلاح لینے لگے تھے۔

شعلہ - میر کاظم علی

میر احمد علی خاں شہیدؔ کے لڑکے اپنے والد کے شاگرد تھے ابتدا میں شمعؔ تخلص کرتے تھے عربی و فارسی میں فارغ التحصیل تھے۔ تاریخ ولادت ۱۲۵۲ھ ہے۔ صاحب تزک محبوبیہ لکھتے ہیں "اپنے والد جناب شہیدؔ مرحوم کے ہمراہ بعہد حکمرانی حضرت غفران منزل و زمانۂ وزارت راجہ چندو لال بہادر بطریق سیاحت حیدر آباد تشریف لائے تھے پھر یہیں رہ پڑے (راجہ چندو لال کا زمانۂ وزارت ۱۲۴۸ھ سے شروع ہوا تھا)"، ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۰۰ھ کو وفات پائی قطعہ تاریخ وفات از نوازش علی لمعہ

قبلہ گاہم چو حضرت شعلہ — رفت سوئے جناں ازیں عالم
بستم و روز جمعہ وقت ظہر — بُد ز ماہِ جمادیِ دویم
سوخت از شعلۂ غم و اندوہ — خرمنِ صبر ما بایں ماتم

سرآہے کشید و لمعہ بگفت　　　ز سرم رفت سایۂ پدرم
۱۳۰۸ھ

حکیم نوازش علی لمعہ اور حکیم سید نادر علی رعدؔ دونوں اچھے بھی شاعر گزرے۔ دیوان فارسی مطبع فخر نظامی حیدرآباد میں ۱۳۱۱ھ میں چھپا تھا اُردو دیوان غیر مطبوعہ رہا۔ ایک اور کتاب "تاریخ محبوب جاہی" ۱۲۸۴ھ میں لکھی تھی یہ بھی طبع نہ ہو سکی ۔

شفاؔ - حکیم محمد علی

حکیم میر صفدر علی کے لڑکے تھے جنھیں صاحب تزک محبوبیہ نے حکیم شفائی خاں کا داماد لکھا ہے (جلد دوم دفتر اول ص ۴۳۶) اسی تصنیف میں سال وفات ۱۳۰۸ھ درج ہے لیکن گلدستۂ فیض ۱۳۱۲ھ میں ان کی ایک غزل شائع ہوئی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ۱۳۱۲ھ تک زندہ تھے۔ گلدستہ فیض میں ان کا نام میر محمد احمد علی نبیرۂ حکیم شفائی تحریر ہے ۔

شکرؔ - محمود مرزا

فارسی بھی لکھتے تھے ان کی ایک فارسی غزل گلدستہ سخن اگست ۱۸۸۱ء کے ص ۷ میں درج ہے جس کا مطلع و مقطع یہ ہے ؎

ید بیضا شود و زد حنا، ہاں مشت را بکشا　　　بر آں آرد گواہے تا ادہا، زلف دوتا بکشا
اجابت بہر آمین ابستادہ منتظر اے شکر　　　برائے عمر و جاہ شاہ خود، دست دعا بکشا

شورؔ - گل محمد

غدر کے بعد حیدرآباد دکن پہنچے محکمہ تعلقہ داری گلبرگہ شریف میں ساٹھ روپے کے ملازم رہے۔ ۱۳۲۲ھ میں وفات پائی (تذکرۂ مخطوطات جلد دوم ص) یادگار ضیغم میں سنہ وفات ۱۳۱۷ھ تحریر ہے (تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۳)

شہوارؔ - محمد حیدر

تاریخ النوائط کے مصنف نے ان کا نام غلام حیدر اور تخلص شہوار لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے فرزند کا نام غلام محی الدین تھا جو شہباز تخلص کرتے تھے۔ شہباز کا مختصر سا مجموعہ کلام کتب خانہ خاص میں موجود ہے اس میں شہوار کا کلام بھی ہے۔ نیز شہوار کی ایک غزل کو میر عابد علی خاں صولت جنگ نے خمسہ کیا ہے (دیوان صولت مطبوعہ)

شہید ۔ مولوی غلام امام امیٹھوی

شہید کے والد کا نام شاہ غلام محمد تھا وہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے فارسی و عربی کی تکمیل مولوی حیدر علی فیض آبادی سے کی تھی ۔ اُردو شاعری میں غلام ہمدانی مصحفیؔ سے اور فارسی میں مرزا قتیلؔ اور شاہ غلام مینا ساحرؔ سے اصلاح لی تھی سادہ آباد اور آگرے میں صدر نظامت کے پیش کار رہے ۔ نواب محی الدولہ محمد یار خاں ساقی کی طلب پر حیدر آباد دکن پہنچے اور کئی سال سالار جنگ اول کے دارالانشا میں ملازم رہے ۔ غزل قصائد اور نعت گوئی میں کافی شہرت رکھتے تھے ۔ میلاد خوانی بے حد خوش الحانی سے کرتے تھے ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی مولوی مظفر حسین صبا کا یہ قطعہ تاریخ " روز روشن " میں درج ہے ؎

شہید واصل حق مولوی غلام امام	نمود در مہ شوال طے بساط حیات
برائے سال وصالش رقم نمود صبا	شہید زندۂ جاوید شد بہمین ممات

۱۲۹۶ھ

سرفراز علی وصفی ان کے ہمشیر زادہ بھی تھے اور شاگرد بھی ۔ انشائے بہار بے خزاں رموز الشہادتین مولود شریف شہید اور کلیات شہید کے مصنف ہیں ۔

شہید ۔ میر احمد علی خاں

والد کا نام سید جعفر علی خاں تھا ۔ شہید کی پیدائش دہلی میں ہوئی ۔ عربی و فارسی کے ماسوا رمل و نجوم میں بھی مہارت رکھتے تھے ۔ سکندر جاہ کے عہد حکومت میں جب شاہ نصیرؔ راجہ چندو لال شاداںؔ کی طلب پر حیدر آباد دکن گئے تو اپنے شاگرد میر احمد علی شہیدؔ کو بھی ساتھ لے گئے تھے ۔ شہید نے بعد میں ناصر الدولہ نواب فرخندہ علی خاں آصف رابع (۱۲۴۰ھ تا ۱۲۷۳ھ) کے دربار سے خلعت اور خطاب امیر الشعرا پایا ۔ ناصر الدولہ کی وفات کے بعد نواب افضل الدولہ (۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ) کے دربار سے بھی متعلق رہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید نواب افضل الدولہ بعد میں کچھ ناراض ہو گئے تھے اور شہید کی تنخواہ گھٹا کر صرف تیس روپے کر دی گئی تھی ۔ اس لئے ان کا آخری زمانہ قرض اور تنگ دستی میں گزرا چنانچہ ایک موقع پہ کہتے ہیں ؎

قرض میں پانزدہ تو جاتے ہیں	پانزدہ خوردنی میں آتے ہیں

(تذکرۂ مخطوطات جلد چہارم ص ۴۹)

غلام ہمدانی گوہرؔ نے میر کاظم علی شعلہؔ کے حالات کے سلسلے میں ان کے والد شہید مذکور کا سال وفات

۱۲۹۲ھ دیا ہے (ترنک محبوبیہ جلد دوم دفتر ہفتم ص ۸۹) اور جہاں شہید کے حالات لکھے ہیں وہاں ۱۲۹۳ھ لکھا ہے (ضمیمہ مذکور ص ۵) ڈاکٹر زور مرحوم نے بھی اسی کی تقلید کی ہے یعنی تذکرۂ مخطوطات جلد سوم کے ص ۱۳۳ میں ۱۲۹۳ھ اور اسی کی جلد چہارم کے ص ۱۳۱ میں ۱۲۹۲ھ لکھا ہے صحیح یہ ہے کہ شہید کا انتقال ۱۲۹۳ھ میں ہوا جیسا کہ ان کے شاگرد عالم علی خان عالم کے قطعہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے قطعہ یہ ہے ؎

میر احمد علی خاں شہید ۔۔۔ یافت رحلت بجناں داخل شد
گفت تاریخ وفاتش عالم ۔۔۔ بندۂ خاص بحق واصل شد
۱۲۹۳ھ

(گنجینۂ تواریخ ص ۲۱۵)

دیوان موسومہ "نظم شہید" ۱۳۱۸ھ میں مطبع فخر نظامی حیدر آباد سے شائع ہو چکا ہے اور ایک مخطوطہ ادارۂ ادبیات حیدر آباد دکن کے کتب خانے میں ہے ۔

شیدا ۔ نوازش علی

آصف جاہ ثانی (وفات ۱۲۱۸ھ) کے میر ساماں تھے اور قدیم عمارات شاہی کی نگرانی کے فرائض بجا لاتے تھے ۔ عروس الاذکار کے مصنف نے "روضۃ الشہدا" کا مصنف لکھا ہے لیکن یہ نام غلط ہے ۔ اصلی نام روضۃ الاطہار ہے جو وہ مجلس قسم کی ایک تصنیف ہے اور ۱۱۷۳ھ میں لکھی تھی ۔ شیدا کی دوسری تصنیف "اعجاز احمدی" ہے ، یہ کتاب ۱۲۸۹ھ میں مطبع حیدری بمبئی سے اور ۱۳۱۲ھ میں مطبع کریمی بمبئی سے طبع ہوئی ہے ۔ شیدا کی ایک اور فارسی تصنیف جامع الفوائد (قواعد فارسی) ہے اس کا مخطوطہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو میں ہے ۔

مولف نظام علی خاں لکھتے ہیں "۔ نوازش محل نام کا بھی ایک محل تعمیر ہوا تھا جو نظام علی خاں کے قدیم خانساماں نوازش علی کے زیر اہتمام تکمیل پایا اور اسی مناسبت سے اس کا نام "نوازش محل" رکھا گیا انہیں نوازش علی کی زیر نگرانی بادشاہی عاشور خانہ کی ترمیم بھی ۱۲۰۸ھ میں ہوئی تھی (ص ۲۳۳ جلد دوم)

شیفتہ ۔ احمد خاں اکبر آبادی

ان کا نام محمد خاں نہیں تھا احمد خاں تھا ۔ آگرے کے متوطن اور خلیفہ گلزار علی اسیر اکبر آبادی کے شاگرد تھے مولوی غلام امام شہید کے ہمراہ حیدر آباد دکن گئے تھے اور انہیں کے ساتھ محکمہ دار الانشا میں ملازم تھے

سخاوت مرزا صاحب ان سے قرابت رکھتے ہیں ۔ گلستان بے خزاں کے شعرا میں شامل ہیں سنہ وفات بموجب مخطوطہ یادگار ضیغم ۱۳۱۳ھ ہے ۔

شیفتہ ۔ سید کاظم حسین کنتوری

مولف تذکرہ نے شیفتہ کا نام نہیں لکھا لیکن یہ محمد کاظم حسین معلوم ہوتے ہیں جو مولوی سید خادم حسین کے صاحبزادے اور کنتور ضلع بارہ بنکی کے باشندہ تھے ۔ وہ میر قدر کنتوری کے بھتیجے بھی تھے اور شاگرد بھی ۔ اپنے وطن سے حیدر آباد دکن منتقل ہوگئے تھے یادگار ضیغم کے مصنف کا بیان ہے کہ "آدمی خوش فکر اور سلیم الطبع ہیں ۔" ان کا انتقال ۱۹۱۲ء میں ہوا ۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے جو انہیں کے شاگرد اور ہموطن ضامن کنتوری نے لکھا ہے ؎

حضرت شیفتہ موئے افسوس ہوئے دار السلام راہ گرائے
سالِ رحلت کہا یہ ضامن نے وائے کاظم حسین شیفتہ وائے

شیفتہ نے مولوی محمد سعید خاں مدراسی مفتی مملکت نظام کے رسالہ ۱۹۱۸ "القول الجلی" کا ترجمہ اردو نثر میں کیا ہے جو "ایضاح افادات" کے نام سے مطبع عزیزیہ دکن میں چھپا تھا ۔ اس کے علاوہ دو دیوان بھی یادگار ہیں جن میں سے ایک نعتیہ ہے دوسرا عاشقانہ ۔

صاحب ۔ لچھمی نرائن

اورنگ آباد میں پیدا ہوئے ۔ علوم متداولہ مولوی عبد القادر سے حاصل کئے ۔ نو برس کی عمر سے شاعری شروع کی فارسی میں شفیق تخلص کرتے تھے ۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی سے تلمذ تھا ۔

صاحب کے جد امجد لالہ بھوانی داس لاہور کے ساکن اور قوم کے کھتری عالمگیری لشکر کے ساتھ اورنگ آباد آئے تھے پھر واپس نہ گئے صاحب کے والد کا نام منسا رام تھا وہ بھی شاعر تھے اور ہاتفی تخلص کرتے تھے ۔

صاحب نے ۱۲۲۳ھ میں انتقال کیا جس کی تصدیق ان کے شاگرد عبد الصمد سخن کے اس قطعہ تاریخ سے ہوتی ہے ؎

اوستاد شفیق من افسوس از سپنجی سرائے فانی رفت
روئے دل از کسے نمی بینم مایۂ لطف و مہربانی رفت

از حلاوت گزشت نظم و نثر — نمک از شعر و شعر خوانی رفت
از جہاں برفتاد قدر کمال — عالم علم نکتہ دانی رفت
سالِ رحلت رقم نمود سخن — وائے مشاطۂ معانی رفت
۱۲۲۳ھ

صاحب کی مندرجہ ذیل تصنیفات کے نام مل سکے ہیں۔

تذکرہ چمنستان شعرا۔ تذکرہ گل رعنا۔ جواہر و زواہر۔ تمیق شگرف حقیقت ہائے ہندوستان، مآثر آصفی۔ بساط الغنائم نگلستان۔ شام غریباں۔ مآثر حیدری مثنوی تصویر جاناں۔ میخانۂ عاشقی۔ ساقی نامہ۔ گلزار شفیق۔

صافؔ ۔ حیات الدین احمد

صافؔ کا دیوان ۱۳۱۹ھ میں محبوب پریس حیدرآباد سے شائع ہو چکا ہے۔ عروس الاذکار میں جو اشعار دیئے گئے ہیں وہ دیوان مطبوعہ میں ترمیم ہو کر درج ہوئے ہیں۔ اس میں ابتدا کے تین شعر اس طرح ہیں ؎

آپ سے گر نہیں وصال ہوا — پھر سمجھ لو مرا وصال ہوا
بوسہ مانگا تو مجھ سے روٹھ گئے — ایک ہی بات میں ملال ہوا
فعل ماضی کو بھول جاتی ہے خلق — لو زمانے کا اب یہ حال ہوا

محمد کریم الدین خاں کریمؔ خلف نواب مشرف جنگ فیاضؔ نے لکھا ہے۔

"قضائے الٰہی نے مہلت نہ دی اور عین عنفوان شباب میں اپنے والد بزرگوار کے چھ سال بعد حضرت صافؔ نے انتقال فرمایا (مقدمہ دیوان صافؔ) اس حساب سے ان کا سنہ انتقال ۱۲۸۹ھ قرار پاتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر زورؔ نے یادگار ضیغم کے حوالے سے ۱۲۹۰ھ لکھا ہے۔۔

صفاؔ ۔ ذوالفقار علی خاں

صفاؔ کی ایک مثنوی "زاد الآخرت" ۱۳۳۰ھ میں مطبع کریمی میں چھپی تھی اس مثنوی میں صفاؔ نے اپنی شخصیت کے بارے میں یہ ابیات لکھی ہیں ؎

فقیر از دودۂ پیغمبری ہے — حسینی ہاشمی و جعفری ہے
بہ صادق مثل خط ہائے دہ انگشت — مجھے پہنچی ہے اٹھائیسویں پشت

غم آل نبی ہے کام میرا — علی ذوالفقار ہے نام میرا
دکھن میں جور گردوں سے قضا را — ہے سالِ چند سے میرا گزارا
تخلص مشتہر میرا صفا ہے — مرا دل حب حیدرؑ سے بھرا ہے
مسافر وضع در پینا پٹن ہوں — غریب شہر آوارہ وطن ہوں

صفا نے لکھنؤ میں تعلیم پائی یہ زمانہ میر و سودا کا تھا اس لیے دونوں استادوں سے استفادہ کیا کچھ دن بعد بنگال ہوتے ہوئے مدراس پہنچے اور نواب والاجاہ عمدۃ الامرا کے پاس قیام کیا وہاں سے حیدر آباد آگئے یہاں پہلے میر عالم سے پھر مہاراجہ چندو لال سے توسل رہا چندو لال پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ دیتے تھے۔ صفا کا قلمی دیوان کتب خانہ آصفیہ میں ہے۔ وہ مثنوی زاد لآخرت اور ترجمہ حملہ حیدری کے مصنف بھی ہیں۔ صفا کا سنہ وفات ۱۲۴۰ھ ہے (داستان ادب حیدر آباد)

صمد۔ عبد الصمد

زور مرحوم نے یادگار ضیغم کے حوالے سے سنہ وفات ۱۲۹۳ھ لکھا ہے (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۳) اگر ان کا انتقال عروس الاذکار کی تصنیف سے ۵، ۶ برس قبل ہوا تو یہ سنہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا خزینۃ العلوم میں ان کا یہ شعر درج ہے ؎

آوارہ گرد باد نہیں دشت یاس میں — شاید کہ خاک ہے یہ کسی نامراد کی

صولت۔ پرمیشری پرشاد

نقش نے عروس الاذکار نسخہ ب کے حرف (پ) کے ذیل ان کا نام پرمیشری پرشاد لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔ نہ حالات لکھے ہیں نہ کلام درج کیا ہے لیکن گلدستہ چمنستان عیش حیدر آباد سے معلوم ہوا کہ یہ صولت تخلص کرتے تھے۔ اسی گلدستے سے چند اشعار دیئے جاتے ہیں ؎

میرے پہلو میں جو وہ آئینہ تمثال آیا — میں نے جانا کہ مبارک یہ نیا سال آیا
خط نکل آنے سے رہنے کی نہیں رخ کی بہار — قدر گھٹ جاتی ہے چینی میں اگر بال آیا
شکر اللہ مرے پہلو میں ہے مہرِ صولت — اوج پہ آج مرا نامۂ اعمال آیا

(چمنستان عیش سنہ ندارد ص ۶)

ضیا۔ محمد عبدالرحیم

ضیا بڑے خوش خلق اور ملنسار تھے ان کا دیوان موسومہ "ضیاء نبوت" ۱۲۷۹ھ میں طبع ہو چکا ہے اور انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔

ضیغم۔ محمد غضنفر لکھنوی

مولوی حیدر لکھنوی کے بڑے لڑکے محمد رضا برق لکھنوی کے شاگرد تھے حیدرآباد میں اپنے والد کی جائیداد کے نصف حصّے کے مالک تھے ان کے چھوٹے بھائی کا نام مولوی ظہور علی تھا جو سحر تخلص کرتے تھے۔ صاحب خمخانۂ جاوید نے لکھا ہے کہ طبیعت میں روانی ہے۔ زبان کے اشعار زیادہ پائے جاتے ہیں (جلد پنجم ص ۳۹۲) نغمۂ عندلیب اور سخن شعرا میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ بیاض منقبت (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو کراچی) میں (۴۳) ابیات کی ایک مثنوی ضیغم کی ہے جس میں ہرنی کا قصہ نظم کیا گیا ہے یہ مشہور قصہ ہے۔ پہلی اور آخری ابیات یہ ہیں ؎

ہیں محمدؐ رحمتہ اللعالمین　　ان کا ثانی کوئی دنیا میں نہیں

ہے یہی ضیغم کی اب ہر دم دعا　　خاتمہ بالخیر ہو یا رب مرا

یہ مثنوی نواب افضل الدولہ کے عہد میں لکھی گئی جس کا ثبوت ان ابیات میں موجود ہے ؎

افضل الدولہ بہادر روز و شب　　خوش رہیں ہو فکر ان کی دور سب

ان کو دشمن پہ ظفر حاصل رہے　　شاد و خرم ان کا یا رب دل رہے

ضیف۔ میر زین العابدین

ضیف کے والد کا نام سید مرتضیٰ اور دادا کا نام میر عاشق حسین خاں میر زماں بن سید زین العابدین میر میراں موسوی تھا۔ یہ میر میراں میر عالم وزیر اعظم حیدرآباد کے برادر حقیقی تھے۔ بزرگوں کا وطن شوستر تھا صغر سنی میں یتیم ہو گئے تھے لیکن بہت خداداد سے فارسی و عربی و علم عروض و قوافی حاصل کر کے شعر و سخن کی طرف توجہ کی۔ فارسی و اردو کلام کا ایک مجموعہ "جودت ضیف" کے نام سے مطبع محبوب شاہی حیدرآباد میں ۱۳۰۳ف میں چھپا تھا۔ سنہ وفات کی تحقیق نہ ہو سکی۔

طالب حیدرآبادی ۔ مولوی عبدالحق

ان کا نام مولوی محمد عبدالحق تھا اور مدرسہ منصب داران رکاب میں معلم فارسی تھے تلمذ مرزا قربان علی بیگ سالک سے تھا (گلدستہ سخن جولائی ۱۸۹۳ء) شجاعت خاں جری کے دیوان فارسی میں ان کا یہ قطعہ تاریخ شائع ہوا ہے ؎

کلام پاک دل پذیر عارفے ۔۔۔ چہ خوب طبع شد بفضل ایزدی
سنش چو جُست طالب رمیدہ دل ۔۔۔ فلک بگفت "نظم عالی جری"
۱۳۱۴ھ

طائع ۔ بھندن لال

گلدستہ سخن جولائی ۱۸۹۳ء میں ان کا نام بھوندو لال نبیرہ منشی بھیم سین غریب لکھا ہے ۔ اپنے استاد فیض کی تعریف میں کہتے ہیں ؎

طائع غزل اک اور بھی لکھئے کہ بزم میں ۔۔۔ ظاہر ہو فیض، فیض فضیلت مآب کا

طلب ۔ حکیم عافیت طلب خاں

اصلی نام محمد اصغر علی خاں تھا وہ حکیم شفا طلب خاں سواتی کے لڑکے اور محمد اکبر خاں المخاطب بہ صحت خاں تشرر کے برادر حقیقی تھے راجہ چندو لال شاداں نے ان کو اپنا استاد سخن بنا کر دو سو روپے تنخواہ مقرر کر دی تھی خوش اخلاق اما زود رنجی اش مشہور تر است (گلزار آصفیہ ص۴۴۲) نواب غفراں مآب کے عہد میں حیدرآباد آئے اور مرشد زادۂ عالی جاہ بہادر کے یہاں متعین ہوئے آخر کار مرشد زادہ کی بغاوت کے زمانے میں یہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے سال وفات کا علم نہ ہو سکا ۔ (تاریخ نظام ص۲۰۳)

طوفان ۔ غلام محی الدین

طوفان کی ایک مثنوی فن عروض میں ہے یہ نواب سکندر جاہ (۱۲۱۸ھ - ۱۲۴۴ھ) اور راجہ چندو لال دیوان ریاست نظام (۱۲۴۸ھ - ۱۲۵۹ھ) کے عہد میں لکھی گئی ۔ ان دونوں کی تعریف مثنوی کے آغاز میں ہے ۔ طوفان کی مثنوی کا ایک ناقص الآخر مخطوطہ انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں ہے ۔ ان کی ایک نامکمل غزل کتب خانہ خاص کی بیاض ۱۵۶ میں ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے ؎

گردوں نے ولا کوچۂ جاناں سے نکالا — افسوس مجھے کیسے گلستاں سے نکالا
قیمت شکنی ہوگئی یاقوت کی ہیں نے — جب لخت جگر دیدۂ گریاں سے نکالا
پھر جاکے پھنسا زلف گرہ گیر میں اے دل — میں تجکو ابھی کاکل پیچاں سے نکالا
یہ عشق وہ ہے خانہ بر انداز عزیزو — طفلی ہیں مجھے جس نے دبستاں سے نکالا

ظہور ۔ مرزا عابد بیگ

بقول مصنف گلزار آصفیہ" بسیار مصاحب و مقرب تھے اور مہاراجہ بہادر (شاداں) سے تلمذ رکھتے تھے"۔ راجہ چندولال شاداں کا دیوان ۱۲۳۹ھ میں مرتب کیا تھا اس دیوان کا ایک مخطوطہ کتب خانۂ خاص میں ہے ۔ بنائے پل رود موسی (۱۲۴۵ھ) کا ایک قطعہ بھی ان سے یادگار ہے ؎

ناصرالدولہ شاہ آصف جاہ — کہ عدیلش گہے ندید نگاہ
شد چو حکمش بہ راجہ چندولال — زود سازند پل بشام و پگاہ
از سر عقل میجر اسٹورٹ — پل بنا کرد مثل مہر و ماہ

عاشق ۔ خوشوقت علی خاں

آگرے کے باشندے اور منشی داؤد خاں تھانے دار کے لڑکے تھے ۱۸۴۱ء میں نواب فرخ آباد کے یہاں ملازم تھے نواب کلب حسین خاں نادر اور سید اسمٰعیل حسین منیر کے دوستوں میں تھے ۔ غزل (۸، ۹) اشعار سے زیادہ کی نہیں لکھتے تھے مگر ہر شعر منتخب ہوتا تھا (خمخانۂ جاوید جلد سوم ص) دیکھیے کتنا اچھا مطلع ہے ؎

پیری میں ولولے وہ کہاں ہیں شباب کے — اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

۱۲۹۰ھ میں انتقال کیا (تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۳)

عافیت ۔ عافیت طلب خاں

اپنے والد عافیت طلب خاں اول کی وفات کے بعد مہاراجہ چندولال شاداں کے یہاں پچاس روپے ماہوار پہ ملازم ہوئے بعد میں سو روپے ہوگئے تھے آخر میں چار ہزار روپے کی جاگیر اور پانچ سو روپے ماہانہ کی تنخواہ پائی (تاریخ نظام ص ۲۰۳) ان کا ایک قصیدہ مجموعۂ قصائد میں ہے (فہرست کتب خانۂ سالار جنگ ص ۴۸۶)

عجب ۔ سید عبداللہ

عرف چھوٹے صاحب ساکن حیدرآباد دکن مولوی شمس الدین فیض مرحوم کے شاگرد ہیں اردو فارسی

دونوں کہتے ہیں (یادگار ضیغم ص۲۱۳) "پیر مرد بود ہفت سال شود ندید مش شاید کہ رحلت کردہ" (سخنوران چشم دیدہ) اس حساب سے سنہ وفات ۱۳۲۵ھ کے قریب ہوتا ہے خمسۂ عجب مطبوعہ گلزار احمدی پریس حیدر آباد کتب خانۂ خاص میں ہے۔

عرشی ۔ سید احمد حسین

سید شاہ غلام جیلانی کے فرزند دلبند حیدر آباد دکن کے جاگیردار اور قادری سلسلے کے ایک فرد تھے۔ فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں فکر سخن کرتے تھے۔ تلمذ حافظ شمس الدین فیضؔ سے تھا۔

عرشی ۔ عبد السلام

مدراس سے بہ وسیلۂ ملازمت حیدر آباد آ گئے تھے۔ عبد السلام نام تھا سخنوران چشم دیدہ کے مصنف نے انہیں معمر بتایا ہے اور لکھا ہے کہ نواب عبد اللہ خاں ضیغمؔ کے مشاعرے میں دیکھا تھا۔ رسالہ محبوب عالم کی ادارت کرتے تھے (بستان آصفیہ) ان کی ایک تصنیف "احوال انبیا" مطبوعہ ۱۳۱۴ھ کتب خانۂ خاص میں موجود ہے

عزم ۔ محمد غوث

ان کا قلمی کلیات سالار جنگ کے کتب خانے میں ہے (فہرست ص۴۷۵) کسی کتاب میں جس کا نام اس وقت یاد نہیں آتا ان کا سنہ وفات ۱۲۹۹ھ دیکھا تھا۔

عزیز ۔ عزیز الدین خاں

ابتدا میں احمد علی عصرؔ سے تلمذ تھا بعد میں نواب مرزا داغ کی شاگردی اختیار کرلی تھی۔ (تذکرہ مخطوطات سوم ص۲۲۶) رسالہ فیض میں ان کا کلام اکثر شائع ہوتا تھا نسخہ مب میں لکھا ہے "الحق کہ دریں نوخیزی کہ عمرش درخیابان عشرۂ اول است بجنیس قافیہ ہا داد سخن دادہ و بسیاق ہم مہارتے دارد" اس کے بعد اسی غزل کے (۱۶) اشعار زائد درج کیے ہیں ؎

کچھ آج کل کمیت قلم کو کُلیل ہے — مضمون کی ہر ایک طرف ریل پیل ہے
ہم خضر کی کبھی نہ کریں گے خوشامدیں — رستہ تمہاری مانگ کا جیسے کہ ریل ہے
کہتے ہیں جس کو سیب ذقن اس کا ہے یہ پھل — عارض پہ زلف چھوٹی ہوئی اس کی بیل ہے
رستے مہک رہے ہیں تمام آج شہر کے — پٹھوں میں یار نے جو لگایا پھلیل ہے

اغیار نے جدھر کو پھرایا، پھرا اُدھر — اُس کا مزاج اونٹ کی گویا نکیل ہے
مہندی تمہارے ہاتھوں کی بھرتی کہاں یہ رنگ — بے شبہ اس میں خونِ عزیزاں کا میل ہے
کیا گرم سیر ہے غم و سوزِ دروں کہوں — ہر اشک آگبوٹ ہے ہر نالہ ریل ہے
ہے موسمِ بہار میں وہ گلعذار پاس — سرسبز میرے باغِ تمنا کی بیل ہے
ٹپکے ہے خالِ عارضِ جاناں سے عطرِ گل — اب نام کو تلوں میں نہیں اس کے تیل ہے
جو کھیل عشق کا ہے وہ ہے کھیل جان کا — سمجھو نہ اس کو لعب ہے بازی ہے کھیل ہے
اک اک غلیلہ چرخ کے تارے گرائے گا — اس مہ کے ہاتھ قوسِ قزح کی غلیل ہے
اغیار منہ چڑھے ہیں پھر اُس بد دماغ کے — پھر نیم پر چڑھی یہ کریلے کی بیل ہے
اُس غنچہ لب کے دانت ہیں کلیاں چنبیلی کی — پیچیدہ زُلف رُخ پہ چنبیلی کی بیل ہے
اُس گل کی ہے خبر میرے پھولوں میں آنے کی — چڑھ جائے گی منڈھے جو تمنا کی بیل ہے
کیا جانے کون آج اِدھر سے اُدھر گیا — کلیوں میں ساری عطر کی بُو ریل پیل ہے
عاشق ہر ایک غُلّے پہ دیتے ہیں نقدِ جاں — جب سے عزیز ہاتھ میں اُس کے غلیل ہے

۱۳۱۶ھ میں خطاب خانی و بہادری عزیز یار جنگ منصب دو ہزاری و یک ہزار سوار و علم سے ممتاز ہوئے (تزک محبوبیہ جلد اول)

عشق ۔ شاہ رکن الدین

جو شعر عروس الاذکار میں عشق کے نام سے ہے وہ شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی کا ہے۔ جو شاہ گھسیٹا کہلاتے تھے یہ تذکرہ گلشن سخن مطبوعہ ۱۹۶۵ء میں انہیں کے نام سے درج ہے اور اس طرح ہے ؎

عرش سے فرش سیر کر دیکھا — جلوہ گر تو ہوا جدھر دیکھا

اسی تذکرے میں اس زمین کا دوسرا شعر بھی ہے ؎

تیر کے نام پہ تڑپتا ہے — اس طرح کا کہیں جگر دیکھا

مغل پورہ دہلی کے رہنے والے تھے حکیم قدرت اللہ قاسم نے انہیں شاہ فرہاد کا نواسہ اور عبدالغفور خاں نساخ کا پوتا لکھا ہے سنہ پیدائش ۱۱۳۷ھ ہے دہلی چھوڑ کر عظیم آباد چلے گئے تھے اور شاہ محمد منعم

ابوالعلائی کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر خلافت پائی تھی۔ ۸۹ سال کی عمر میں روز یکشنبہ ۷ جمادی الاول ۱۲۰۳ھ کو وفات پائی۔

عشق ۔ عبدالباسط

یہ عشق جن کو شخص حال کہا گیا ہے حکیم عبدالباسط ہو سکتے ہیں وہ مولوی مہدی واصف کے لڑکے تھے ۱۲۳۸ھ میں بمقام مدراس پیدا ہوئے اپنے والد واصف اور ماموں حاجی زین العابدین سے فارسی پڑھی اور نواب خانعالم خان فاروقی سے فن شعر حاصل کیا مقامی میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کی سند پائی مدت تک تمیز الاخبار مدراس کے ایڈیٹر رہے۔ مدراس سے میسور منتقل ہو گئے اور ۱۰ سال مقیم رہ کر حیدرآباد دکن آئے یہاں اول سررشتہ دار دیوانی اور بعدہ مہتمم نوادر خانہ بنائے گئے۔ نوادر خانہ بند ہو گیا تو سوان تنخواہ کا وظیفہ پایا ۵ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ کو وفات پائی۔ مولوی عبدالحی وصف ان کے بڑے لڑکے اپنے والد کے ساتھ ۱۲۸۰ھ کے قریب حیدرآباد پہنچے تھے یہ شاعری میں اپنے چچا مولوی عبدالعلی والہ سے تلمذ رکھتے تھے۔

عشقی ۔ غلام مصطفےٰ حیدرآبادی

عشقی کے والد کا نام منشی محمد حسین تھا۔ صاحب سخنوران چشم دیدہ کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک روز عشقی کو مشاعرۂ فیض میں دیکھا تھا۔ فارسی و اردو دونوں زبانوں میں فکر سخن کرتے تھے اور بقول یافعی مرحوم سید علی فکر سے تلمذ تھا سید افتخار علی شاہ وطن حسنی الحسینی چشتی سے بیعت کی تھی۔ عشقی کے کئی دیوان طبع ہو چکے ہیں۔

گلدستۂ فیض ۱۳۲۵ھ / ۱۳۲۶ھ سے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں ؎

بسی عشق محمدؐ سے ہمارے دل کی بستی ہے — یہ سینہ ہے مدینہ، حق کی یاں رحمت برستی ہے
شراب عشقِ احمد سے یہ حاصل مجھ کو مستی ہے — خبر یہ بھی نہیں کیا ہے عدم کیا چیز ہستی ہے
خدا کا ذکر محبوبِ خدا کا ذکر ہے بے شک — حبیبؐ حق کی جو طاعت ہے عین حق پرستی ہے
رہو ثابت قدم عشقی شریعت پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی — یہ وہ سیدھی ہے رہ جس میں بلندی ہے نہ پستی ہے

عصر ۔ میر احمد علی

عصر حیدرآبادی بیرون دروازہ علی آباد سکونت پذیر تھے۔ وہ حافظ شمس الدین فیض کے شاگرد

رشید اور اپنے وقت کے کامیاب استاد تھے۔ ان کے متعدد شاگردوں کا کلام "گلدستہ فیض" میں پابندی سے شائع ہوتا تھا۔ ڈاکٹر زور نے عصر کا سنہ وفات ۱۲۲۱ھ دیا ہے (تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص۱۳۳) مدفن تکیہ مغل فقیر میں ہے۔ ان کی پرگوئی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ غزلیات کے چار دیوان تصنیف کیے لیکن کوئی طبع نہیں ہوا۔ البتہ کچھ نعتیہ کلام ۱۳۰۹ھ میں مطبع صبغۃ اللہی رامپور سے شائع ہوا تھا۔ ایک دیوان صرف رباعیات کا تھا جس میں ایک ہزار رباعیات تھیں اتنی رباعیاں اُردو کے کسی شاعر نے نہیں لکھیں۔ ان کی ایک اور تصنیف "بوارق حقیہ" ہے جس کا مخطوطہ انھیں کا لکھا ہوا انجمن ترقی اُردو کے کتب خانۂ خاص میں ہے۔

عطاؔ - تفضل حسین جائیٹی

علمائے لکھنؤ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ تلاش معاش میں اول بھوپال گئے اور نواب جہانگیر محمد خاں کے ملازم رہے وہاں سے حیدرآباد پہنچے اور نواب سراج الملک اور نواب سالار جنگ کے زمانے میں عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گزاری۔ دارالانشا میں ملازم تھے مصنف شعرائے دکن نے لکھا ہے کہ ۱۲۷۵ھ میں وفات پائی یہی سنہ یادگار ضیغم میں بھی ہے لیکن شمع انجمن کے مصنف نے سنہ انتقال ۱۲۸۵ھ تحریر کیا ہے

عقلانؔ -

ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد میں عقلانؔ کا ایک مجموعۂ کلام ہے نذر مرحوم کا بیان ہے کہ یہ سکندر جاہ (۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۴ھ) اور ناصر الدولہ (۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ) کے عہد کے ایک درویش شاعر تھے جو فطری ذوق سخن رکھتے تھے ان کے شاگرد کثیر تعداد میں تھے مجموعۂ کلام میں قصیدے مخمس مسدس اور مختلف قسم کے ترکیب بند ہیں اشعار کی تعداد تین ہزار سے زائد ہے (تذکرۂ مخطوطات جلد چہارم ص۲۲۶)

علاجؔ - منوّر الدین

ثمر یافعی مرحوم نے علاجؔ کے نواسے عبد الحکیم کے حوالے سے ان کی تاریخ وفات ۱۲ محرم ۱۳۱۶ھ درج کی ہے۔ (حاشیہ عروس الاذکار)

غلامیؔ - حافظ غلام محمد

حافظ غلام سرور خطیب مکہ مسجد حیدرآباد کے لڑکے اور خوش کلام خطیب تھے اپنے مکان پر

حدیث کا درس دیتے تھے خلیق اور منکسر المزاج تھے۔ مولوی محمد زماں خاں کی شہادت پر جو تحقیقاتی کمیٹی بنائی گئی تھی اس کے ایک رُکن تھے۔ ان کو چاروں سلسلوں میں اپنے والد سے شرف بعیت و خلافت حاصل تھا۔ غلاؔمی نے کہیں کہیں اپنا تخلص بتیؔ بھی لکھا ہے۔ ارشاد النبی منظوم کے ایک مخطوطے میں ایک مناجات ہے اس کا مقطع یہ ہے ؎

بتی صاحب کی برکت سے شتابی بتیؔ کا پاک تن من کر خدایا

۱۲۵۲ھ میں وفات پائی اور بودلہ صاحب کی کھڑکی کے باہر مدفون ہوئے۔ ایک مختصر سا دیوان مثنوی ارشاد النبی اور ترجمہ اُردو حصن حصین یادگار ہیں۔ ان میں سے کوئی کتاب چھپی نہیں۔

فہرست کتب خانہ سالار جنگ کے مرتب نے غلاؔمی کی دو مزید کتابوں کی نشان دہی کی ہے ایک "مثنوی در فوائد بسم اللہ"۔ دوسری "رسالہ فقہ نثر" ممکن ہے موخر الذکر رسالہ "حصن حصین" کا ترجمہ ہو۔

غوؔر۔ خواجہ محمود

مثنوی خاں کہلاتے تھے والد کا نام خواجہ ہاشم تھا۔ عربی و فارسی کی استعداد معقول تھی۔ مثنوی مولانا رومؒ کو ایسی خوش الحانی سے پڑھتے تھے کہ سامعین تڑپ اُٹھتے تھے۔ ۱۳۰۳ھ کے قریب وفات پائی (سخنوران چشم دیدہ ص۹) ۱۲۵۰ھ میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے ان کے جد اعلیٰ خواجہ عطاء اللہ خاں سکندر جاہ کے زمانے میں بخارا سے حیدر آباد وارد ہوئے اور خطاب و منصب پایا۔ غوؔر کو خواجہ جمال الدین محلّب سے شرف بعیت حاصل تھا۔ ہر جمعرات کی سہ پہر کو اکبر یار جنگ کے مکان میں مثنوی خوانی کرتے تھے۔ نیک روبہ۔ خوش خلق۔ مہذب اور شب بیدار تھے۔ خواجہ ہاشم ثانی اور خواجہ مسعود دو صاحبزادے ہیں۔ (تزک محبوبیہ دوم دفتر چہارم ص۲۱)

فاضؔل۔ رائے جوالا پرشاد

فاضؔل حیدر آباد کے باشندے تھے اور توشک خانہ سرکار نظام کے مہتمم تھے۔ والد کا نام رائے موہن لال تھا۔ عروس الاذکار کے دونوں نسخے اُن کے اُردو کلام سے خالی ہیں۔ اگست ۱۸۸۳ء کے ایک گلدستے میں فاضؔل کی فارسی غزل شائع ہوئی ہے اس کے چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں ؎

نقاب از چہرۂ پر نور آں گلگوں قبا بکشا در اُمید بر اُمید واراں اے صبا بکشا

گرہ از کار بستہ اے نگار۔ مہ لقا بکشا | پئے دل بستگیٔ عاشقاں بند قبا بکشا
دعائے فاضل است این بہر شہ سلطان و دستورش | در فضل و کرامات خود اے مشکل کشا بکشا

فرقؔ ۔ میر قادر حسین خاں

ابن میر مجید اللہ خاں ابن میر عبد الرحمان خاں ۱۲۵۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱۳ھ میں انتقال کیا۔ غزل۔ رباعی۔ قطعات نویسی۔ تضمین وغیرہ تمام اصناف سخن میں کامل تھے (تزک محبوبیہ جلد دوم ص ۱۳۹)

فکرؔ ۔ سید علی

اصل نام محمد باقر تھا۔ رضوی خاندان کے فرد اور میر محمد حسین کان پوری کے لڑکے اپنے وقت کے مشہور شاعر تھے۔ مثنوی معراج الاشعار تذکرہ شہدا فارسی، روضۂ رضواں اور ایک اُردو دیوان یادگار ہیں۔ (تزک محبوبیہ دفتر ہفتم ص ۱۳۱) ۱۳۱۲ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

فوقؔ ۔ عبد المجید

فوقؔ کی بابت عروس الاذکار کے نسخہ (ب) میں یہ الفاظ ہیں۔

"علاقہ ملازمت در سرکار نواب وقار الامراء بہادر می دارد متوطن ضلع کونگیر مقیم بلدہ در احاطہ مسجد جامع سکونت پذیر است"

فیاضؔ ۔ میر سجاد حسین

گلزار سخن مرتبہ عبد القادر مہر سقاف میں ان کی وہ غزل مکمل شائع ہو چکی ہے جس کا مقطع تذکرے میں درج ہے اس غزل کا مطلع یہ ہے ؎

عیاں خورشید سا ہے دونوں عالم سے نہاں ہو کر
نشاں ذروں سے دکھلاتا ہے اپنا بے نشاں ہو کر

فیاضؔ ۔ فیاض الدین خاں

فیاضؔ کا سنہ ولادت ۱۲۵۰ھ ہے نوائط برادری کے ایک معزز رکن اور حیدر آباد کے معتبر رئیس تھے۔ مدرستہ العلوم حیدر آباد میں علوم متداولہ کی تکمیل کی تھی ہر جمعہ کو سخن سنج و سخن فہم اصحاب کو مدعو کرتے تھے ۱۳۲۸ھ میں بعمر ۷۸ سال وفات پائی قواعد کلیہ (ریاضی) عزائب حسابی قطاع تشریح المساحت۔ کنز اللطائف ترجمہ رباعیات عمر خیام بلغت اُردو۔ دیوان یادگار ہیں تین لڑکے تھے۔ عزیز الدین خاں عزیزؔ۔

رحیم الدین خاں رحیم اور محمد کریم الدین خاں کریم ۔

فیض ۔ میر شمس الدین

بقول عبدالجبار خاں آصفی ان کا سنہ پیدائش ۱۱۹۵ھ اور مقام پیدائش ایلچپور ہے ۔ فیض کی تصنیفات بہت ہیں ۔ چند نام یہ ہیں ۔ مرقع فیض ۔ شمع فیض ، مرصع فیض ۔ خزائن الامثال ، فیض جاری ، طریق الفیض ، شمس النحو ۔ شمس الصرف ۔ رسالہ ناسخ و منسوخ ۔ شرح کلمۃ الحق ۔ شرح عروض و قافیہ ، مفید الاحکام ۔ شرح الفیض ۔ اعمال معمّا ۔ ان میں سے بعض کتابیں طبع ہو چکی ہیں فیض کو تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا ۔ دیوان میں سینکڑوں تاریخیں موجود ہیں ۔

قادر ۔ نور الحسین

مولوی نور الاصفیا کے خلفِ سعید تھے جن کے حالات اسی تذکرے میں موجود ہیں ۔ تاریخ گوئی میں خاص ملکہ رکھتے تھے ۔ امیر الامرا منیر الملک بہادر کی وفات کا قطعہ تاریخ گلزار آصفیہ کے ص ۱۳۱ میں درج ہے

قاضی ۔ قاضی احمد علی

خلف غلام نبی شاہ صدیقی القادری کمل پوش اچھے تاریخ گو تھے ۔ نواب صولت جنگ کے دیوان موسومہ نزہ روح مطبوعہ ۱۳۱۴ھ میں ان کا ایک قطعۂ تاریخ چھپا ہے اس قطعے میں ۲۰ مصرعے ہیں اور ہر ایک مصرعے سے جدا جدا ۱۳۱۴ھ برآمد ہوتے ہیں اس کے علاوہ حروف مہملہ و حروف منقوطہ میں بھی دو قطعات ہیں ایک قطعے میں ۲۵ اشعار ہیں آخری شعر یہ ہے ؎

وصف ہے اظہر من الشمس اس کا یہ تاریخ ہے ۔۔۔ مطلع شمس عطا دیوان صولت جنگ ہے
۱۳۱۴ھ

قاضی نے ایک رسالہ سماعت کے نام سے بھی لکھا تھا اس میں بصارت و سماعت کا تقابل تھا قاضی صاحب کے لڑکے محمد عبد الرزاق مفتی تخلص کرتے تھے ۔ ماشاء اللہ باپ قاضی بیٹا مفتی ۔ ایں خانہ تمام آفتاب است ۔

عزیزی محسن سروری کا بیان ہے کہ ۔

صولت جنگ عابد تخلص کرتے تھے اور ان کا نام میر عابد علی خاں تھا ۔ ان کے بیٹے انتخاب جنگ ۲۰، ۲۵ سال قبل تک زندہ تھے ۔ اس وقت حیدر آباد کے مشہور اردو اخبار "سیاست" کے مدیر و مالک میر عابد علی خاں انھیں صولت جنگ عابد کے پوتے اور انتخاب جنگ کے بیٹے ہیں زمانہ طالب علمی میں جب شعر کہتے تھے تو صولت تخلص کرتے تھے ۔

قصد - حسن مرزا

قصد کے والد کا نام جناب الدولہ حکیم سلطان مرزا اور دادا کا نام مرزا برہان بگ تھا۔ نوّر مرحوم نے یادگار ضیغم کے حوالے سے قصد کا سنہ وفات ۱۲۹۰ھ دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں دراصل ان کا انتقال ۱۲۸۲ھ میں ہوا میر شمس الدین فیض نے دو قطعات تاریخ وفات لکھے ہیں جو ان کے دیوان مطبوعہ میں موجود ہیں ۔

چو عزم آں قصد در دار ابقا کرد — ازیں دار فنا حسب مشیت
رقم زد فیض تاریخ وفاتش — حسن مرزا بشد مالوف جنت
۱۲۸۲ھ

مشفق و مہرباں حسن مرزا — چوں ازیں کارگاہ رحلت کرد
فیض تاریخ انتقالش گفت — قصد مرحوم عزم جنت کرد
۱۲۸۲ھ

قمر - میر بندہ حسن لکھنوی

اشارات بینش کے مصنف کا بیان ہے کہ میر بندہ حسن لکھنؤ کے باشندے تھے راجہ چندولال کے زمانے میں حیدرآباد آئے اور زمرۂ شعرا میں ملازم ہوئے۔ میر مہدی ثاقب مدراسی نے حیدرآباد میں ان سے دیوان ظہوری پڑھا تھا اور کچھ اور کتابیں بھی نکالی تھیں ۔

قمر پختہ کار شاعر اور قابل و لائق فرد تھے ۔ راجہ چندولال نے داد و دہش سے دست کشی کی تو ان کو تکلیف کا سامنا ہوا! آخر نواب اعظم رغوث محمد خاں والیٔ ارکاٹ کی مدح میں ایک طویل قصیدہ فارسی زبان میں لکھ کر بھیجا جس میں اپنی مفلوک الحالی اور اشتیاق قدم بوسی کا اظہار تھا ابھی کرناٹک جانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ انتقال ہو گیا۔ صحیح سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا مصنف کا بیان ہے کہ قمر کے انتقال کے چھ ماہ بعد جب میں حیدرآباد گیا اور مخلص احباب کی مجلس میں شعر خوانی کا چرچا ہوا تو قمر کی وفات کا ذکر بھی آیا اور میں نے ان کے مزار پہ جو دائرہ میر مومن میں ہے فاتحہ خوانی کی ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز اپنے ایک دوست سے ضروریات کے لیے دو روپے قرض لے کر گوشۂ دامن میں باندھ لیے لیکن گرہ راہ میں کھل گئی اور روپے گر پڑے مرحوم نے ایک رباعی لکھ کر دل کا غبار نکالا ؎

ناخوش ز قمر، سپہر و انجم گردید ۔۔۔ در انجمنش فغاں ، ترنم گردید
کردم چو دعا کہ عقدہ ام بکشاید ۔۔۔ واشد گرہ کینہ و زر گم گردید

قیاس یہ ہے کہ قمر ۱۲۵۲ھ اور ۱۲۶۵ھ کے درمیان فوت ہوئے کیونکہ ایک بیاض میں جو کتب خانہ خاص میں موجود ہے ۱۲۵۰ھ میں وہ قبلہ میر بندہ حسن لکھے گئے ہیں اور صاحب اشارات بینش نے ۱۲۶۵ھ میں انہیں مرحوم لکھا ہے۔ بیاض مذکور میں ان کی ایک غزل درج ہے یہ غزل ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ کو بادشاہ نام کے کسی بزرگ کی فرمائش پر لکھی تھی۔ غزل یہ ہے ؎

خوں میرا لگائے جو وہ مے نوش بر انگشت ۔۔۔ ہو کیوں نہ حنا غم سے سیہ پوش بر انگشت
غم کھائیے دلبر کا کہ راحت ہو رواں کو ۔۔۔ ہے قشتر زنبور کی یہاں نوش بر انگشت
اس مرکے جو غم میں مرے نالے کی ہے دستک ۔۔۔ دکھتا ہے سدا پیر فلک گوش بر انگشت
ہونٹوں پہ ہے دم ہاتھ سے اس شخص کے پہنچا ۔۔۔ ساعد پہ فدا صبر ہوا ، ہوش بر انگشت
مانند کماں شوق سر تیر جفا سے ۔۔۔ ہر زخم جگر رکھتا ہے آغوش بر انگشت
حیرت ہے مجھے دار نے کس طرح سنبھالا ۔۔۔ منصور کا وہ بار تن و توش بر انگشت
انگشت نما ہوگا مہ عید یہ دیکھو ۔۔۔ لیتا ہے مرے مہ کی بنا گوش بر انگشت
صد چاک سر زلف ستمگار سے ہو کر ۔۔۔ شانے کی طرح دل نے لیا دوش بر انگشت
گر سینہ ، سر پنجہ خراشم ز تف دل ۔۔۔ ہر ناخن من خوں بزند جوش بر انگشت

تسبیح تو شب کی گئی، تاروں کو قمر سے
گنواتا ہے وہ وعدہ فراموش بر انگشت

قمر - قمر الدین خاں حیدر آبادی

ولد شمس الدین خاں ساکن سرنگ پٹن میسور علم رمل و نجوم و صرف و نحو معقول و منقول میں بڑی مہارت تھی ۔ ان علوم میں ان کے بہت سے شاگرد تھے۔ مہاراجہ چندو لال کے دربار میں خاص عزت حاصل تھی (گلزار آصفیہ) ۱۲۷۰ھ میں وفات پائی ۔ مرقع فیض میں یہ قطعہ تاریخ موجود ہے ؎

آں قرب معدل و لا فیض ۔۔۔ سیار بسمت آں جہاں شد

تاریخ وفاتش آسماں گفت — در زیر زمیں قمر نہاں شد

(تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۲) میں قمر کا سنہ وفات ۱۲۷۰ھ غلط درج ہوا ہے۔

قنبر۔

اس تخلص کے کسی شاعر کا ایک قصیدہ کتب خانہ سالار جنگ کی بیاض ۱۴۷ میں ہے شاید وہ انھیں کا ہو۔ یہ قصیدہ کسی عورت کی تعریف میں ہے۔ آخری اشعار یہ ہیں جس سے ممدوح کا صنف نازک ہونا ثابت ہے ؎

جب تلک دنیا ہے قائم یا الہ العالمیں — دوست خوش ہوں آپ کے۔ دشمن رہیں ذلت شعار
عائشۂ صدیقہ لطف و کرم تم پہ کریں — فاطمۂ زہرا کے آگے آپ ہوویں نامدار
شکر تیری ہے بہت لیکن نہ کر طولِ سخن — بس دعا میری کر قصیدہ ختم قنبر جاں نثار

قیس۔ محمد صدیق

مولف محبوب الزمن کی تحقیق کے مطابق یہ حیدر آباد کے باشندے تھے ان کے بزرگ سرکار نظام میں وقائع نگاری پہ مامور رہے۔ چنانچہ ان کے نانا محمد عاقل خاں نائک سربراہ مخبرین تھے قیس نے بقدر ضرورت فارسی و عربی حاصل کرنے کے بعد وقائع نگاری شروع کی۔ شاعری میں شیر محمد خاں ایمان سے اصلاح لی چندو لال کی سرکار سے دو روپیہ یومیہ پاتے تھے اور اتنی ہی رقم نواب شمس الامرا کی سرکار سے ملتی تھی۔ انشا و رنگین کے معاصر اور ریختی میں ان کے ہمنوا تھے ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی (محبوب الزمن ص ۹۴۲) دو دیوان یادگار چھوڑے جن میں ایک اردو کا ہے انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں قیس کے دیوان کے دو نسخے ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ ایسا بھی ہے جس کے آخر میں ریختی کی چند غزلوں کے علاوہ وہ قصائد بھی ہیں جو قیس نے مہاراجہ چندو لال اور شمس الامرا کی تعریف میں لکھے تھے۔ شاید وہ سید غلام علی شاہ سے ارادت رکھتے تھے کیونکہ ایک قصیدہ ان کی تعریف میں بھی ہے

قیصر حیدر آبادی

مصنف کی مراد شاید تراب علی خاں حیدر آبادی سے ہے جو نواب بہبود علی خاں فتحیاب جنگ کے لڑکے تھے خاندانی سلسلہ مہاراجہ چندو لال شاداں پر منتہی ہوتا ہے ۱۲۷۵ھ میں

پیدا ہوئے۔ عربی فارسی میں اچھی دستگاہ تھی۔ شاعری میں سید احمد علی عصر سے تلمذ تھا۔
(تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر اول ص۱۴۵)

کاشف ۔ سید باقر موسوی

میر محمد حسن خاں کے پوتے اور سید علی حسن اشک لکھنوی کے شاگرد تھے۔ اپنے استاد کے دیوان دوم موسومہ "معیار نظم" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں

"چنانچہ ہمارے استاد مرحوم و مغفور نے اس دولت لا انتہا سے ۱۳۱۱ھ میں بہرہ ور اور منتفع ہو گئے تھے اس لئے ہر ایک کے منظور نظر اور مقبول بصر تھے۔" یہ عبارت ان کے تلمذ کی تصدیق کرتی ہے۔

کرار ۔ حیدر حسین حیدر آبادی

کرار کا ایک مجموعہ کلام "قانونچہ حیدر حسین کرار" کے نام سے ۱۳۰۱ھ میں مطبع محبوب دکن حیدر آباد سے شائع ہوا تھا اس میں متعدد رباعیاں ۔ دو مثلث اور چند قصائد ہیں۔ عروس الاذکار میں جس غزل کے دو شعر درج ہیں وہ بھی اس میں موجود ہے۔ ۱۳۱۱ھ تک حیات تھے اور مشاعرہ ہائے فیض میں شریک ہوتے تھے۔ اگست ۱۸۹۳ء کے ایک گلدستے میں ان کے شاگرد جہانگیر پرشاد شاد کی غزل شائع ہوئی ہے۔

کمتر شاہ

کمتر شاہ ابتدا میں نواب احمد خاں طالب جنگ والی فرخ آباد کی سرکار میں ملازم رہے ان کی وفات کے بعد درویشی اختیار کر لی اور لکھنؤ جا کر خواجہ احسن اللہ دہلوی سے جو خواجہ کمھاری کے فرزندوں میں تھے بیعت کی لکھنؤ سے حیدر آباد چلے گئے۔ یہ تحقیق کرنا مشکل ہے کہ کمتر حیدر آباد کس سنہ میں پہنچے لیکن ان کی تصنیف "داستان نظام علی خاں" سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نواب مذکور (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ) کے زمانے میں حیدر آباد میں موجود تھے۔ کمتر کے اخلاق و آداب کے بارے میں مصنف محبوب الزمن لکھتے ہیں :

> "خوش اخلاق و خوش اشفاق تھے شہر حیدر آباد کے امرا و فقرا آپ کو چاہتے تھے جب کبھی کسی کے گھر آنکلتے تو صاحب خانہ آپ کو چار روز مہمان رکھتا تھا" ص۹۴۸

ایک کلیات یادگار چھوڑ کر بقول مصنف محبوب الزمن ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

گرم ۔ میر شجاعت علی

گرم کا سال وفات ۱۲۹۰ھ ہے (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۳) عروس الاذکار میں ان کے منتخب کلام کے ابتدائی تین ۳ شعر جس غزل سے لئے گئے ہیں اس کے باقی اشعار ایک بیاض سے نقل کئے جاتے ہیں یہ بیاض کتب خانہ خاص میں ہے ؎

شب کو نوحہ تھا یہاں کس بیکس مجبور کا — شور تھا خوابیدگانِ محشر مشہور کا

دل رہے محو شہادت کیوں نہ ہر مخمور کا — فرق سجدے میں لہے ہے خوشۂ انگور کا

خوں فشاں رہتا ہے زخم اپنے تن رنجور کا — طور برگ گل ہے پھاہا مرہم کافور کا

بعد مردن داغ تازہ ہے دلِ رنجور کا — نکہت گل ہے دھواں اپنے چراغ گور کا

لذت سیب زنخداں دل میں گھر کرنے لگی — صورت چاہِ ذقن ہے منہ ہر اک ناسور کا

کوششِ اہلِ مشقت ہے تفاخر کا سبب — تن پسینے سے جواہر پوش ہے مزدور کا

بادہ کش خواب سیہ مستی سے چونک اٹھتے ہیں کیوں — غلغلہ ہے قلقل مینا میں بانگِ صور کا

لائق ۔ بدرالدین خاں

لائق تخلص امیرالدولہ بدرالدین خاں کا تھا جو شاہ غلام علی فرزند شاہ موسیٰ قادری سے بیعت کرنے اور خلافت پانے کے بعد ترک لباس کر کے گوشہ گیر ہو گئے تھے (گلزار آصفیہ ص ۱۹۴) ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد انھوں نے اپنا نام اسد اللہ شاہ رکھ لیا ہو۔ ان کے والد محمد طاہر خاں شہامت جنگ میر نظام علی خاں آصف جاہ کے کوکہ تھے۔ لائق اعظم الملک محمد عظیم خاں کے انتقال کے بعد سکندر جاہ کے عہد حکومت میں جواہر خانہ خاص کی موروثی خدمت کے سوا خانسامانی پر فائز ہوئے۔ شاہی تقاریب اور شادی بیاہ کے موقع پر تمام انتظام انہیں کے سپرد ہوتا تھا۔ ۱۲۶۹ھ میں انتقال کیا (دکن میں اردو ص ۲۴۳) اور اپنے بنائے ہوئے مقبرے میں بامقابل روضۂ شاہ غلام علی مدفون ہوئے امیرالدولہ ثانی ان کی یادگار رہیں لائق کا مکمل دیوان اور ایک اور تصنیف "مناقب الثقلین" کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ میں ہیں۔

لطف ۔ مرزا علی

داستان ادب حیدرآباد کے مصنف ڈاکٹر زورؔ کا بیان ہے کہ مرزا علی لطفؔ، ارسطو جاہ کے دور میں حیدرآباد فرخندہ بنیاد آئے تھے اور ان کے مصاحب بن گئے تھے دربار شاہی سے انہیں چار سو روپے مشاہرہ ملتا تھا اور ایک پالکی عنایت ہوئی تھی آصف جاہ ثانی اور ارسطو جاہ کی تعریف میں لطفؔ نے قصیدے بھی لکھے اور انعام و اکرام سے سرفراز ہوئے۔ ان کے دو بھائی حیدرآباد میں تھے۔ ان کے نام مرزا علی رضا اور حاجی مرزا خاں تھے اور مشہور سوز خاں کہے جاتے تھے (ص۵۳) لطفؔ کے والد کا نام کاظم بیگ ہجریؔ استر آبادی تھا گلشن بیخار میں انہیں میر تقیؔ کا شاگرد لکھا گیا ہے لیکن لطفؔ خود کو بھی شاعر قرار دیتے تھے فارسی میں اپنے والد سے تلمذ تھا گلزار آصفیہ میں لطفؔ کے انتقال کا سنہ ۱۲۲۸ھ لکھا ہے (ص۱۲۵) لیکن عبدالجبار خاں ۱۲۴۸ھ بتاتے ہیں یہی سنہ یادگار ضیغم میں بھی ہے۔ لطفؔ نے شعرائے اُردو کا تذکرہ گلشن ہند کے نام سے لکھا ہے جس میں شعرائکے حالات اُردو نثر میں ہیں۔ یہ تذکرہ چھپ چکا ہے اس کے کئی مخطوطے انجمن ترقی اُردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں ہیں۔ ہر مخطوطے کے آخر میں لطفؔ نے اپنا اس قدر کلام نقل کر دیا ہے کہ ایک دیوان کا درجہ رکھتا ہے۔ چند منتخب شعر یہاں لکھے جاتے ہیں ؎

ہو گئی زنجیر پا اپنی وہ زلف پر شکن ۔۔۔ ورنہ دل تجھ سے کو دیتا کیا کوئی دیوانہ تھا

ساقی لگا دے خم مرے منہ سے کہ بار بار ۔۔۔ احسان کون کھینچے سبو اور ایاغ کا

ایک دن حال دلِ زار نہ دیکھا نہ سُنا ۔۔۔ سچ تو یہ تجھ سا بھی دلدار نہ دیکھا نہ سُنا

مائلؔ ۔ ڈاکٹر احمد حسین خاں

۱۲۷۴ھ میں بمقام مدراس پیدا ہوئے میر مہدی ثاقبؔ سے فارسی حاصل کی سنہ ۱۲۹۲ھ میں ڈاکٹری کی سند لی آغا داؤد ابو العلائی سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ بڑے کثیر الاحباب ہمدرد اور یار باش انسان تھے پنشن پانے کے بعد مستقل طور پر حیدرآباد میں رہنے لگے تھے ۲۲ رمضان ۱۳۳۲ھ کو بعارضہ فالج وفات پائی ظہور نور اور نور ظہور کے نام سے دو نعتیہ دیوان تصنیف کیے اور ایک دیوان "تحفہ دکن" تغزل میں لکھا۔ ایک دیوان "زمزمۂ ہند و دکن" کے نام سے سنہ ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوا تھا۔ کلام میں پاکیزگی اور روانی کے ساتھ لطف زبان اور ندرت بیان بھی ہے دولڑکے

یادگار ہیں جن کے نام مبارک احمد فاروقی اور جمال الدین احمد فاروقی ہیں۔

متین ۔ غلام محی الدین خاں

نواب شمس الامرا کے مطبع میں جو کتابیں چھپتی تھیں ان کی تالیف تصحیح اور ترجمہ میں مدد دیتے تھے ۱۲۸۳ھ میں وفات پائی۔ حافظ شمس الدین فیض نے یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے ؎

آں غلام محی الدین اے فیض   کرد چوں قصد سیر خلد بریں

پئے تاریخ قطع کن سر آہ   حیف صد حیف مُرد مرد متیں
۱۲۸۳ھ

متین کی ایک بیاض ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد میں ہے جس میں غزلیات کے علاوہ متعدد قطعات تاریخ اور قصائد بھی ہیں (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص ۳۲) ان کا ایک قطعہ تاریخ فارسی "کلیات باقی" میں ہے جو مختار الملک کے لڑکے کی پیدائش سے متعلق ہے ؎

حق کرد عنایت خلف باحشمت   مختار الملک دکن وخوش قسمت

پیر خرد از متین اخلاص شعار   تاریخ بیاں کرد "ارسطو رتبت"
۱۲۷۰ھ

مرد ۔ فیاض الدین

قوم کے سید، قاضیاں قصبہ بداپور کے ایک رکن اور سرکار نظام کے محکمہ تقسیم محلات میں منشی تھے فحش گوئی میں ید طولیٰ رکھتے تھے عروس الاذکار کا منتخب شعر ان کی اُفتاد طبع کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ مرد نے اپنا دیوان ۱۲۸۳ھ میں مکمل کر لیا تھا یہ مخطوطہ کتب خانہ خاص میں ہے تکمیل کے قطعات تاریخ مرد نے خود لکھے ہیں ایک اُردو میں ہے دوسرا فارسی میں۔ اُردو کا قطعہ ان کے دیگر کلام کی طرح فحش ہے۔ فارسی کا قطعہ یہاں درج کیا جاتا ہے اس میں بھی چوتھے مصرعے کا دوسرا لفظ فحش تھا جس کے اجزائے ترکیبی کو مقدم موخر کر کے ہم نے توشہ بنا دیا ہے قطعہ یہ ہے ؎

خوشا یافت ترتیب دیوان مرد   دہد (عاشقاں را) بشارات عیش

کہ تاریخ آں خامہ ام زد رقم   مقالات توشہ؛ اشارات عیش
۱۲۸۳ھ   ۱۲۸۳ھ

معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تخلص بیباک بھی تھا کیونکہ دیوان بیباک کی دو غزلوں کے مقطعوں میں جو سلسلہ سے خارج نہیں ہیں مرد تخلص بھی نظم ہوا ہے۔

مزاج۔ حکیم مظفر الدین

۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی اور طب میں کمال حاصل تھا۔ نواب خورشید جاہ بہادر کے خاندانی طبیب تھے۔ ۱۲؍ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مزاج کے ایک لڑکے حکیم منور الدین خاں تھے جو علاج مخلص کرتے تھے۔ ان کا انتقال والد کی حیات میں ہو گیا تھا۔ مزاج کے دو دیوان قلمی ادارۂ ادبیات اُردو میں ہیں (تذکرہ مخطوطات جلد اول ص ۳۵۵-۳۵۹)

مست۔ مولوی فضل رسول بدایونی

مولوی شاہ عبدالمجید قادری عثمانی کے خلف سعید و سجادہ نشین تھے۔ سنہ پیدائش ۱۲۱۳ھ ہے علوم درسیہ کی تکمیل مولوی نور الحق فرنگی محلی اور دیگر اساتذہ سے کی علم حدیث کی سند مولوی شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے پائی اور سلوک وعرفان میں اپنے دادا سے مستفید ہو کر خرقۂ خلافت قادریہ حاصل کیا حرمین شریفین کو کئی بار تشریف لے گئے اور بکمال جذب و شوق بغداد جا کر مولانا سید علی سجادہ نشین حضرت غوث الاعظمؒ سے فیوض باطنی اخذ کیے۔ تمام عمر درس و تدریس اور مریدوں کی ہدایت و ارشاد میں گذاری۔ مولوی فیض احمد بدایونی۔ مولوی سخاوت علی۔ مفتی اسد اللہ شاہ احمد سعید، مولوی عنایت رسول مولوی سید اشرف علی نقوی آپ کے مشہور تلامذہ میں۔ ۳؍ جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ کو رحلت کی اور بدایوں میں دفن ہوئے۔ آل محمد مارہروی نے تاریخ وفات لکھی جو ان کے آئینۂ تواریخ میں چھپی ہے ؎

جناب مولوی فضل رسول آہ — سوئے دار بقا شد زیں جہاں ہائے
کراز زیر زمیں پنہاں نمودی — چہ کردی ظلم و جور اے آسماں ہائے
بعہدِ خویش در علم و عمل بود — وحید العصر، یکتائے زماں ہائے
پئے سالِ وفات آلِ محمد — رقم کردم "شہورِ جانستاں ہائے"

بوارق محمدیہ، تصحیح المسائل، سیف الجبار، مستند معتقد، احقاق الحق، شرح فصوص، شرح عوارف آپ کی تصانیف ہیں (برکات الاولیا ص ۲۰۰) ایک منظم مولود بھی تصنیف کیا تھا جو رفیق یاور الدولہ ریاست علی خاں خلف الصدق نواب سرفراز الدولہ بہادر کی درخواست و فرمائش پر ۱۲۹۲ھ میں مطبع سرکار عالی حیدر آباد میں چھپا تھا اس مولود کے آخر

میں مصنف کے متعدد قصائد بھی ہیں ایک نسخہ انجمن ترقی اردو کے کتب خانۂ خاص میں موجود ہے۔
مولانا مست کے صاحبزادے کا نام مولوی عبدالقادر تھا یہ مولانا فضل الحق خیرآبادی کے فیض یافتہ اور اپنے والد ماجد کے خلیفۂ مجاز تھے۔ ۱۷ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ کو وفات پائی ۔

مست ۔ رتن لال

مست کے اسلاف شمالی ہند کے باشندے تھے اور ارکاٹ میں آبسے تھے۔ ان کے والد چنّی لال جوانی کے زمانے میں حیدر علی و نظام حیدرآباد کی جنگ کے بعد حیدرآباد چلے آئے اور دربار نظام سے رائے کا خطاب پایا۔ راجہ تیج ونت اور راجہ چندو لال کے متوسلین میں شامل رہے۔ رتن لال کی پیدائش ۱۲۲۲ھ میں ہوئی۔ حافظ شمس الدین فیض سے تعلیم پائی شاعری میں بھی انہیں سے استفادہ کیا۔ فریدالدین خاں آفاق کے توسل سے شمس الامرا تک پہنچے ۔ اور دارالترجمہ میں کام کرنے لگے۔ وفات کا سنہ تحقیق نہ ہو سکا۔ عمدۃ التواریخ ان کی ایک اچھی تصنیف ہے۔ ترجمہ کی ہوئی کتابوں میں رسال علم و اعمال کرہ، منتخب البصر، کے نام معلوم ہو سکے ہیں آخری کتاب ۱۲۵۵ھ میں مرتب ہوئی اور ۱۲۵۶ھ میں شمس الامرا کے چھاپے خانے میں چھپی۔ اس کا ایک نسخہ لیاقت نیشنل میوزیم میں ہے۔

مست ۔ حسین محی الدین خاں

محمد یوسف خاں کے لڑکے تھے سید دین محمد کرمانی سے ضروری تعلیم حاصل کی تھی شعر گوئی میں عزیز الدین دید سے تلمذ تھا حکومت برطانیہ کے ملازم رہے حکومت کی طرف سے صوبہ داری کے سوا پالکی بھی عطا ہوئی تھی اپنے سربراہ کے ہمراہ ایران گئے تھے اور فتح علی شاہ قاچار والی ایران کی پیش گاہ سے "خاں" کا خطاب حاصل کیا تھا۔ فارسی خوب لکھتے تھے (اشارات بینش ص۱۶۵) ان کی ایک اردو غزل گلزار سخن مرتبہ عبدالقادر مہر سقاف میں شائع ہوئی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

کھل گئے زخم جگر، دل پارا پارا ہو گیا　　خندۂ آئینہ رو سے مجھ پہ کیا کیا ہو گیا

مست ۔ وزیر علی

حکیم قدرت اللہ قاسم نے شیخ وزیر علی نام لکھا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں :

"برخوردار کامگار شیخ وزیر علی مد عمرہٗ - وے جوانے است۔ ارجمند بسیار سعادتمند

صاحب حیا، نیک، باوفا، نہایت مودب ۔ بغایت مہذب ۔ شعر خود از نظر برخوردار ستودہ اطوار۔ میر عزت اللہ عشق طال عمرہٗ و زاد قدرہٗ میگذارد (مجموعہ نغز دوم ص ۱۸۳)"

طبقات الشعرا کے مصنف نے لکھا ہے کہ قریب بارہ برس سے حیدرآباد میں مقیم ہیں (ص ۳۸۵) یہ تذکرہ ۱۸۴۷ء میں مکمل ہوا اس میں سے ۱۲ سال منہا کر دیئے جائیں تو حیدرآباد پہنچنے کا سنہ ۱۸۳۵ء ہوتا ہے جو ۱۲۵۱ھ کے مطابق ہے لیکن ڈاکٹر زور نے تاریخ ادب حیدرآباد میں لکھا ہے کہ ۱۲۲۹ھ میں حیدرآباد آیا۔ چندولال کے یہاں سے دو روپیہ یومیہ مقرر ہوا اور زمرۂ شعراء میں شامل ہوا (ص ۱) چندولال کی وزارت کا زمانہ ۱۲۲۴ھ سے ۱۲۵۹ھ تک ہے اس لئے ۱۲۲۹ھ میں مسرت ان کے درباری شعرا میں شامل نہیں ہو سکتے ممکن ہے یہ ۱۲۴۹ھ ہو۔

مسکین ۔ محمد مہدی واصف

عارف الدین خاں رونق فاروقی برہان پوری کے لڑکے ۱۲۱۷ھ میں بمقام مدراس پیدا ہوئے عربی و فارسی کی تحصیل علمائے مدراس سے کی شاعری میں اپنے والد سے استفادہ کیا۔ مولوی تراب علی نامی خیرآبادی کے توسل سے ایسٹ انڈیا کمپنی میں نووارد انگریزوں کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ سترہ سال ملازمت کر کے سبکدوش ہوئے تو درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام کرتے رہے ۱۲۷۰ھ میں حیدرآباد دکن گئے اور نواب سالار جنگ کے ممنون احسان ہوئے یہیں ۱۲۹۲ھ میں وفات پائی ۔ مسکین کثیر التصانیف اور اردو فارسی دونوں زبانوں میں قادر الکلام تھے۔ ترجمہ کیمیائے سعادت کے دیباچہ میں مسکین نے خود کو نواب غوث محمد خاں بہادر رئیس ارکاٹ کا نمکخوار اور سیاہ الملک مولوی عبدالوہاب و قاضی الملک مولوی صبغۃ اللہ کا شاگرد لکھا ہے ۔ یہ کتاب ۱۲۶۹ھ میں مطبع حیدری مدراس میں چھپی تھی ۔ آخر میں واصف تخلص کرتے تھے ۔

دلیل ساطع، دلیل الشعرا، گلزار عجم، مختصر برہان قاطع، املا نامہ واصفی۔ تذکرہ معدن الجواہر ترجمہ در مختار۔ ترجمہ آداب الصالحین۔ خلاصۃ التکمیل، تحسین اخلاق، مطلوب الاطبا وغیرہ ان سے یادگار ہیں۔

مشتاق ۔ عبیدالرحمٰن

والد کا نام اللہ بخش تھا جو اورنگ آبادی سلطان محمد لوہی کہلاتے تھے ۔ مشتاق نے شیخ سعدی کی

حکایات بوستان کا ترجمہ نظم میں کیا تھا اس ترجمے کا نام بوستان ہند تھا۔ اس کے علاوہ آداب النساء، کتاب النساء اور گلدستہ مشتاق بھی ان کی تصنیفات ہیں پہلی دو کتابیں متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہیں۔ مطبع سلیمانی دیلور کے مالک تھے۔

مشتاق - حافظ تاج الدین

عمدہ منتخبہ میں لکھا ہے "قوم بنی اسرائیل بہ سبب مرض آبلہ در طفلی از حلیۂ بصارت عاطل چونکہ طبع موزوں داشت شعر ریختہ می گوید ؎

شب فراق کی وحشت سے خواب بھاگے ہے　　پلنگ پلنگ ہے اور بان بان لاگے ہے"

میرٹھ کے باشندے تھے وطن سے نکل کر دہلی گئے اور اس وقت کے علما سے کتب درسیہ پڑھیں۔ دلّی سے لکھنؤ پہنچے اور وہاں کے شعر و سخن کے ہنگاموں میں حصہ لیا۔ گلزار آصفیہ میں ہے کہ ہندوستان سے وارد حیدر آباد ہوئے اور ماہ لقا بائی چندا کے پاس قیام کیا پھر مہاراجہ چندو لال کے مصاحب ہوئے اور دو سو روپے ماہانہ تنخواہ پائی (ص۵۵۶) محی الدین عشق و مبتلا میرٹھی نے تذکرۂ طبقات سخن میں لکھا ہے" روزے مشتاق بہ خانہ میر تقی صاحب بنا بریں ملاقات رفتہ بود میر آں وقت غزلے طرح می کرد کہ مطلعش اینست" ؎

قتل کیئے پہ غصہ کیا ہے لاش ہماری اٹھانے دو
ہم تو اپنی جان سے گزرے آؤ تم بھی جانے دو

مشتاق نیز در ہماں مجلس بدیہۃً گفت ؎

کوہکن اور قیس کو قصے اپنے اپنے سنانے دو
ہے یہ وہی افسانۂ شیریں، ایک پری دیوانے دو

خدا جانے یہ واقعہ دہلی کا ہے یا لکھنؤ کا کیونکہ مشتاق دہلی میں بھی رہے تھے اور لکھنؤ بھی گئے تھے اور میر بھی دونوں جگہ تھے۔

عروس الاذکار کے مصنف نے مشتاق کو میر درد کا شاگرد لکھا ہے اگر وہ درد کے شاگرد ہوتے تو حکیم قدرت اللہ قاسم جو ان کے سلسلے کے شاعر تھے اور جو میخانہ درد کے ہر میخوار سے ذاتی طور پر واقفیت رکھتے تھے ان کا ذکر مجموعہ نغز میں ضرور کرتے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ درد کے نہیں محی الدین عشق و مبتلا میرٹھی

کے شاگرد تھے (یادگار شعرا) میرٹھ کے قیام کی تصدیق قدرت اللہ شوق کے تذکرے سے ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں۔

"از چندے در بلدۂ میرٹھ سکونت دارد۔ مردے قابل حافظ قرآن د نابینا اگرچہ نومشق است خاما فکر رسا دارد" (طبقات الشعرا مطبوعہ مجلس ترقی ادب ص ۳۲۳)

شوق نے ان کے دو شعر بھی دیئے ہیں ؎

سینکڑوں جسم آتی ہیں میرے تن میں تمہارے آنے سے
جتنی جائیں چاہیے لیجئے پہ نہ کہیے جانے دو

میں جو کہا جان جاناں! مشتاق بھی تم پہ مرتا ہے
کہنے لگا وہ، یاں تو ہزاروں مرتے ہیں مرجانے دو

مولوی عبدالجبار خاں کی تحقیق ہے کہ مشتاق نے تقریباً سو برس کی عمر پائی (محبوب الزمن) اور نذر مرحوم یادگار ضیغم کے حوالے سے سنہ وفات ۱۲۵۱ھ بتاتے ہیں (تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۳)

مطلب ۔ خواجہ جمال الدین

معلوم ہوتا ہے کہ مطلب نے مثنوی مولانا روم کا ایک انتخاب ۱۲۷۷ھ میں کیا تھا جس کی تکمیل کی تاریخ فیض نے اس طرح لکھی ہے ؎

چوں مثنوی انتخاب بنمود — اے فیض جمال دین حق آگاہ
تاریخ کمال او بگفتم — ایں مثنوی مطلب است باللہ
۱۲۷۷ھ

نذر مرحوم نے مطلب کا سنہ وفات ۱۲۷۵ھ کے بعد لکھا ہے (تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۴)

معروف

معروف فارسی بھی لکھتے تھے۔ گلدستہ فیض ۱۳۱۹ھ میں ان کی ایک فارسی غزل شائع ہوئی ہے جس کے عنوان میں شاگرد فیض درج ہے وہ خود بھی اسی کے دعویدار تھے ؎

جناب فیض سے معروف کو تلمذ ہے — خیال فیض کہیں دل سے دور ہوتا ہے

ان کا تعلق قادری انشطاری سلسلے سے تھا۔

معلّیٰ ۔ مولوی منظفر الدین

مولف شعرائے دکن نے ان کو تعلقہ راجورہ ضلع میدک کا باشندہ لکھا ہے لیکن ریاض معلیٰ میں ہے کہ معلّیٰ ۹ رذی قعدہ ۱۲۵۵ھ کو اپنے وطن احمد پور ضلع بیدر میں پیدا ہوئے تھے۔ والد کا نام معین الدین صدیقی تھا۔ فارسی و عربی درسیات کی تکمیل مولوی محمد زمان خاں شہید سے کی تھی حکومت نظام میں ملازم تھے اور آخر میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل ڈاک خانہ جات کے عہدے تک ترقی پا چکے تھے۔ دائرۃ المعارف اور مدرسہ نظامیہ حیدر آباد کے معتمد اعزازی کی حیثیت سے نیکنام رہے۔ ۲۶ رشوال ۱۳۳۵ھ کو وفات پائی

مرتب ریاض معلّیٰ کا بیان ہے کہ معلّیٰ نے اپنی وفات کا قطعہ خود کہا ہے جو یہ ہے ؎

اے معلّیٰ گرچہ ہوں عصیاں میں غرق رحمتِ خالق پہ تکیا ہے مرا
رب کریم اور ہیں حبیبؐ اُس کے کریم دو کریموں پر بھروسا ہے مرا
جاں نکل کر جسم سے کہتی ہے سن بخشنے والا اب اللہ ہے مرا

لیکن تیسرے شعر کے دوسرے مصرعے سے ۱۳۳۵ھ نہیں بلکہ ۱۳۲۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔ مرتب ریاض معلّیٰ نے "مرا" کو "میرا" قرار دے کر ۱۳۳۵ھ بنا دیے ہیں حالانکہ "میرا" وزن قطعہ کے خلاف ہے۔

دیوان ریاض معلّیٰ۔ ترجمہ قصیدہ بردہ شریف۔ حمایت نامۂ اسلام اور دیوان نعتیہ یادگار ہیں۔

معنیؔ ۔ وجیہ الدین خاں

ابن غلام محی الدین خاں ابن تاج الدین خاں قوم نوائط تانتی لقب۔ نواب سکندر جاہ۔ (۱۲۱۸ھ ۔ ۱۲۴۴ھ) کی طلب پر حیدر آباد آئے ارسطو جاہ وزیر اعظم نے تلوار اور معاش سے سرفراز فرمایا۔ فارسی نظم و نثر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ صلوٰۃ النجات۔ جدید التواریخ اور افادہ معنی کے مصنف ہیں۔

جدید التواریخ کے ہر جملے سے نواب سرسالار جنگ وزیر اعظم دکن کی وزارت اور عطائے خلعت کا سنہ برآمد ہوتا ہے۔ تاریخ النوائط میں معنیؔ کا کچھ کلام فارسی درج ہے۔

مفتوق - محمد شریف

میر محمد شریف نام اورنگ آباد کے باشندے اور میر قدرت اللہ بلیغ کے شاگرد تھے فارسی و ریختہ دونوں زبانوں میں فکر سخن کرتے تھے۔ گزشتہ صدی کے اواخر میں وفات پائی (محبوب الزمن ۹۵۰)

منتہی - مرزا میتا بیگ لکھنوی

تاراجی لکھنؤ کے بعد نواب باندہ کے مصاحب بنے ۱۲۷۵ھ میں حیدرآباد دکن پہنچے (یادگار ضیغم) شاہ یار الملک نے ملازم رکھ لیا۔ روشن الدولہ کے متبنیٰ میر خیرات علی خاں سخی کی شاگردی نے قدر و منزلت میں اضافہ کر دیا۔ حیدرآباد میں تقریباً تیرہ سال قیام کرنے کے بعد ۱۲۸۸ھ میں قتل کر دیئے گئے۔ لالہ انبا پرشاد ہنر شاگرد سخی نے یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے ؎

از جہاں صد حیف چوں سوئے جناں
یک بیک آں شاعرے یکتا برفت
سال تاریخش چنیں گفتم ہنر
منتہی ایوائے از دنیا برفت
۱۲۸۸ھ

منتہی کے دیوان کا نام کارستان فصاحت ہے جو سخی کی جدوجہد سے ۱۳۱۳ھ میں طبع ہو چکا ہے۔

منور - ان کا نام سید منور تھا

فارسی بھی لکھتے تھے مجموعہ اعظمی اُمید کا قطعہ سال تصنیف ان سے یادگار ہے ؎

شراب معرفت نوش خورد اُمید
دراں مجلس کہ حافظ بود ساقی
منور سال ایں مجموعہ دریافت
کلام اعظم از اُمید باقی
۱۲۶۸ھ

مہر - سید شاہ عبدالقادر سقاف

مہر مدراس کے باشندے اور شاہ حسین سقاف قادری ابن سید شاہ محمد اکبر سقاف قادری کے بیٹے تھے۔ ۱۲۸۲ھ میں حیدرآباد آئے یہاں اول اول مختلف ارباب دولت کی ملازمت کی۔ رفتہ رفتہ نواب محمد محی الدین خاں بہادر تیغ جنگ ولی عہد نواب محمد رشید الدین خاں بہادر بہادر جنگ شمس الامرا کی مصاحبت کے اعزاز سے مشرف ہوئے۔ نباتات کی قوت نامیہ و غاذیہ و جاذبہ اور اس کے تغیر حالات پر اپنے تجربے کے موافق ایک کتاب لکھی جس کا نام " ابتہاج النباتات " ہے۔ یہ کتاب نظام المطابع مدراس میں طبع ہوئی اور اس کا ایک نسخہ کتبخانۂ خاص میں موجود ہے۔ مہر کو فن شعر میں غلام محی الدین رجا سے تلمذ تھا۔

گلزار سخن کے نام سے شعرائے اردو کے کلام کا ایک مجموعہ ترتیب دیا تھا یہ مجموعہ مطبع صبح صادق مدراس سے شائع ہو چکا ہے۔ اس زمین کی پوری غزل گلزار سخن صـ۶۳ میں موجود ہے جس کا مقطع یہ ہے ؎

ناتوانی کے سبب مہرؔ بقول استاد　　کوچۂ یار میں بن بن کے ہوا جاتے ہیں

مہرؔ کی ایک اور غزل کا مطلع و مقطع درج کیا جاتا ہے یہ غزل بھی گلزار سخن میں ہے ؎

مشتاق نہ ہو دل کوئی گلگشت چمن کا　　کیا نام خدا رنگ ہے گلزار سخن کا

کس طرح زباں ٹھیک ہو اے مہرؔ یہ کہیے　　سب جانتے ہیں مجھ کو کہ شاعر ہوں دکن کا

نشاطؔ ۔ رائے تلجا پرشاد

تذکرہ شعرائے ہنود میں نشاطؔ کا یہ شعر درج ہے ؎

محو بتاں ہوں میں کسی لیلیٰ کی یاد میں　　صحرا وطن ہوا نہ مجھے گھر سے ہے غرض

نصیرؔ ۔ شاہ نصیر الدین دہلوی

ذوقؔ و مومنؔ کے استاد۔ دہلی کے مشہور سخنور اور شاہ غریب کے فرزند ارجمند تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ضروری تعلیم حاصل کر کے شاہ محمدی مائلؔ کی شاگردی اختیار کی جو قیام الدین قائمؔ کے شاگرد رشید تھے۔ دو مرتبہ دہلی سے لکھنؤ گئے اور فرمائشی سنگلاخ زمینوں میں غزلیں کہہ کر مشاعروں میں کامیاب رہے آخر میں مہاراجہ چندو لال شاداںؔ نے سات ہزار روپے سفر خرچ بھیج کر حیدرآباد بلوایا اور پچیس روپے یومیہ مقرر کیا۔ ۱۲۵۴ھ میں وفات پائی اور حیدرآباد میں درگاہ شاہ موسیٰ قادری کے صحن میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے ؎

اوستاد زمانہ شاہ نصیرؔ　　شد ز ملک دکن بہ باغ بہشت

سال تاریخ کلک زار نشاطؔ　　"خاتم اکمل الکلام" نوشت

۱۲۵۴ھ

(ایشری سنگھ نشاط دہلوی)

دیوان چمنستان سخن طبع ہو چکا ہے۔

نفیسؔ ۔ بھوانی پرشاد

نفیسؔ کے والد کا نام چنی لال تھا ایلچپور کے باشندے اور قوم کے کایستھ تھے پہلے بھولا ناتھ کے شاگرد ہوئے (یادگار ضیغم صـ۳۵۲) پھر سرفراز علی و صفی سے اصلاح لی۔ آخر میں

راجہ گردھاری پرشاد باقی کی شاگردی اختیار کی (گلدستہ سخن اگست ۱۹۵۲ء) حیدرآباد میں وکالت کرتے تھے ۱۳۲۹ھ تک حیات تھے (سخنوران دکن ص ۱۳)

نقش ۔ نصیر الدین

معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں عبدالرحیم ضیا سے تلمذ تھا ضیا کی مثنوی "اشعار شہادت" کے آخر میں ان کا ایک قطعہ تاریخ شائع ہوا ہے، اس میں نام اس طرح درج ہے "چکیدہ قلم بدائع رقم ذہین طبع رنگیں محمد نصیر الدین صاحب نقش شاگرد مصنف سلمہا اللہ تعالیٰ"

عمر یافعی صاحب نے (ب) میں آخری صفحہ پہ تاریخ وفات ۱۶ ستمبر ۳۵ء (مطابق ۱۳۴۵ھ) لکھی ہے۔ ان کی ایک تصنیف "مخزن اسرار" بھی ہے۔

نگین ۔ برہان الدین

۱۳۲۲ھ میں ساٹھ سال کی عمر تھی اور سلطان دکن کے ملازم تھے (سخنوران چشم دیدہ ص ۱۱۵)

نیک ۔ میر جعفر علی

۱۲۶۶ھ میں دق کی بیماری میں مبتلا ہوئے ۱۲۶۹ھ میں انتقال کیا ان کے استاد فیض نے قطعہ تاریخ لکھا ہے ؎

چوں ز دنیا بسوئے عقبیٰ رفت میر جعفر علی نیک خصال
گفت رضواں ز فیض تاریخش آمد اندر بہشت نیک افعال
۱۲۶۹ھ

واصل ۔ محمد احمد اللہ

واصل نے اپنے والد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ علاقہ صرف خاص نظام کے صیغۂ تعمیرات میں مددگار مہتمم تعمیرات تھے۔ دیوان موسومہ "نغمۂ عندلیب" ۱۳۱۱ھ مکمل تھا لیکن طبع نہ ہو سکا (مرقع سخن جلد دوم ص ۱۶۲) سرفراز علی وصفی سے تلمذ تھا (یادگار ضیغم ص ۱۱۴)

واقف ۔ میراں محی الدین

واقف کا نام میراں محی الدین تھا غلام محی الدین شائق کے برادر خورد احمد ابوتراب قادری کے بیٹے اور امام صاحب قدس سرہٗ کے پوتے تھے اودگیر میں ۱۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ عربی کی تحصیل مولوی علاؤالدین سے کی اور شعر و سخن میں مولوی خیر الدین فائق سے مستفید ہوئے قادری

سلسلے میں اپنے خال محترم شاہ منصور سے بیعت کی تھی۔ تاریخ گوئی میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔

زمانۂ خوردسالی میں والد کے ہمراہ مدراس آئے اور وہاں کتب درسیہ میں مولوی محمد باقر آگاہ سے استفادہ کیا۔ ان کی مثنوی "چندر بدن و مہیار" کے متعدد مخطوطے کتبخانۂ خاص میں ہیں۔

وزیر ۔ میر وزیر الدین علی

میر سنگی علی خاں یار جنگ خلف میر بشیر الدین علی حسان صمصام الملک خلف میر اکبر علی خاں سکندر جاہ کے لڑکے تھے۔ نسب کا سلسلہ حضرت شہاب الدینؒ سہروردی کو منتہی ہوتا ہے ۱۲۶۳ھ میں پیدا ہوئے ۱۲۹۵ھ میں نواب افضل الدولہ آصف جاہ خامس کی صاحبزادی سراج النساء بیگم سے شادی ہوئی ۱۳۰۱ھ میں صمصام الملک صمصام جنگ کے انتقال کے بعد میر وزیر علی خاں بہادر بہ قرار جنگ آصف یار الدولہ آصف یاور الملک خطاب عطا ہوا اور علم و نقارہ پالکی جھالر دار سے سرفراز کیے گئے بقول صاحب محبوب الزمن آخر شوال ۱۳۲۹ھ میں وفات پائی۔

وصف

محبوب الزمن کے مصنف نے حافظ شمس الدین فیض کے دوسرے بیٹے عماد الدین محمد کا تخلص وصف بتایا ہے اور ۱۳۲۹ھ میں لکھا ہے کہ "افسوس چند سال ہوئے کہ دونوں فوت ہو گئے (ص ۹۱) یہ شاہ معروف علی شاہ (متوفی ۱۳۲۲ھ) کے مرید تھے اپنے پیر کے مرنے کی تاریخ اس مصرعے سے برآمد کی ہے۔

شد معروف علی شاہ بمولا واصل
۱۳۲۲ھ

وصفی ۔ سرفراز علی

ابن شاہ حبیب بخش قصبہ امیٹھی کے باشندے بسلسلۂ نسب ملّا جیونؒ سے ملتا ہے۔ ۱۲۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے وطن میں ۱۲۹۵ھ میں وفات پائی۔ مرزا قربان علی بیگ سالک کا قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

اُٹھ گیا دنیا سے یارب کون سا روشن بیاں ۔۔۔ فرطِ غم سے کیوں نظر آنے لگا عالم سیاہ
سُن کے ارباب عزا کے نالۂ و فریاد کو ۔۔۔ آسماں فرش زمیں سے مانگنے کو ہے پناہ

دیکھ کر منہ اہلِ ماتم کا کہا سالک نے سال   سرفرازِ ملک معنی وصفیؔ مرحوم آہ
۱۲۹۵ھ

یعقوب علی خاں سخنور سکندر آبادی آپ کے شاگرد تھے (سخنوران دکن ص۲۱۷)

کیپٹن اعجاز علی شہرتؔ وصفیؔ کے صاحبزادے تھے ان کا ۱۹۲۷ء سے قبل کے حیدرآبادی شعرا میں کافی نام مشہور تھا۔ غالباً کسی پائیگاہ کی فوج میں ملازم تھے۔

وصلؔ - غلام صمدانی

آصف جاہ رابع کے عہد کے شاعر ہیں امیر پائیگاہ عمدۃ الملک رفیع الدین خاں سے توسل رکھتے تھے ۱۲۷۹ھ میں دیوان مکمل کیا تھا جس کی تکمیل کی تاریخ یہ ہے ؎

کہہ چکے جب غلام صمدانی   تازہ دیوان یادگار جہاں
سال تاریخ فیضؔ نے لکھا   باغ دلجو ہے وصل کا دیواں
۱۲۷۹ھ

سینٹرل اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں ان کی ایک تصنیف "چراغ وطن" (۱۲۶۶ھ) کے نام کی ہے اس کا نام تاریخی ہے جان سخن دوسری تصنیف طبع ہو چکی ہے (فہرست جلد دوم ص۲۹۳)

وطنؔ - افتخار علی شاہ

افتخار علی شاہ ابن میر کاظم علی حسینی المدنی خلف سید محمد الحسینی خلف سید کریم الدین حسینی المدنی تاریخ پیدائش ۹ رمضان ۱۲۴۹ھ ہے ۹ رمضان ۱۳۲۲ھ کو وصال ہوا۔ ۴۲ سال ریاضت و مجاہدہ میں گزارے۔ پیادہ حج بیت اللہ ادا کیا۔ تین سال اجمیر شریف میں چلہ کشی کی۔ حیدرآباد کے مشہور صوفی تھے۔ صبح سفر۔ عرفان وطن۔ ارشادات وطن اور سفر در وطن کے مصنف ہیں۔

وقتؔ - محمد حیات

وقتؔ اچھے تاریخ گو تھے۔ احمد علی عصرؔ کی تصنیف "بوارق حقیہ" میں ان کے چار قطعات تاریخ ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۹۰ھ کی ہے۔

وہابؔ - عبدالوہاب مدراسی

وہابؔ کے والد کا نام میر صادق علی تھا۔ صاحب دربار حسین لکھتے ہیں:

"ان کے آبائے کرام کا وطن مشہد مقدس ہے۔ وہاں سے شاہ نور اللہ حسینی نواب سعادت اللہ خاں کے زمانے میں کرناٹک آئے اور فرانسیسیوں کے جھگڑے میں شہید ہوئے ان

کے فرزند شاہ ابراہیم حسینی جو وہآب کے بلا واسطہ جد تھے نواب والاجاہ کے عہد میں چینا پٹن مدراس وارد ہوئے ۔

سید عبدالوہاب کی ولادت ۱۲۲۲ھ میں ہوئی عربی کی کتب متداولہ مولوی ارتضا علی خاں قاضی القضاۃ اور مولوی سید مرتضیٰ سے پڑھیں ۱۲۶۱ھ میں بعہد وزارت نواب سراج الملک وارد حیدرآباد ہوئے اور منصب داران دیوانی میں شامل کیے گئے ۔ بعد میں باورچی خانے کا اہتمام بھی انہیں کے سپرد ہوگیا ۔

وہآب اپنے استاد دبیر سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے مرزا دبیر کو بھی ان سے دلی انس تھا جس کا اظہار ان کی اس رباعی سے ہوتا ہے ؎

وہآب کے اللہ و نبی حامی ہیں — مداحوں میں مقبل کی طرح نامی ہیں
فضل ان پہ ہے واہب العطایا کا دبیر — مضمون بھی سب وہبی و الہامی ہیں

مرزا دبیر کے بعد وہآب نے اپنا کلام مرزا محمد جعفر اوج کو بھی دکھایا اور ۱۲۹۲ھ میں انہیں حیدرآباد بلوا کر نواب سر سالار جنگ سے ملاقات کرائی ۔

وہآب کا انتقال ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ کو بدھ کے روز حیدرآباد میں ہوا مولوی عبدالعلی والہ نے ان کے انتقال پر یہ تاریخی رباعی لکھی ہے جو دیوان والہ موسومہ "چمنستان بہشت" میں طبع ہوئی ہے ؎

چوں رفت بدارِ خلد، زیں دیرِ خراب — والہ سن رحلتش چنیں گفت شتاب
جنت شدہ موہبت بعبد وہاب — بیروں ثمر ایں موہبت از روئے حساب
یک ہزار و دو صد و نود و نہ ہجری

ہجر - غلام امام خاں

ہجر کے والد کا نام محمد تہور خاں ابن مکارم خاں تھا ۔ سنہ پیدائش ۱۲۲۳ھ ہے فارسی کی درسیات ختم کر کے ۱۲۴۳ھ میں عربی شروع کی ۔ شاعری کا شوق اسی زمانے میں ہوا ۔ ۱۲۵۰ھ میں دیوان مکمل ہوگیا تھا، ڈیڑھ سال راجہ چندولال کے حاشیہ نشین رہے اس کے بعد علم ریاضی میں استعداد حاصل کی ۔ یاوری قسمت نے نواب شمس الدولہ امیر کبیر تک پہنچایا ۱۲۵۲ھ میں تاریخ رشیدالدین خانی

تصنیف کی جو اسی سال طبع ہوئی بیشتر قصائد تہنیت ملکؔ تخلص کے ساتھ لکھے ۱۲۸۳ھ میں تاریخ خورشید جاہی تصنیف کی۔ ایک دیوان مکمل اور دوسرا دیوان نامکمل محی الصلواۃ، ترجمہ کیبدانی جس کا ترجمہ خورشید دانش صد مسودات در انشا کشف الغوامض، رسالہ ہیئت کوکب۔ مطالع خورشید، تیغ ہندی، خورشید الحساب، مثنوی در بیان حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ اور رئیس العناصر متعدد تصانیف یادگار ہیں۔ حضرت فیضؔ سے تلمذ رکھتے تھے۔ ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی۔ ان کے استاد بھائی محمد نقی نقی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے ؎

چوں جناب ملکؔ شدند بخلد | جملہ احباب چشم نم کردند
سال تاریخ گفتم از سر آہ | ہجر ہجرت سوئے عدم کردند
۱۲۸۵ھ

درگا پرشاد نادرؔ نے خزینۃ العلوم میں ان کا یہ شعر درج کیا ہے ؎

گوشۂ دامن ہے مہد طفل اشک | بس مجھے پرداخت ہے اولاد کی

ہجر کے خلف سعید شمس الحکما حکیم شمس الدین خاں تھے جن کا ذکر تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر اول کے صفحہ ۲۷ پر موجود ہے ان کی ایک کتاب "مجموعہ لطائف و نقول" تصنیف ۱۲۶۹ھ کا ایک مخطوطہ رام پور کے سرکاری کتب خانے میں ہے۔

ہدآیت

مصنف "عروس الاذکار" نے ہدآیت کے نام سے جو مطلع درج کیا ہے وہ ہدایت خاں دہلوی شاگرد خواجہ میر دردؔ کا ہے اور تذکرہ ہندی میں اس طرح درج ہے ؎

نے خم رہا جہان میں نے جام رہ گیا | مردوں کا ایک جگ میں مگر نام رہ گیا

یہ ہدایت کبھی دکن نہیں گئے نقش کو شاید دھوکا ہوا کیونکہ اس تخلص کے ایک شاعر مسمی غلام حسین اورنگ آباد میں تھے یہ حیدرآباد بھی گئے تھے ان کا کلیات کتب خانۂ خاص میں موجود ہے اور اس کلیات میں وہ تمام قصیدے موجود ہیں جن کا تذکرہ ڈاکٹر زورؔ قادری نے تذکرہ مخطوطات جلد اول ص ۱۱۹ میں کیا ہے غلام حسین ہدآیت ہی کا تخلص افسقؔ بھی تھا۔ (چمنستان شعرا)

ہمدم - گلاب چند

ہمدم کا تعلق شمس الدولہ شمس الامرا بہادر تیغ جنگ کی سرکار سے تھا۔ احسن الدین خاں بیانؔ

دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ استاد کے انتقال کے دو سال بعد ۱۲۱۵ھ میں اپنا دیوان مکمل کیا یہ دیوان ۱۲۰۷ھ میں امیر کبیر شمس الامرا شمس الملک شمس الدولہ ابوالخیر خاں بہادر نامور جنگ کے مطبع میں چھپا ہمدم بہت پُر گو تھے ان کے دیوان میں غزلیات کے علاوہ فردیات، رباعیات، مثلثات، مربعات، اور مخمسات بھی ہیں ایک "واسوز" ایک مستزاد چند قصیدے اور تین مثنویاں ان کے علاوہ ہیں۔
ہمدم کے لڑکے کا نام چھوٹو لال تھا جو زیب تخلص کرتے تھے ان کا مختصر سا دیوان ۱۳۰۰ھ میں مطبع ہزار داستان حیدر آباد سے ان کے انتقال کے بعد شائع ہوا تھا۔ گلدستہ سخن نومبر ۱۸۸۳ء میں چھوٹو لال کا نام چھنولال تحریر کیا گیا ہے اسی پرچے میں زیب کے لڑکے منشی شنکر پرشاد عیش کی غزل بھی چھپی ہے نقش نے عروس الاذکار میں ہمدم کے صرف دو شعر درج کیے ہیں تعجب ہے کہ دیوان مطبوعہ ان اشعار سے خالی ہے۔

یاس۔ عبد القادر

یاس کو جمیل الدین نام کے کسی بزرگ سے ارادت تھی۔ خود کہتے ہیں ؎

جمیل الدین کا خادم غلام غوث اعظم یاس — خدا کا بندہ ہے، طالب مقرر فیض صاحب کا

سنہ وفات ۱۲۹۰ھ ہے (تذکرۂ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۵)۔ خزینۃ العلوم کے مصنف نے ان کا یہ شعر دیا ہے ؎

رہ گئے ہم تشنہ کام آب تیغ — کھل گئی جب دم کمر جلاد کی

یکساں۔ میر ببر علی

میر ببر علی یکساں "سبعہ صفات میر عالم" کے مصنف ہیں اس تصنیف میں میر عالم کے خصائل کا تذکرہ ہے اور ہر خصلت کی تعریف کے بعد اپنے چند اشعار دیے ہیں (میر عالم)
یکساں کی ایک مثنوی موسومہ "قصہ شہزادہ بیدار بخت و ملکہ فرخندہ" کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۲۲۸ھ انجمن ترقی اردو دہلی کے کتب خانے میں تھا ممکن ہے کہ اس وقت علی گڈھ میں ہو۔ یہ مثنوی ۸ × ۵ تقطیع کے ۳۰۷ صفحات میں پھیلی ہوئی تھی جس کی ابیات کی تعداد تیرہ[۱۳] سطری مسطر کے حساب سے چار ہزار سے زائد ہوتی ہے۔

یوسف - یوسف خاں حیدرآبادی

قطبی گوڑہ میں رہتے تھے ۔ اعظم علی خاں اُمید نے قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے سے

عزیزِ مصرِ مروت کہ بود یوسف خاں　　بسا دریغ فگندش بچاہِ گور، قضا

بگفت سالِ غمش دل ز روئے حسرت و درد　　ہزار حیف بزودی شدہ بشہرِ بقا

۱۲۵۹ + ۱۲ = ۱۲۷۱ھ

(مجموعہ اعظمی اُمید ص ۱۴۵)

ڈاکٹر زور نے یادگارِ ضیغم کے حوالہ سے سنہ وفات ۱۲۸۱ھ دیا ہے (تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص ۱۳۵) ۔ اور قطعہ تاریخ کی موجودگی میں یہ صحیح نہیں ہے ۔

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۷	۹	کر	کمر
۱۰۱	۹	—	صولت پرپلیشری پرشاد
۱۲۳	۱۲	فقیر	فقر
۱۸۷	۴	نام	×
۱۹۰	۱۷	مقام	قدیم
۱۹۶	۶	جگر	ہدایت محی الدین
۱۹۷	۹	عرض	عروض
۱۹۸	۱۸	دش	خوش
۲۰۵	۶	جہاں	جنت
۲۰۸	۱۵	سخن عبدالصمد	سخن غلام مصطفےٰ
۲۱۷	۲۰	"	"
۲۲۴	۱۰	میرے	مرے
"	۲۲	نساخ کا	نساخ نے
۲۲۶	۸	جائتی	جائسی
۲۳۲	۹	میری	پچہ
۲۳۳	۱۶	طالب جنگ	غالب جنگ
۲۳۸	۱۱	رمسالہ	بہ رسالہ